

A woman with dark hair and a mustache is holding a handgun. The image is heavily stylized with a warm, orange-toned background and green leaf-like patterns. The woman is looking directly at the camera with a serious expression. The mustache is drawn on her upper lip. The handgun is held in her right hand, pointing downwards.

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY

FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY



PAKSOCIETY

مدیر اعلیٰ
 خاندان

کتابی 1000
 1000

نقش اول
 145

جواہر
 154

لاہل
 157

نقش
 201

معاوضہ
 212

بے خبر
 227

قسمت آغا
 235

تراش خاں
 240

نقش اول: 145

جواہر: 154

لاہل: 157

نقش: 201

معاوضہ: 212

بے خبر: 227

قسمت آغا: 235

تراش خاں: 240

75500

ڈائریکٹر
 ڈائریکٹر

نقش اول
 145

جواہر
 154

لاہل
 157

نقش
 201

معاوضہ
 212

بے خبر
 227

قسمت آغا
 235

تراش خاں
 240

نقش اول: 145

جواہر: 154

لاہل: 157

نقش: 201

معاوضہ: 212

بے خبر: 227

قسمت آغا: 235

تراش خاں: 240

75500

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
 FOR PAKISTAN

f PAKSOCIETY



آج کی سب سے بڑی خبر ہے کہ پاکستان کی ایسوسی ایشن آف مسلم لیگ نے 2014ء کو لاہور میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کانفرنس میں پاکستان کی تمام مسلم لیگوں کی نمائندگی تھی۔ پاکستان کی ایسوسی ایشن آف مسلم لیگ نے 2014ء کو لاہور میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کانفرنس میں پاکستان کی تمام مسلم لیگوں کی نمائندگی تھی۔

[illegible]

بہت جلد اندر اور اچانک چمکنے لگا۔ کبھی طور پر سہلے گزرا، اس وقت نہروان فادائی چمکا۔

[illegible][illegible][illegible][illegible][illegible]

اسلام آواز سے دہریہ خائن کے ضد ہمارے "آکر کا اہل و عیال" کا حقد ادا کیا، مسموم تک و یک کے ساتھ غمزدار و ہوا مر رہا ہے! چار

جامعہ سی ڈی انجمن - 12 - نومبر 2014ء

[illegible][illegible][illegible][illegible]

جزوی گمشدگی ایاقبال

انسانی زندگی کا ہر دور مختلف رویوں کی نشاندہی کرتا ہے... بچپن میں مصیبت... جوانی میں الہیزم اور بڑھاپا و اعطاف نصیحت میں گزار کر انسان اپنے ہی اعمال اور رویوں پر خود اختتامی کی نظر ڈالتا ہے... ہوا میں اندازہ ہے قایم کہ تمام عمر خفیہ ارادوں اور کارناموں میں گزر گئی... ایسے دور میں جہاں منافقت، مصلحت میں بدل حالہ... دوروں میں انسانیت کم، حیوانیت کا عنصر غالب آجاتے... وہاں انسان مٹی کی کھٹوتوں اور ٹالوں کے کچے کپڑوں کی طرح توڑ پھوڑ کا شکار ہو جاتا ہے... موت و زبانی کی کشمکش اور زندگی کی حرارت سے بھرپور نوجوان کی داستان حیات... اس کے روز و شب سکون و سکوت اور عظمیٰ و محبت کی چاشنی میں گزر رہے ہیں... کہ اچانک ہی اس کی زندگی خیاں... جوانی کی شوخیاں... خزاں و سیدہ ہفتوں کی طرح مرجھا کر بکھر گئیں... اس کی سیرانی یادیں قہین کے تباہ خانوں میں اس طرح پیر شیبہ ہو گئیں کہ وہ اپنی شناخت... اپنا ماحول اور محبت تو بھی بھلا بیٹھا...

مصرف قیہں ہتھوں میں ملیں وہ مسائل کی زمین پر ہے جس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اسے ایک بارہ سالہ لڑکے نے دیکھا جو مسائل پر سچائی اور محنت کے جوہر بھر رہا تھا۔ وہ مسائل پر پڑے ہوئے نفس کو دیکھ کر چڑا لگی اور کچھ بھرا لگی گیا۔ اس نے گاؤں کی طرف رخ کر کے پینا شروع کر دیا۔

گاؤں کے لوگوں نے اس کی کچھ زیادتی تو تھی افراد دوز سے بچنے آئے لڑکا سال پر پڑے ہوئے نفس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بچے پار ہوا تھا۔

گاؤں کے لوگ بھی اس بے حس و حرکت نفس کو دیکھ کر چڑے اور اس کی طرف بچکے... وہ عرصہ طویل ہوا تھا۔ اس کے سر کے پچھلے حصے سے پتہ ہوئے خون نے اس کے قریب کی ریت بھی سرخ کر دی تھی۔

وہ تیرہ سالہ لڑکے اس شخص کو سیرھا گیا۔ اس کی عمر پچیس تیس سال کے لگ بھگ ہو سکتی تھی۔ وہ اپنے پیش و کار کا لک تھا۔ اس کے چہرے پر زردی کھڑی ہوئی تھی جس کا سبب یہی ہو سکتا تھا کہ اس کے سر سے خون نہ باوجود قد میں بہہ گیا ہوگا۔ اس کی ماسی اکھڑی اکھڑی سی تھی

حاصلی ڈائجسٹ - 14 - نومبر 2014ء

حاصلی ڈائجسٹ - 15 - نومبر 2014ء

جزوی کسمند کیں

یادداشت کیا صرف ملازم سے واپس آئے کی؟
 ملازمین میں مادی نے پڑھا تھا کہ اس قسم کے
 مریضوں کو جبر سے دھمکی کی جائے گی یا نہیں
 انکی چیزیں دکھائی جائیں جو مریض میں اس کی شخصیت سے
 بہت قریب رہی ہوں تو کس موٹی پر ایک ایک اس کی
 یادداشت واپس آجاتی ہے مگر اس کو جو ان کے مسئلے میں بہ
 سب کچھ کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس کے پاس سے باخبر کوئی
 شخص وہاں نہیں تھا جو یہ سب کچھ کر سکا۔ اگر اس کی تصویر شہر
 کے کسی اخبار میں چھپا دی جاتی تو اس کو کوئی ہانپے والی
 سڑک قابضین الکی کوئی تیس دن جو ان کے لیے خطرناک
 ثابت ہوتی۔ تصویر ان لوگوں کی نظر میں بھی آسکتی تھی
 جنہوں نے اسے قتل کر دیا تھا۔ تصویر دیکھ کر وہ شوک میں
 گاؤں کی طرف دوڑ پڑے اور یادداشت کو جو ان کی زندگی
 ختم کرنے کے لیے کوئی اقدام کرے۔

مادی وہاں محسوس کرنے لگی جیسے وہ کسی جاسوسی پول
 کا کردار نبھاتی ہو جس کا سہارا ایک ایسے جو ان سے پڑا تھا
 جس کی یادداشت پہلی تھی۔

تصور می ویر بعد شکیم صاحب واپس آئے۔ انہوں
 نے بتایا کہ مریض لاپتہ ہوئی طبیعت اب کافی تسخیر کی گئی
 اور اس کے دل تک اسے باطن خود دست ہو جانا چاہیے تھا۔
 اس کی خبر اسے مل گئی تھی اور اس نے شکیم صاحب سے
 اس کے بارے میں چند سوالات کر ڈالے۔

"اب میں میں لاپتہ ہو کر کچھ آؤں؟" مادی نے

باب سے اجازت مان لی۔
 "اس آؤں سے۔ وہ بھی نہیں پوچھ رہی تھی۔
 بہت چاہتی ہے وہ سب کچھ اور تم ہو کہ تم اسے دیکھنے بھی نہیں
 سکتے۔"

"کیسے جانی ابا صاحب! یہ حالہ جو ہو گیا تھا۔"

"خیر جانا۔ بس ذرا جلدی آجاء۔ انکی جگہ چلی
 جی جاتا ہے۔"

مادی کو پکا جگہ یاد آیا اور وہ بولی۔ "آپ نے
 کہا تھا ابا صاحب! کہ یہ بچوں والوں کو نہ بتایا جائے کہ اس
 شہر کو کسی نے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ تو کیا یہ بھی کہی
 نہیں بتاتا کہ اس کی یادداشت ختم ہو گئی ہے؟"

"ابھانیا جو تم نے پوچھا۔ انا بیابا یہ بات بھی کہی
 کہ جتنے کی ضرورت کیا ہے۔ مگر ذرا دیر ہی بھر ہے۔ یہ
 دونوں باقی میں میرا سا بچہ تو کبھی نہیں بتاؤں گا۔ بس اتنا
 کہوں گا اس سے کہ اس کے قتل و کار کے قتل کی طرح

جیانی کیفیت نہیں رہے گی۔"
 "تو کیا اسے اب بھی کچھ یاد نہیں آئے گا؟"
 "ابھی نہیں سے کہ نہیں کہا جا سکتا۔ میں ملازم تو
 کمروں کے کوشش کروں گا کہ اس کی یادداشت واپس
 آجائے۔"

"باب کسی کی یادداشت چلی جاتی ہے تو اسے اپنی
 زبان یاد دہاتی ہے، تو کسی نیکامی کے بغیر یہ الہام تھا۔"

شکیم صاحب دونوں بات سننے پر ہلکے سے جو ان
 کی طرف دیکھ رہے تھے اور مادی سے، انہیں بھی کر
 رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "اس قسم کا کوئی مریض پہلے بھی
 میرے تجربے میں تو کیا، مشاہدے میں بھی نہیں آیا۔ اس قسم
 کے مریض کے بارے میں میری معلومات کتابوں کی مد
 دت ہیں۔ اور وہ بھی کمزور یاد دہتی۔ شاید ایسے مریض کو اپنی
 زبان اور ہوش اور ایک دوسری چیزوں کا بھی ہوتا ہے لیکن میں
 نے ایک ایسے مریض کے بارے میں بھی پڑھا ہے جو بھی
 کچھ بھول گیا تھا۔ اس کی حالت کسی کو نہ دیکھنے کی تھی جو
 تھا۔ اس نے اپنی ہی کی طرف سے سرے سے زبان نہیں
 اور اپنی دوسری زندگی کا آغاز کیا۔ اپنی پہلی زندگی اسے بھی
 یاد نہیں آئی تھی۔"

"اور ابا صاحب!..."

باب شکیم صاحب کے اذیت پور کر دیکھا اور اس کی
 بات کو سننے سے کہا۔ "تم بہت زیادہ تجسس دہی جاری
 ہو رہا! اب تم جانے لگاؤ کہ اس کا خلاصہ کیا ہے۔ اب
 نہ کہ کتنا چاہیے۔ کھانے کے بعد اس کے لیے دیکھ کر
 کچھ نہ پوچھا۔"

"یہ بات تو جانے ابا صاحب! کچھ تو مادی اور

میرے چپ جانے کی۔"
 "بھلا فیک ہے۔" شکیم صاحب نے کہا اور واپس
 اپنے اس قریب مریض کی طرف پڑھنے کے جواب میں یادداشت
 کو پڑھا تھا۔ اسے بھی سننے کے لیے کوشش کی گئی۔

☆ ☆ ☆

کھانے کے بعد شکیم صاحب نے مادی سے
 کہا۔ "اب جانے ذرا دیر ہی ہو کر کچھ آؤں۔ آج اسے
 دیکھنا چاہیے۔" میری وہی جگہ اس کا خیال رکھنا۔
 ان کا اشارہ وہ ان کی طرف تھا۔

ان کے جانے کے بعد مادی نے اپنا کمر ایک چکر
 دیکھ کر قریب رہی اور اس پر چڑھ کر جو ان کے چہرے کی
 دیکھ رہے تھے وہ سوچ رہی کہ اس "مسٹر شری" کی

تک اور کسی اور کی کافی مرچ والی یاد دہانے کی بجائے
 سے کوئی بہتی کافیات شکیم کی طرف پڑھی۔
 "جو ان اس وقت وہ شکیم بند کیے لیا ہوا تھا لیکن
 اس کے پیچھے کے حادثات ایسے تھے جیسے وہ فنڈ سے
 کھولے دور ہو۔ اس نے مادی کی آہٹ میں کر آئیں
 کھولیں۔"

مادی تجسس تھی۔ جانا چاہتی تھی کہ اس کی ہم
 دہریہ کی سر نو جوان نے اور کیا کیا تھا لیکن وہ اس بار سے
 میں فوری طور پر اپنے باپ سے کوئی سوال نہیں کر سکتی تھی۔
 شکیم صاحب نے جیسے سے جو ان کو کھینچا۔

جو پھر کئی منٹ سے آ رہے تھے جو ان کو اتنا داشت
 لکھ رہے تھے کہ اس کے منٹ میں ہی وہ کھانے ڈال رہے
 ہوں۔ اس نے اندازہ لگا دیا جا سکتا تھا کہ جو ان اپنے
 باپ سے میں سب کچھ بھول چکا ہو۔ اس کی پڑائی کی شدت
 کا کیا عالم ہوگا۔

"اب تم میں کس قسم کے تو ہیں بلکہ کتنی یاد دہی جانے
 گی۔" شکیم صاحب نے کھنچ پانے سے بھر دیا۔
 "جو ان اتنے غور سے ان کی طرف دیکھا، ایک دھنچ
 کی نظر مادی پر بھی ڈالی، پھر شکیم بند کر لیں۔"

شکیم صاحب نے کسی سے ایسے وقت حال مادی کو
 دے دیا اور اسے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے اندرونی
 دروازے کے قریب پہلے۔

"تذکرہ دیکھو اس سے۔" وہ دھم آواز میں بولے۔
 "میرے کمرے میں جو خاص خاص چیز ہیں۔ وہ یہاں
 تلاش کر دو۔ میں اب رات کو بھی نہیں رہا کروں گا۔" پھر
 انہوں نے جو ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ
 جاگہ چاہے تو میں اسے اپنے کمرے میں منتقل کر دوں گا۔
 اسے یہاں بھی رکھنا چاہیے۔ مریض آئیں گے تو جیسے
 دشواری ہوگی۔"

"ابا صاحب! مادی بولی۔" اس کی یادداشت ختم
 ہو گئی ہے؟

"اب۔" شکیم صاحب نے شکر لگے میں بولا۔ "اور
 اس کی وجہ وہ مادی ضرب ہی ہو سکتی ہے جو اس کے سر پر
 لگائی گئی ہے۔"

"آپ نے کہا تھا کہ جب یہ سو کر اٹھے تو جوتے
 سب یاد دہانے لگے۔ لیکن اس کو کوئی بات بھی آپ نے۔"
 "اس کی یادداشتیں بدھانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ وہ
 یہاں میں جوتا دیکھا تھا۔ سو لگاؤ آدم کر کے جوتا اس

پڑا دیا۔
 "یہ تم نے کیا سوال کیا ہے؟" شکیم صاحب
 حیرت سے بولے۔ "یہ تو تم ہی بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟"
 "میں...۔" جو ان کا انداز بھائی ہو گیا۔ "میں کون
 ہوں... مجھے نہیں معلوم اچھے نہیں معلوم۔ میں کون ہوں؟"
 مادی نے اپنے اعصاب پر زنا سا محسوس کیا۔

دونوں میں اس نے ایسے گردوار پڑھے تھے جن کی
 یادداشت ختم ہو گئی تھی۔
 شکیم صاحب نے کئی کئی حالت میں جیسے جو ان کا
 منہ کھینچے۔

"میں کون ہوں؟" جو ان کی سا پڑا۔ اس نے
 وحشت میں اٹھنے کی۔ کوشش کی۔ شکیم صاحب نے اس
 کے سینے پر ایک ہاتھ کا دھکا ڈال کر اسے اٹھنے سے روک
 دیا۔

"لینے دو۔" وہ مادی سے بولے۔

جو ان کا ہاتھ اسے سر پر چلا گیا۔

"تو بات مت۔" شکیم صاحب جلدی سے بولے۔

"اس سے تکلیف ہوئی تھیں۔" مادی نے کہہ کر ہنس لگا۔
 "تو تم...۔" اس نے آ کر پھر سوال دہرایا لیکن

مادی کو وہی محسوس ہوا جیسے جو ان سے تو اسے پھر سے تھکا
 بولے ہوں۔

"تم سوچو تو اچھا ہے۔" شکیم صاحب نے تڑی سے

کہا۔ "بھوت لگنے کی وجہ سے بہت کچھ بھول گئے ہو۔
 ایک گہری تندرست لگے تو کچھ حالت تسخیر ہو گئی ہے۔"

جو ان اس طرح شکیم صاحب کی طرف دیکھنے لگے
 جیسے ان کی باتوں کو کشتی کی کوشش کر رہے ہوں۔

"تم غماہت بھی محسوس کر رہے ہو گے؟" شکیم

صاحب نے کہا۔
 "جو ان نے اس کی سے اثبات میں سر ہلایا۔

شکیم صاحب نے مادی سے کھنچ کے بارے میں

پوچھا۔

"دیکھتی ہوں۔" وہ جواب دہہ کر وہاں سے دور
 گئی۔ اسے اندیشہ ہوا کہ اتنی اچھی مریض کا سارا پانی خشک
 نہ ہو گیا ہو۔ وہ اس وقت جو ان کے پاس سے جتا بھی نہیں
 چاہتی تھی۔ جو ان کی کشیدہ یادداشت نے اس کے وجود

میں بھی بڑا گہرا چھوڑا تھا۔
 کتنی کا پانی کچھ تو ہو گیا تھا لیکن خشک نہیں ہوا تھا۔
 مادی نے وہ ایک دیکھنے میں اندیشہ۔ اس میں تھوڑا سا

دیکھو۔
ان دونوں باپ بیٹا نے یہ جھگڑا بہت دیر سے
کی تھی اور اس کی وجہ سے ان کا معاملہ بھی کچھ نہیں تھا۔ اگر
اس کی آگے نہ لے جائی جاتی تو وہ اس جھگڑا کا ایک اہم حصہ بن
جاتا۔

دو بیٹے تھے جب دوسرا باپ تھا۔ وہ آٹھ بیٹے کے قریب
بیدار ہوا۔ اس وقت وہاں کوئی اور نہیں تھا۔ اور وہی دروازہ
بند تھا لیکن اس کی دوسری جانب نسیم صاحبہ اور امجدی
موجود تھے۔ وہ ان کے پاس گئی مگر وہاں سے وہ
دوڑتی ہوا برآمد ہو گئے تھے۔ اس طرف انہوں نے وہ
کچھ گڑا کر دیا۔ نسیم صاحبہ کو یہ دیکھنا مقصود تھا کہ
بیداری کے بعد وہ تو جہان آباد کی بیٹی کیا کرتا ہے۔ اس وقت
اس کے چہرے کے حواشیات کیا ہوتے تھے۔ دو اصل نسیم
صاحبہ کو کھوڑا ماسٹر یہ ہوا تھا کہ وہ تو جہان آباد کی بیٹی
یادداشت کھو جانے کی اداسی تو کبھی کرے یا؟

لو جہان نے بیداری کے بعد اس کی سرکاری
باپ کی مہیا پر طرف نظر ہی دڑا۔ جب وہ بیدار ہوا
تھا تو اس کے چہرے پر کچھ قسم کے حواشیات تھے لیکن
دیر سے دیر سے وہ ابھرا نظر آنے لگا۔ ایک مرتبہ اس
نے اپنے سر پر بھی اٹھ بھیرا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ
کھڑے ہو گیا۔

بستر کے قریب ایک میز پر ایک میز پر ایک میز پر ایک میز پر
تھیں۔ لو جہان نے ہاتھ بڑھا کر ایک کتاب لے لی۔ وہ
اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔
چہرے پر افسوس کا اثر بدستور قائم رہا۔ اس نے کتاب وہی
دیکھ کر کہہ دی جہاں سے نکالی تھی۔ اس کے بعد وہ پھر اسی
دیکھنے لگا۔ کچھ دیر تک اس کی نظر کھلی کے لب پر جمی رہی۔
اس کے بعد وہ کمرے کی دوسری اشیاء پر طائرانہ نظریں
دروازے لگا۔

نسیم صاحبہ کو بھی افسوس ہو گیا کہ ان کا شہر لٹا تھا۔
لو جہان کی یادداشت وہی جاتی رہی تھی۔

”تم اس کے لیے اب مجھ کو چاہو؟“ وہ بولتا تھا۔

”نہیں، میں اس کی طرف سے نہیں ہوں۔“
”ماری ہو کی طرح باور پائی جانے کی طرف تھی۔ اس
نے تیزی کے ساتھ مجھ کو چاہی تو ماری ہو۔ وہ چاہتی تھی کہ
لو جہان کی بیداری کے وقت وہ اس کے قریب ہو۔

وہ بولتا تھا کہ باور پائی جانے کی طرف تھی۔ اس
طرف والیں بھی کوئی۔ اس وقت نسیم صاحبہ اپنی کرتا پر

بہادری ہم سے کون کی ہو رہی ہے۔ میں نے جسکے یہ سب
کچھ بتا دیا ہے لیکن تم نے بات کسی کے سامنے اپنی زبان سے
نہیں کہی۔ کیا تم نے اس کو دھار دیا کہ اس نے اس کی بات
بات کہی۔ اس کا دل میں عزت سے نہ لگتی کہ وہی ہے۔
اس عزت ہی سے نہ لگتا ہے۔“

نسیم صاحبہ کو یہ حواشیات تو بڑی شدت سے تھا کہ وہ
ایک دن ان کے باپ لگا۔

”ماری ہو جوتے ہوئے تھی۔“ اس کی کوئی بات نہ تھی
بھی آپ کسی کے دل کے ذکر سے اتنا پریشان کیوں ہو
گئے؟“

نسیم صاحبہ نے اپنی لوجھان کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔ ”اے میں لگتی رہی کہ اس کی کوشش کی تھی
تھی۔“

”ماری ہو تھی۔“ تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر
اس کے بارے میں تھا؟“

”نہیں، میں یہ براہ راست نہیں کہتا ہے۔ میں نے یہ
بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال پکڑا ہوا ہے۔“

”تم نے تو ایسا نہیں لگا ابا صاحب! آپ نے بتایا ہے
کہ دھار دیا ہے کہ وہاں کراہتا ہے۔ آئے تھے۔ آپ
کا اندازہ یہ بھی ہے کہ وہاں ہونے والے کسی قسم کے خلاف
کاموں میں دھار دیا ہے کہ وہاں کچھ ہوا ہے۔ میں بھی
کراہتی تھی کہ لیکن میں نے انتخاب کی کتابوں میں پاکستان
کا نقشہ تو دیکھا ہے۔ خود آپ بھی بتا چکے ہیں کہ گرتا
ہوا ہے کہ کتنے قاتل پر ہے۔ اگر اس کو وہاں لے کر آئے
کوشش کے بعد سندھ میں بیٹھا کیا تھا تو یہاں سے بھاگا ہوا
ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں تو یہاں سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا
ہوا ہے۔ اگر یہ کراہی سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
اس کے پیٹ میں بہت بلی بھر جاتا۔“

نسیم صاحبہ نے سر ہلایا۔ ”تمہاری دیکھ تو مضبوط
ہے بڑا تر جانتے کیوں میرے سامنے میں بھی خیال ہم کیا
ہے۔“

”میں تو کبھی کی ابا صاحب! کہ آپ یہ خیال اپنے
دماغ سے نکال دیں۔ دھار دیا ہے کہ وہاں کے کہانے ہیں جس
کے دل کا کڑا کڑا ہو۔ کوئی اور ہی ہوگا۔“

”ابھا۔“ نسیم صاحبہ نے مسکراتے کی کوشش کی۔
”اگر تم بھی ہو تو میں یہ خیال اپنے دماغ سے نکالنے کی
کوشش کروں۔“

”ماری ہو جوتے ہوئے تھی۔“ تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر
اس کے بارے میں تھا؟“

”نہیں، میں یہ براہ راست نہیں کہتا ہے۔ میں نے یہ
بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال پکڑا ہوا ہے۔“

”تم نے تو ایسا نہیں لگا ابا صاحب! آپ نے بتایا ہے
کہ دھار دیا ہے کہ وہاں کراہتا ہے۔ آئے تھے۔ آپ
کا اندازہ یہ بھی ہے کہ وہاں ہونے والے کسی قسم کے خلاف
کاموں میں دھار دیا ہے کہ وہاں کچھ ہوا ہے۔ میں بھی
کراہتی تھی کہ لیکن میں نے انتخاب کی کتابوں میں پاکستان
کا نقشہ تو دیکھا ہے۔ خود آپ بھی بتا چکے ہیں کہ گرتا
ہوا ہے کہ کتنے قاتل پر ہے۔ اگر اس کو وہاں لے کر آئے
کوشش کے بعد سندھ میں بیٹھا کیا تھا تو یہاں سے بھاگا ہوا
ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں تو یہاں سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا
ہوا ہے۔ اگر یہ کراہی سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
اس کے پیٹ میں بہت بلی بھر جاتا۔“

نسیم صاحبہ نے سر ہلایا۔ ”تمہاری دیکھ تو مضبوط
ہے بڑا تر جانتے کیوں میرے سامنے میں بھی خیال ہم کیا
ہے۔“

”میں تو کبھی کی ابا صاحب! کہ آپ یہ خیال اپنے
دماغ سے نکال دیں۔ دھار دیا ہے کہ وہاں کے کہانے ہیں جس
کے دل کا کڑا کڑا ہو۔ کوئی اور ہی ہوگا۔“

”ابھا۔“ نسیم صاحبہ نے مسکراتے کی کوشش کی۔
”اگر تم بھی ہو تو میں یہ خیال اپنے دماغ سے نکالنے کی
کوشش کروں۔“

”ماری ہو جوتے ہوئے تھی۔“ تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر
اس کے بارے میں تھا؟“

”تمہارا باپ اس کے قریب تھا۔“
نسیم صاحبہ نے فوراً کھینچ لیا۔ ان کے چہرے
پر سوچ بچار کے تاثرات تھے۔ شاید وہ کسی خاص بات اپنی
ذات تک نہ دے دے کہ وہاں چاہے جسے لیکن آخر کار انہوں نے کسی
وجہ سے یہی فیصلہ کیا کہ ماری ہو تے یہ بات بھی نہیں چھپاتا
چاہیے۔

”دراصل۔“ وہ دیر سے دیر سے کہنے لگے۔
”دھار دیا ہے کہ وہاں کراہتا ہے۔ آئے تھے۔ آپ
کا اندازہ یہ بھی ہے کہ وہاں ہونے والے کسی قسم کے خلاف
کاموں میں دھار دیا ہے کہ وہاں کچھ ہوا ہے۔ میں بھی
کراہتی تھی کہ لیکن میں نے انتخاب کی کتابوں میں پاکستان
کا نقشہ تو دیکھا ہے۔ خود آپ بھی بتا چکے ہیں کہ گرتا
ہوا ہے کہ کتنے قاتل پر ہے۔ اگر اس کو وہاں لے کر آئے
کوشش کے بعد سندھ میں بیٹھا کیا تھا تو یہاں سے بھاگا ہوا
ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں تو یہاں سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا
ہوا ہے۔ اگر یہ کراہی سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
اس کے پیٹ میں بہت بلی بھر جاتا۔“

نسیم صاحبہ نے اپنی لوجھان کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔ ”اے میں لگتی رہی کہ اس کی کوشش کی تھی
تھی۔“

”ماری ہو تھی۔“ تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر
اس کے بارے میں تھا؟“

”نہیں، میں یہ براہ راست نہیں کہتا ہے۔ میں نے یہ
بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال پکڑا ہوا ہے۔“

”تم نے تو ایسا نہیں لگا ابا صاحب! آپ نے بتایا ہے
کہ دھار دیا ہے کہ وہاں کراہتا ہے۔ آئے تھے۔ آپ
کا اندازہ یہ بھی ہے کہ وہاں ہونے والے کسی قسم کے خلاف
کاموں میں دھار دیا ہے کہ وہاں کچھ ہوا ہے۔ میں بھی
کراہتی تھی کہ لیکن میں نے انتخاب کی کتابوں میں پاکستان
کا نقشہ تو دیکھا ہے۔ خود آپ بھی بتا چکے ہیں کہ گرتا
ہوا ہے کہ کتنے قاتل پر ہے۔ اگر اس کو وہاں لے کر آئے
کوشش کے بعد سندھ میں بیٹھا کیا تھا تو یہاں سے بھاگا ہوا
ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں تو یہاں سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا
ہوا ہے۔ اگر یہ کراہی سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
اس کے پیٹ میں بہت بلی بھر جاتا۔“

نسیم صاحبہ نے سر ہلایا۔ ”تمہاری دیکھ تو مضبوط
ہے بڑا تر جانتے کیوں میرے سامنے میں بھی خیال ہم کیا
ہے۔“

”میں تو کبھی کی ابا صاحب! کہ آپ یہ خیال اپنے
دماغ سے نکال دیں۔ دھار دیا ہے کہ وہاں کے کہانے ہیں جس
کے دل کا کڑا کڑا ہو۔ کوئی اور ہی ہوگا۔“

”ابھا۔“ نسیم صاحبہ نے مسکراتے کی کوشش کی۔
”اگر تم بھی ہو تو میں یہ خیال اپنے دماغ سے نکالنے کی
کوشش کروں۔“

”ماری ہو جوتے ہوئے تھی۔“ تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر
اس کے بارے میں تھا؟“

”نہیں، میں یہ براہ راست نہیں کہتا ہے۔ میں نے یہ
بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال پکڑا ہوا ہے۔“

”تم نے تو ایسا نہیں لگا ابا صاحب! آپ نے بتایا ہے
کہ دھار دیا ہے کہ وہاں کراہتا ہے۔ آئے تھے۔ آپ
کا اندازہ یہ بھی ہے کہ وہاں ہونے والے کسی قسم کے خلاف
کاموں میں دھار دیا ہے کہ وہاں کچھ ہوا ہے۔ میں بھی
کراہتی تھی کہ لیکن میں نے انتخاب کی کتابوں میں پاکستان
کا نقشہ تو دیکھا ہے۔ خود آپ بھی بتا چکے ہیں کہ گرتا
ہوا ہے کہ کتنے قاتل پر ہے۔ اگر اس کو وہاں لے کر آئے
کوشش کے بعد سندھ میں بیٹھا کیا تھا تو یہاں سے بھاگا ہوا
ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں تو یہاں سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا
ہوا ہے۔ اگر یہ کراہی سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
اس کے پیٹ میں بہت بلی بھر جاتا۔“

نسیم صاحبہ نے سر ہلایا۔ ”تمہاری دیکھ تو مضبوط
ہے بڑا تر جانتے کیوں میرے سامنے میں بھی خیال ہم کیا
ہے۔“

”میں تو کبھی کی ابا صاحب! کہ آپ یہ خیال اپنے
دماغ سے نکال دیں۔ دھار دیا ہے کہ وہاں کے کہانے ہیں جس
کے دل کا کڑا کڑا ہو۔ کوئی اور ہی ہوگا۔“

”ابھا۔“ نسیم صاحبہ نے مسکراتے کی کوشش کی۔
”اگر تم بھی ہو تو میں یہ خیال اپنے دماغ سے نکالنے کی
کوشش کروں۔“

”ماری ہو جوتے ہوئے تھی۔“ تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر
اس کے بارے میں تھا؟“

”نہیں، میں یہ براہ راست نہیں کہتا ہے۔ میں نے یہ
بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال پکڑا ہوا ہے۔“

”تم نے تو ایسا نہیں لگا ابا صاحب! آپ نے بتایا ہے
کہ دھار دیا ہے کہ وہاں کراہتا ہے۔ آئے تھے۔ آپ
کا اندازہ یہ بھی ہے کہ وہاں ہونے والے کسی قسم کے خلاف
کاموں میں دھار دیا ہے کہ وہاں کچھ ہوا ہے۔ میں بھی
کراہتی تھی کہ لیکن میں نے انتخاب کی کتابوں میں پاکستان
کا نقشہ تو دیکھا ہے۔ خود آپ بھی بتا چکے ہیں کہ گرتا
ہوا ہے کہ کتنے قاتل پر ہے۔ اگر اس کو وہاں لے کر آئے
کوشش کے بعد سندھ میں بیٹھا کیا تھا تو یہاں سے بھاگا ہوا
ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں تو یہاں سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا
ہوا ہے۔ اگر یہ کراہی سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
اس کے پیٹ میں بہت بلی بھر جاتا۔“

اس لیے میں اس سے افسوس محسوس کرنے لگا ہوں اور
اسے اپنے کمر پر رکھ کر اس کا ہاتھ پکڑا ہوا ہوں۔ یہاں تک
وہ اس کا کہ یہ کچھ تاریکی ہے۔“

”ابھا ابا صاحب! میں اس کی طرف سے نہیں ہوں ابھی۔“

جب وہ اپنی موت کی آئی تو نسیم صاحبہ وہ دیر سے
حسرت ابرو سے ملنے بیٹھے تھے۔ ماری ہو جوتے ہوئے تھی۔
نسیم صاحبہ نے فوراً کھینچ لیا۔ ان کے چہرے
پر سوچ بچار کے تاثرات تھے۔ شاید وہ کسی خاص بات اپنی
ذات تک نہ دے دے کہ وہاں چاہے جسے لیکن آخر کار انہوں نے کسی
وجہ سے یہی فیصلہ کیا کہ ماری ہو تے یہ بات بھی نہیں چھپاتا
چاہیے۔

نسیم صاحبہ نے اپنی لوجھان کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔ ”اے میں لگتی رہی کہ اس کی کوشش کی تھی
تھی۔“

”ماری ہو تھی۔“ تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر
اس کے بارے میں تھا؟“

”نہیں، میں یہ براہ راست نہیں کہتا ہے۔ میں نے یہ
بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال پکڑا ہوا ہے۔“

”تم نے تو ایسا نہیں لگا ابا صاحب! آپ نے بتایا ہے
کہ دھار دیا ہے کہ وہاں کراہتا ہے۔ آئے تھے۔ آپ
کا اندازہ یہ بھی ہے کہ وہاں ہونے والے کسی قسم کے خلاف
کاموں میں دھار دیا ہے کہ وہاں کچھ ہوا ہے۔ میں بھی
کراہتی تھی کہ لیکن میں نے انتخاب کی کتابوں میں پاکستان
کا نقشہ تو دیکھا ہے۔ خود آپ بھی بتا چکے ہیں کہ گرتا
ہوا ہے کہ کتنے قاتل پر ہے۔ اگر اس کو وہاں لے کر آئے
کوشش کے بعد سندھ میں بیٹھا کیا تھا تو یہاں سے بھاگا ہوا
ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں تو یہاں سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا
ہوا ہے۔ اگر یہ کراہی سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
اس کے پیٹ میں بہت بلی بھر جاتا۔“

نسیم صاحبہ نے سر ہلایا۔ ”تمہاری دیکھ تو مضبوط
ہے بڑا تر جانتے کیوں میرے سامنے میں بھی خیال ہم کیا
ہے۔“

”میں تو کبھی کی ابا صاحب! کہ آپ یہ خیال اپنے
دماغ سے نکال دیں۔ دھار دیا ہے کہ وہاں کے کہانے ہیں جس
کے دل کا کڑا کڑا ہو۔ کوئی اور ہی ہوگا۔“

”ابھا۔“ نسیم صاحبہ نے مسکراتے کی کوشش کی۔
”اگر تم بھی ہو تو میں یہ خیال اپنے دماغ سے نکالنے کی
کوشش کروں۔“

”ماری ہو جوتے ہوئے تھی۔“ تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر
اس کے بارے میں تھا؟“

”نہیں، میں یہ براہ راست نہیں کہتا ہے۔ میں نے یہ
بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال پکڑا ہوا ہے۔“

”تم نے تو ایسا نہیں لگا ابا صاحب! آپ نے بتایا ہے
کہ دھار دیا ہے کہ وہاں کراہتا ہے۔ آئے تھے۔ آپ
کا اندازہ یہ بھی ہے کہ وہاں ہونے والے کسی قسم کے خلاف
کاموں میں دھار دیا ہے کہ وہاں کچھ ہوا ہے۔ میں بھی
کراہتی تھی کہ لیکن میں نے انتخاب کی کتابوں میں پاکستان
کا نقشہ تو دیکھا ہے۔ خود آپ بھی بتا چکے ہیں کہ گرتا
ہوا ہے کہ کتنے قاتل پر ہے۔ اگر اس کو وہاں لے کر آئے
کوشش کے بعد سندھ میں بیٹھا کیا تھا تو یہاں سے بھاگا ہوا
ہوا ہے۔ اس کے پیٹ میں تو یہاں سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا
ہوا ہے۔ اگر یہ کراہی سے بھاگا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
اس کے پیٹ میں بہت بلی بھر جاتا۔“

نسیم صاحبہ نے سر ہلایا۔ ”تمہاری دیکھ تو مضبوط
ہے بڑا تر جانتے کیوں میرے سامنے میں بھی خیال ہم کیا
ہے۔“

”میں تو کبھی کی ابا صاحب! کہ آپ یہ خیال اپنے
دماغ سے نکال دیں۔ دھار دیا ہے کہ وہاں کے کہانے ہیں جس
کے دل کا کڑا کڑا ہو۔ کوئی اور ہی ہوگا۔“

”ابھا۔“ نسیم صاحبہ نے مسکراتے کی کوشش کی۔
”اگر تم بھی ہو تو میں یہ خیال اپنے دماغ سے نکالنے کی
کوشش کروں۔“

”ماری ہو جوتے ہوئے تھی۔“ تو آپ کا یہ خیال ہے کہ قتل کا وہ اگر
اس کے بارے میں تھا؟“

”نہیں، میں یہ براہ راست نہیں کہتا ہے۔ میں نے یہ
بات سنی ہے۔ وہاں میں بھی خیال پکڑا ہوا ہے۔“

عاشورس ذالحجنت — 27 — نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ - 26 - نومبر 2014ء

پہنچے ہو گئے اور نوجوان کہہ رہا تھا۔
 "تیسیم صاحب۔ آپ نے کیا تھا کہ میں سوکھو صوفی کا
 تو مجھے سب کچھ یاد آجائے گا۔ مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں آیا۔
 میں کون ہوں، میرا نام کیا ہے، میں یہاں کیسے آؤں؟ آپ
 نے بتایا تھا کہ یہ معاملہ سمندر کے قریب کوئی گاؤں ہے۔"
 اور بارہوی کو تیزی سے اندر آتہ دیکھ کر چپ ہو گیا یا شاید وہ
 اپنی بات مکمل کر چکا تھا۔
 "اے بیٹے!" تیسیم صاحب نے شفقت آمیز لہجہ
 میں کہا۔ "میں نے یہ کہی تو تھا لیکن اس وقت تم بھائی کی حالت
 کا شکار تھے۔ تم نے مکمل بارہا، تھا کہ تم اپنے بارے میں
 سب کچھ بھول گئے ہو۔ اب تمہاری کیفیت دیکھ لیکن یہ
 لینے کی وجہ سے تمہاری طبیعت سنبھل گئی ہے۔ اب میں تمہیں
 بتا سکتا ہوں کہ تمہارے سر پر جو سمجھتی بات تھی ہے، اس کی
 وجہ سے تمہارا حافظہ قلم ہو گیا ہے۔"
 ان باتوں نے نوجوان کے چہرے پر پریشانی کے
 آثار پیدا کر دیے۔
 تیسیم صاحب نے اپنی بات جاری رکھی۔ "لیکن یہ
 ضروری نہیں ہے کہ تمہارا حافظہ ہمیشہ کے لیے قلم ہو گیا ہو۔
 میرے دھرم کے لوگوں یا دراشت والوں کے اعتقادی ہے۔ میں
 تمہیں ایسی دوا دیں گے جو دماغ کے لیے متوفی ہوتی
 ہے۔ تمہیں آہستہ آہستہ سب کچھ یاد آجائے گا۔ پریشان نہ
 ہو۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ اس گاؤں کے مکئی لوگوں کو تم اپنا
 دودھ پاؤ گے۔ یہاں تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔
 سب کچھ تمہاری یادداشت بحال نہیں ہو جائی، غم بڑھے
 لیوان اور نمکون سے یہاں دیکھو گے۔ دیکھو خدا سے امید
 ہے کہ میں تمہارا ملازم کرنے میں کامیاب رہوں گا۔"
 بارہوی ایک طرف خاموشی سے غمزئی اور سب باتیں
 سن رہی۔
 تیسیم صاحب نے اور بہت سی باتیں بھی کہیں جن سے
 جہان کی امدادیں بندھ سکتے۔ انہی باتوں کے دوران میں
 وہی بارہوی خانے کا پکڑ لے آئی تھی۔ اس نے چھوٹی سی
 چکی کا دھککا تھوڑا سا کھول دیا تھا۔ وہ دوبارہ کارخانہ
 محنت میں آئی تو تیسیم صاحب نے اس سے کہہ ڈالا اور نہ ہمدرد
 آؤ کسی سے۔"
 بارہوی پھر لمبی اور دوسرے دروازے سے باہر نکلے۔
 غم سے کہیں جانے آئے کے لیے وہی دوسرا دروازہ
 استعمال ہو رہا تھا۔
 راستہ ہو چکی تھی اس لیے اب بچے وہاں کھیلنے نظر نہیں

جروس گمشدہ گیس

کہا۔ ”یہ جو سوہا والا ہے، یہ رومانی دول ہے۔ اگرچہ اس جاسوسی ڈول اچھا ہے لیکن وہ یہ پڑھ لکھ سیکھ بات کا خیال رکھتا۔“ ماروی نے ایک مرتبہ پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا، پھر راز دارانہ انداز میں بولی۔ ”یہ دول کچھ کے پیچھے چھپ کر رکھتا۔ یہ ایسا بھی کی نظر میں نہ آئے۔“

”رومانی دول میں چھپ کر پڑتی ہوں۔ آبا ما میں بیٹھ کر تے ہیں۔“

ماروی دھیرے سے ہنس دی۔ دراصل اس کے دماغ میں ایک خیال جم گیا تھا کہ نسیم صاحبہ اسے رومانی دول پڑھتے سے کیوں روکتے تھے۔ اس کے خیال میں نسیم صاحبہ کا خیال تھا کہ رومانی دول پڑھتے پڑھتے وہ بھی ”رومانک“ ہو جائے گی اور شاید گاؤں میں کھانسی سے رو مانس شروع کر دے۔

نوجوان خلیفہ کی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ”میں نے کوئی ایسا سوال تو نہیں کیا تھا جس پر مٹی آئے۔“

”جی نہیں تمہارے سوال پر نہیں، کسی اور بات پر آئی تھی۔“ ماروی نے کہا۔

برلے۔ ”وائف ہو تم اس نام سے؟“

”وائف۔“ اس مرتبہ بھی نوجوان کا انداز بڑبڑا۔

اس مرتبہ اس نے کہا۔ ”مجھے کس دیر لگا تھا جیسے یہ نام میں نے پہلے ہی نہیں سنا ہے۔“

”یہ تو بہت اچھی علامت ہے۔“ نسیم صاحبہ نے پھر جیسی انداز میں گویا۔ ”تمہارنی یادداشت واپس آنے میں زیادہ عرصہ نہیں لگتا ہے۔“

نوجوان جیسے سے انداز میں شکر ادا کیا۔

ماروی نے اس کے لیے اچھی مٹی کا ایک ایسا دول تیار کیا جو اسے بہت پسند تھا۔ پھر اس نے ایک چرائیسا رومانی دول بھی ڈال دیا۔ اس دول کا سرورق اور ابتدائی چند اور نقوش چھپے ہوئے تھے۔ دول کا اور اس کے منصف کا یہ ان جیسے ہوئے منصف میں چلا گیا تھا۔ نوراد دول اس لیے آئے تھا کہ وہ اسے ایک عجیبے والے سے بہت سست کر لیا تھا۔

ماروی دونوں دول لے کر نسیم صاحبہ کے کمرے میں پہنچی جو اب اس اچھی نوجوان کو کمرہ میں لگایا تھا۔ نسیم صاحبہ اس وقت وہاں نہیں تھیں۔

ماروی نے دونوں دول اچھی نوجوان کو دے دیے۔

”تمہارے لباس کی تلاش بھی میں نے خود کی تھی۔“ نسیم صاحبہ بولے۔ ”لیکن اس چابی کے علاوہ تمہارے پاس سے کوئی شے ملے۔“

”میں نے چھپانے کے لیے ہی اسے جو تے میں رکھی ہو گی۔ عام طور پر چابیاں بیب میں یا پرکس میں رکھ لی جاتی ہیں۔ اسے جو تے میں چھپانے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس پر کسی اور کی نظر نہ پڑے۔ یہ روزداری ظاہر کرتی ہے کہ یہ چابی تمہارے لیے کوئی خاص اہمیت رکھتی ہے۔“

”مجھے بالکل یاد نہیں آ رہا ہے۔“ نوجوان نے حذری سانس لے کر کہا۔ ”اب بھی چابی کو گات پلٹ کر دیکھ جا رہا تھا۔“

”اس پر ایک نمبر بھی کندہ ہے۔“ نسیم صاحبہ بولے۔

”کیا اس نمبر پر بھی ہندسے ہیں؟“

”میں انگریزی زبان بھی جانتا ہوں۔“ نوجوان نے جواب دیا۔ ”پھر انگریزی ہی میں اس نے پڑھا۔“ کیا آپ انگریزی جانتے ہیں؟“

”جانتا ہوں۔“ نسیم صاحبہ نے اردو میں جواب دیا۔ ”لیکن بولنے پر نہیں کرتا۔“ اس پر حذر ادا ہوا۔ وہ کچھ دیر سے یہ یہی مصلحتات انگریزی کی ہی سے حاصل ہوئی تھیں۔ ”خیر اب یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انگریزی بھی جانتے ہو اور پھر اسے بھی نہیں سمجھتا تھا۔ چابی کے بارے میں کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔“

نوجوان نے پریشان سے انداز میں سر ہلایا۔

”یہ اپنے پاس ہی رکھو اور اسے دانا غرق دیتے رہا کرو۔ شاید کبھی یاد آجائے۔“ نسیم صاحبہ نے کہا، پھر اٹھتے ہوئے اسے دروازہ دیا۔

ماروی وہ چابی دیکھنے کے بعد سے سوچ بچار میں پڑی ہوئی تھی۔ وہ اس وقت چنگی جب نسیم صاحبہ نے اسے نام لے کر کھانسی کیا اور کہا۔ ”ماروی یہ سمان شاہ جلدی نہ سہ سکے۔ اسے کوئی دول لاؤ۔“ پھر انہوں نے مسکرا کر نوجوان سے پوچھا۔ ”دول پڑھو گے؟“

ماروی جلدی سے بولی۔ ”میرے پاس ابھی مٹی کے بہت دول ہیں۔ ان میں سے کوئی لاؤں؟“ وہ نوجوان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”ابھی مٹی؟“ نوجوان کچھ سوچا ہوا بڑبڑایا۔

نسیم صاحبہ غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی اور

”کیا دھنڑ دے دے دے دے دے دے؟“ ماروی نے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ نسیم صاحبہ نے جب سے ہاتھ لگاتے ہوئے کہا اور چابی بستر پر ڈال دی تھی، وہ اٹھ اٹھی۔

نوجوان نے اس چابی پر ایک اچھی سی نظر ڈالی تھی اور پھر نسیم صاحبہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

ماروی نے وہ چابی پہلے ہی اپنے والد کے پاس نہیں دیکھی تھی۔

”یہ کیا ہے؟“ نسیم صاحبہ نے نوجوان کو چابی دکھاتے ہوئے پوچھا۔

نوجوان کے چہرے پر ایسا تاثر دیکھا جیسے اس سید سے سادے سوال پر اسے عجب ہوا ہو۔ خود بخود ہی تو مٹی اپنے باپ کا سوال جیسے لگا تھا۔

”یہ چابی ہے۔“ نوجوان نے سادگی سے جواب دیا۔

”پہلے کبھی دیکھی ہے؟“ نسیم صاحبہ نے پوچھا۔

”میرا مطلب ہے خصوصاً یہ چابی؟“

نوجوان عجب سے انداز میں دھیرے سے ہنسا اور بولا۔ ”نسیم صاحبہ! آپ کچھ سے اچانک کیسی باتیں کرنے لگے؟“ آپ کی چابی ہے۔ یہ میں نے پہلے ہی کیے دیکھے ہو گی؟“

نسیم صاحبہ نے ایک طویل سانس لی۔ ”تم جانتے ہو کہ یہ چابی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری اشیا بھی تمہارے لیے کوئی اچھی چیز نہیں تھیں۔ تم اپنی زبان بھی بول رہے ہو، وہ بھی نہیں بولے۔ اس کا سرورق مطلب یہ ہے کہ تمہاری یادداشت عمل طور پر ختم نہیں ہوئی۔“

”جی؟“ نوجوان ابھی ہوئی غوروں سے ان کی طرف دیکھ رہا۔

”لیکن یہ چابی۔“ نسیم صاحبہ نے زور دے کر کہا۔ ”یہ تمہاری چابی ہے۔“

”میری؟“ نوجوان حیرت سے بولا۔

ماروی کی اس وقت حیرت زدگی تھی۔

”اس۔“ نسیم صاحبہ نے کہا۔ ”جب ہمیں یہاں لایا گیا تھا تو سب سے پہلے تمہارے جو تے ہمارے تھے۔ یہ تمہارے ہاتھ تھے جو تے میں تھی۔“

نوجوان نے بے تابی سے ہاتھ بڑھایا۔ وہ چابی لے رہا تھا۔ نسیم صاحبہ نے چابی اسے دے دی۔ وہ اسے اٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

سبب لے گیا

رہا جائے، لکھوں کا ہو یا پانی کا اپنے ساتھ بہت کچھ بہا کر لے جاتا ہے۔ آخری صفحات پر غوروں کی رومانی منظر اہام کے علم سے

عشق نا نام


اے توں جہاں میں کوئی شے نہیں ہے کوئی شے نہیں ہے کوئی شے نہیں ہے۔ ماروی

منسب

ابھی کوئی شے نہیں ہے کوئی شے نہیں ہے کوئی شے نہیں ہے۔ ماروی

مازوی

محبت کی حیرت آمیز کشش اور غوروں کی چٹوں کو مات دینے کے لیے کچھ ہوئے سافراں کی جنگ۔ محی الدین نواب کے علم سے لے کر



سہاب لے گیا

ماقbool فدا حسین

مزید

1997

100



Figure 1

"تو... تو... تو یہ... ماروی یہ بانی سے انداز میں بولی۔" تو یہ تیار سے پہلے خواب کا دوسرا حصہ تھا۔
 "شاہ۔" تو جہان جیسے سے انداز میں مسکرایا۔
 "اے سامی کو بانی ہوں۔ انیس بھی ساڑھ دوسرا خواب۔"
 تو جہان کی فکری اس وقت اردوڑے کی طرف تھی اور اس کی مسکراہٹ کچھ گہری ہوئی۔ "تیکم صاحب کی عمر بہت بڑی ہے۔ انہیں ان کا ہم آیا اور ابھی وہ آئے۔"
 تھوڑی سی آہٹ ماروی نے بھی سن لی تھی۔ اس نے سر نہ ہلایا۔
 "کیوں بھئی۔" تیکم صاحب بگٹی سی مٹی کے ساتھ قریب آتے ہوئے بولے۔ "کیوں آئے قاصد میرا؟" پھر انہوں نے پوچھا۔ "شاہ کیا ٹھیک ہے؟"
 "ابا سامی! ماروی جلدی سے بولی۔ "انہوں نے ایک خواب اور دیکھا ہے۔"
 تیکم صاحب کے ہونٹوں سے ہنسی غائب ہوئی۔ وہ سنجیدہ تاثرات کے ساتھ قریب آئے اور تو جہان کے ہنر علی پہ چلے گئے۔
 "اب کیا خواب دیکھا ہے تم؟" انہوں نے پوچھا۔ تو جہان نے دوسرے خواب پر اشارہ کر دیا تو جہان کا تیکم صاحب نے حمل سے سا اور سوخ میں ڈوب گئے۔
 "اب آپ کیا تیرہ کریں گے تیکم صاحب؟" تو جہان سے پھر نہ ہو۔ اگر وہ پوچھتا۔
 تیکم صاحب مسکرائے۔ ماروی بہر حال ان کی ہنسی تھی۔ اس نے بھولا کر دیکھ کر مسکراہٹ مٹائی تھی۔
 تیکم صاحب نے کہا۔ "میں نے تم سے کہا تھا۔ خواب بہر حال خواب ہوئے ہیں۔ لازم نہیں کہ وہ سچی بر حقیقت ہوں مگر یہ بھی ان میں کچھ سچائی ہوئی ہے۔ تمہارے دماغ میں جو خیالات گردش کر رہے ہیں، وہ میں نے دیکھ لیا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ جب تک تمہارے سر کا دھم دھمک نہ ہو جائے، تم زیادہ غور و فکر نہ کرو۔ خواب دیکھو۔ اسے پس یاد رکھو۔ جو اہم خیالات دماغ میں آئے، اسے بھی فراموش نہ کرو۔ اس سے فائدہ ہو گا کہ تمہاری یادداشت جلد واپس آجائے گی اور یہ ماری یا تمہارا سالی سے تمہاری کچھ مٹی آجائے گی۔ پس یہ سب کچھ بھٹے بتاتے

دہانہ میں غور کر رہا ہوں۔"
 تو جہان نے غریب سا مائل ہو کر کہا۔ "تم میں یہ سچ نہیں کہ مجھے کل کرنے کی کوشش کی تھی؟"
 تیکم صاحب بولے۔ "میں تمہاری سوچ پر کوئی نقد نہیں کرنا چاہتا۔"
 وہ کچھ اور بھی کہنے لگیں اسی وقت نذیر آ گیا۔ اس نے ایک مزید کی آدھی اطلاع دی۔
 "خواب۔" تیکم صاحب نے اس سے کہا۔ "انان اجاڑ۔"
 نذیر چلا گیا۔
 "میں مریضوں کو کتنا کر آیا تھا۔" تیکم صاحب نے ماروی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "خواب دیکھنا یا تھا کہ کوئی آئے تو وہ کتنے اطمینان سے رہے۔" پھر وہ تو جہان کی طرف متوجہ ہوئے۔ "ہاں نہیں یہ کہہ رہا تھا کہ تم میری ضرورت نہ ہو۔ دماغ کا ایک قدرتی عمل ہے۔ کوشش نہیں یہ کہہ سکتا کہ ماروی زیادہ غور و فکر نہ کرے۔ اس سے سر میں تکلیف ہوگی۔ ایسا دماغ بٹانے کی کوشش کرنا۔ خواب تو دیکھنے بھی سن اور درست نہیں ہوتے۔"
 تو جہان نے آہستہ سے اثبات میں سر ہل دیا لیکن اس کے چہرے سے ظاہر ہوا تھا کہ وہ تیکم صاحب سے کم از کم خواب کے معاملے میں متفق نہیں تھا۔
 مریض آگیا تھا۔
 "کیا میرے سر کی ہڈی ہلنے کی نہیں؟" تو جہان نے پوچھا۔
 "بہرے لگے۔" تیکم صاحب نے دیکھ کر جواب دیا۔ "لیکن ابھی نہیں، کل وہ پیر کو۔ یہ سارا معاملہ تم مجھ پر چھوڑو۔ تم بھی اپنی خود کو کھانا لکھو۔ جسمانی صحت بہت ضروری ہے۔ میں تمہیں ایک ایسی دوا بھی دے رہا ہوں جس سے تمہاری بھوک زیادہ سے زیادہ وصل سکے اور آخر میں درست رہے۔"
 "اس وقت تو میرے پاس کوئی دوا نہیں ہے۔"
 "نہ ہر، تیار کر دیا ہے۔ ابھی بھجواتا ہوں۔" تیکم صاحب نے کہا۔ پھر ماروی سے بولے۔ "تم چلو میرے ساتھ دوا لے آؤ۔"
 ماروی فوراً تیکم صاحب کے ساتھ کمرے سے نکل اور بہت دیر آواز میں بولی۔ "ابا سامی! ابھی تو اس کا ہے کہ میری طرح آپ کو بھی اس کے دماغ خواب ہلکے

"سچ ہے۔ تم۔"
 تیکم صاحب نے اثبات میں سر ہلایا اور کہا۔ "تم جس کہہ رہی ہو میں سن رہا ہوں کہ یہ بات اہل کے اس میں نہ جھگڑا ہے کہ اسے کوشش کی تھی۔ وہ بہت فکری ہو جائے گا۔"
 "اور تو مجھے بتا ہے کہ اس کے دماغ میں جھگڑی ہے۔"
 "تم کوشش کر رہے کہ اس کا دماغ بٹ سکے۔"
 "تھوڑا زیادہ آگے نہ بڑھو گی کیونکہ وہ کارخانہ صحت میں داخل ہو چکے تھے اور تیکم صاحب کو اپنی مریض کی طرف توجہ ہونا پڑا۔
 ماروی نے دوا کی پیالی لینے ہوئے نذیر کو دیکھ کر بولی۔ وہ تیکم صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔ ماروی مسکرائی تو نذیر نے اس کے طرف مڑ کر کہا۔ "نذیر کو مجھنے نے اس سے بہت عرصہ تھا کہ اس وقت ایک اس کے دماغ میں ایک ایسا خیال آیا کہ اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ چاہیے ہوگی۔ دوسرے بھی کہ اسے شہری سامی سے محبت ہوگی ہے اور نذیر دوست چاہتا ہے۔ یہ معاملہ آخر کیسے چلے گا۔"
 نذیر نے پوچھا۔
 تو جہان خود کو اتار کر دیکھ کر دیکھا کہ اپنے پیر سے تھوڑی سی جھگڑا ہے لیکن تیکم صاحب کا کام تھا کہ اس سے تھوڑی سی بات کہ اس کا فائدہ تھا۔
 تو جہان نے اس کا تھم کی جھلک کرانے کے لیے ماروی کو سوجھا۔
 "اور اب بعد تو جہان کو اپنے کمرے کی حد تک چل کر تھوڑی سی بات کہ اس کے لیے یہ زیادہ تر اس پر مسادہ رہی۔ فوراً اس کے لیے یہ بھی مٹی کا کھانا دل لے آیا تھا۔ دوا سے یہ آواز ملنے لگی تھی۔ ابھی اسے سن کر اس نے اپنے کے والدین کے سامنے یہ نہ مانا تھا۔ اس کا سچا بہن بھی تو جہان کو سب تو بھلا ہے۔"
 ایک بھڑک کر تھوڑی تیکم صاحب نے اس کی صحت کے لیے نہ مانا تھا۔ کیا کچھ کرنا تھا جس سے پھر سے پرانی دوا نہ ملے گی۔ وہ خود بھی اب اپنے آپ کو کھانا کھا رہا تھا۔
 آغوش میں ماروی نے اس سے کہا۔ "آج سامی! تو جہان کا اس کی سیر کر لے چلو گی۔" دوا اپنی آدھی شدت کے ساتھ اس اور پھر خودی اور سے اس بڑی۔
 تو جہان مسکرایا۔ "تم مجھے کی تھیں لکھ سکھا ہیں جو

جہان گھٹا شہر کی
 میں تھا رہا مطلب کچھ کیا۔ تم آج مجھے گاؤں کی سیر کرانے لے جاؤ گی انکو۔"
 "مگر؟"
 "مگر صحت؟"
 "ہاں صحت۔" ماروی نے بڑی بڑی بڑیوں کی طرح اپنی اٹھکیاں کھینچیں پھر کچھ کہہ چکی تھی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ "تم بہت جلدی مندگی سیکھاؤ گے۔"
 "میری بات کا جواب تو دے، کب لے چلو گی؟"
 "اترے گی۔" ماروی نے سدی میں کہا۔ پھر اس نے بولی۔ "پس جلدی سے کپڑے بدل کر تیار ہو جاؤ۔"
 "کپڑے لیکھ کر لے۔"
 "پس کپڑے بدل کر پڑھتے تھے تھے۔" ابا سامی نے آج پٹی بدل لی تھی۔
 اس دن تو جہان کے سر کی ہڈی چھٹی بار بدلی گئی تھی۔
 "ننا سوٹ، ہین کلوب، ماروی بھر بولی۔
 تیکم صاحب نے کسی کے ذریعے شہر سے تو جہان کے لیے تین شلوار سوٹ، ایک ٹیبل اور سوکشن جاسٹ منگوا دیا تھا تو جہان نے اس پر احتجاج کیا تھا کہ تیکم صاحب اس پر اسے اعتراضات نہ کریں لیکن تیکم صاحب نے اسے بڑی شفقت سے سمجھا دیا تھا کہ وہ اس کے لیے بیٹے جیسا ہے اور وہ اس کے لیے بھونگی کر سکتے ہیں۔
 ماروی کے کہنے پر جب وہ نیا شلوار سوٹ پہننے کے لیے تیار ہو کر تیار تو ماروی نے کہا۔ "میں جاہر کھڑی ہوں۔ کپڑے بدل کر مجھے پکار لیں۔"
 تو جہان نے سر ہل دیا۔ ماروی باہر نکل کر دروازے سے قریب ہی کھڑی ہوئی۔ اس کے دماغ میں تو جہان سے اپنی محبت کے حوالے سے متعدد خیالات گردش کر رہے تھے پھر وہ اس وقت چھٹی جب وہ ان کی آواز ملی۔
 "میں تیار ہو گیا ماروی۔"
 ماروی کمرے میں داخل ہوئی۔ تو جہان اب بگے نئے شلوار سوٹ میں تھا جس کے گرتے پر سرخ لکھائی تھی مٹی تھی۔ شلوار کے پائے بھی بڑے تھے۔ وہ نا خاص منہ می طرح کا سوٹ تیکم صاحب نے ایک ہی منگوا یا تھا۔ اس کے ساتھ منہ می ٹوٹی مٹی کی ٹوکری تھی لیکن سر پر بندھی ہوئی پٹی کی وجہ سے فی الحال ٹوٹی ٹوٹی ہی اس کے لیے لگتی تھی۔
 "بہت اچھے لگ رہے ہو۔" ماروی نے کہا۔
 "گاؤں سے چلا تو میں تمہارا سر دیکھوں گا۔"
 تو جہان نے کہا۔

"نورود" ماروی نے کہا۔
وہ لو جو ان کے دگر باز بن گئے۔

تیسیم صاحب کا گھر چھوڑا تھا۔ کارخانہ محنت کی کشادگی بھی بارہائی چودہ فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ ہائی وولٹ کمرے تک پہنچ آٹھ ہائی وولٹ کے ہو سکتے تھے مگر ان کمروں کے ساتھ بارہائی فٹس اور مسلسل غارت و خیر و بگنی تھے۔ ماروی نے نو جوان کو بڑے خیر سے بتایا کہ گھر دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ کئی گاؤں میں ہوگا۔

ماروی نے نو جوان کو اپنا گھر بھی دکھایا۔
"یہ کیا دکھاتے ہو؟" نو جوان نے ایک گوشے میں رہی ہوئی بوری کی طرف اشارہ کیا۔

ماروی منہ ہٹا کر بولی۔ "یہ نورود اپنی سائیکل سے لائن کھائے گا۔ ایک ہفتہ ہو گیا اس سے کہے ہوئے کہ یہ بوری سمندر میں چھپک آئے۔"

"اس میں سچ ہے کیا؟" نو جوان بوری کے قریب چلا گیا۔

ماروی اسے بتانے لگا کہ مارے روڑے والی ناول اور رسالے اس بوری میں بھر دیے تھے۔ ایسا سنا کہ چتا چتا نورود بہت زیادہ ناراض ہوئے اس لیے اس سے پہلے ہی تمام رسالے اور ناول فٹکانے لگے گا سوچ رہا تھا۔

ماروی جب بول رہی تھی تو نو جوان نے بوری میں اوپر ہی پڑا ہوا ایک رسالہ اٹھایا اور اس کی دوش گردانی کرنے لگا۔ وہ رسالے میں کراہی میں ہونے والی ایک غونابک بارش کے بارے میں مضمون تھا۔ پانی سے بھری ہوئی سڑکوں اور مڑوں کی تصویریں بھی تھیں۔ ایک تصویر پر نو جوان کی نگاہیں ٹھٹھکی۔ وہ کسی سڑک کی تصویر تھی۔ تصویر میں سڑک کی دکانیں وغیرہ بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ ان میں ایک بیک بھی تھا۔ نو جوان کی نگاہیں بیک پر پڑی تھیں بولی تھی اور اس کے دماغ میں کئی جھماکے ہو چکے تھے۔

ماروی نے اس کی حسیہ حالت محسوس کر لی۔ "کیا بات ہے؟" اس نے خیریت سے پوچھا۔

نو جوان نے چونک کر رسالہ ہٹ کر دیا۔ اس کی سائیکل پر کچھ غیر عوامی دھڑکی تھیں۔ چوٹائی پر پڑتا پتھن لگا تھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" ماروی نے تشویش سے کہا۔ "تم کمرے میں چل کر لیٹو۔ میں اباسا گیا گوشت کرتی ہوں۔"

"اے نہیں۔" نو جوان زبردستی ہٹا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ اب ہم گاؤں کو مہلت چلیں گے۔" مگر اس نے پوچھا۔ "یہ رسالے میں سے کون سے؟" اس نے کہا۔ "ماروی نے اسے نورود سے دیکھے ہوئے کہا۔" تمہاری طبیعت واقعی بالکل ٹھیک ہے؟" "ہاں ہاں۔" نو جوان بھر ہٹا۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"اچھا۔" ماروی سوچتے ہوئے بولی۔ "تو چلو۔"

"یہ رسالے کمرے میں رکھ دیتا ہوں۔"

"تو کدو لیکن اباسا میں کوئی بیک تھا کہ تم نے خود کیا ہے۔ یہ مت کہنا کہ میں نے دیکھا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" نو جوان نے سر ہٹا دیا۔

اس نے رسالہ اپنے کمرے میں دیکھا اور ماروی کے ساتھ گھر سے نکلا۔

تیسیم صاحب اس وقت اپنے مریضوں کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ نو جوان کو اپنا گھر دکھانے سے پہلے ماروی کو جان کو دیکھیں بے لگنی اور اس نے تیسیم صاحب کو بتایا تھا کہ وہ لکھی کی چابیت کے مطابق ان کے مریضوں کو کواٹرن دکھانے لے جا رہی تھی۔

اس وقت نزدیک روئے نو جوان کو کچھ عجیب سی نظریں سے دیکھا اور ماروی اس کے کس انداز سے پہنچ رہی تھی۔

گاؤں میں ماروی کے ساتھ ایک طرف بڑھتے ہوئے نو جوان کو اندازہ ہوا کہ تیسیم صاحب کا مکان اس گاؤں میں ایک جگہ ہی تھا۔ وہاں چھوٹے بڑے سب گھر کارے، لکڑی اور گھڑی پھیلے ہوئے تھے۔

راہ میں گاؤں کے لوگ بھی بٹے ہوئے۔ انہوں نے ہندو زبان میں اس پر خوشی کا اظہار بھی کیا کہ انہی نو جوان شہری کے سر کا ڈھم کا کافی منڈلی ہو گیا تھا۔ انہوں نے تیسیم صاحب کی تقریبیں بھی کیں جن کے پاس محنت کے نہایت قدم لگتے تھے جو تیرہ ہفتہ عرصت ہوتے تھے۔

تیسیم صاحب کا قاتی نو جوان بھی ہو چکا تھا۔ صرف ایک ہفتہ بعد اس کے سر کے زخم میں دراہنی تکلیف نہیں رہی تھی۔ صرف ہاتھ لگنے ہی سے اس کا اندازہ ہوتا تھا۔

گاؤں میں ماروی کا سامنا اپنی سائیکل سے بھی ہوا۔ ان میں سے ایک نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شرات مہر سے ملنے میں دیکھا کہ اسے خیر سے بھی کہے کہ جواب میں ماروی نے کسی کو نہ چڑایا اور کسی کو نہ دکھایا۔

مارے کی دھڑکی دی۔ وہ خیر سے باز آیا۔ یہ کہہ سہی میں

ہوئی تھیں۔ اس لیے نو جوان کی کچھ سزا یاد نہیں آ سکیں۔
"مختصوں میں وہ دونوں سارا گاؤں محکم کر دیا میں آج۔" اس وقت تیسیم صاحب دوپہر کے کھانے کے لیے ان کا انتظار کر رہے تھے۔

کھانے کے بعد انہوں نے چابیت کی کہ اب سب کو آزاد کرنا ہے۔

ماروی اپنے کمرے میں آکر لیٹ گئی۔ اب اس کا پیشہ وقت اس نو جوان کے بارے میں سوچتے ہوئے ہی تھا۔ یہ سوال اس کے دماغ میں شروع ہی سے چھتا رہا تھا۔ وہ نو جوان سمندر میں آخر کی دیر تک تیرتا رہا ہوگا۔

لیکن اب وہ یقین کر سکتی تھی کہ وہ نو جوان عام لوگوں سے زیادہ پر تنگ جھڑکتا تھا۔ اس کا جسم روزی اور بازوؤں کے پٹوں میں بڑا کسا ہوا تھا۔ زخم سے خون بہہ جانے کے بعد اس کی دھڑکتے ہوئی تھی۔ اس سے اندازہ لگا جاسکتا تھا کہ زخم سے پہلے وہ زیادہ ہی طاقتور ہوگا۔

اسے ایک نئی تیرنے کیل کرنے کی توجہ تھی۔
ماروی کے دماغ میں یہ سوال بھی چھتا رہا تھا کہ کسی نئی گھر کو اس نو جوان سے آخر کیا فکری ہو سکتی تھی؟

اس سوال کے جواب میں ماروی کا دماغ کسی اپنے شخص کے بارے میں سوچنے کے بغیر شاید اس نو جوان کا بڑا بھائی یا لیکن اس خیال کو وہ اپنے ذہن سے جھٹک دیتی تھی کہ ان دونوں کا انکشاف کسی لڑکی کی وجہ سے ہوگا۔

اس نو جوان سے کسی لڑکی کی رانگی کا تصور بھی اب ماروی کے لیے اذیت ناک نہیں چکا تھا۔

ان خیالات میں ڈوبے ڈوبے اس پر خود کی طاری ہو گئی۔ جب اس فنور کی سے چوٹی تو سلاخوں دار کھڑکی کے باہر کی فضا نے اسے احساس دلایا کہ سہ پہر گز رہی تھی۔

لیکن یہ سہ پہر نہیں، شامیں اور بارشیں گزرتی رہیں۔ آخر نو جوان کے سر کا زخم بالکل ٹھیک ہو گیا۔ تیسیم صاحب نے اس کی بخوبی دیکھنے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"اب بتائی ضرورت اپنی نہیں رہی لیکن اب اس بیک کھانا مت دو ایک دن میں مگر آج آجائے گا۔ اسے کھانے کو پہنچے گی تو خوش مت کرنا۔ وہ خود بھی کھڑ جائے گا۔"

ماروی اسے روزانہ ہی گھر سے باہر لے جاتی تھی۔

بازو اور کھانسی رہتی۔ نو جوان نے سارا گاؤں دیکھ لیا تھا۔

کچھ کچھ گاؤں کھڑی جہاں گاؤں والے سارا گاؤں لے جا کر بیٹھے تھے۔ ایک سربہ ماروی اسے پولیس چوکی کی طرف لے گئی جو اس گاؤں میں اس کی آمد کے ایک دن

جزوہ کی شدت کی

بہرہ ی قائم ہو گئی تھی لیکن پولیس والوں نے تیسیم صاحب کے گھر کا رخ نہیں کیا تھا۔

وہ اسے ساحل سمندر کے اس حصے میں بھی لے گئی جہاں وہ بے ہوش پڑا تھا۔ لیکن وہ اسے زیادہ تر نوراکے

آپ کے مجبوروں کے بارے میں لے جایا کرتی تھی جہاں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اسے کئی دھرت کے پیچھے چھوڑ کر وہ اس سے باہر نکلا کرتی تھی۔

"اب میں ٹھیک ہو چکا ہوں۔" نو جوان نے ماروی سے اس دن کہا جب اس کے سر کا کھڑخوئی اٹھنے لگا۔

یہ بات اس نے ماروی سے اس شام کی جب وہ مجبوروں کے بارے میں گھر کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

"تو پھر؟" ماروی نے نور سے اس کی طرف دیکھا۔
نو جوان نے کہا۔ "اب مجھے اپنے بھائی کا کھوج لگانے کے لیے کچھ کرنا ہے۔"

"جس دن سے بتی اتنی ہے۔ کچھ سوچ رہا ہوں لیکن آج مجھ سے میرے دماغ میں یہ خیال آ رہا ہے کہ مجھے..."

اسے خاموش ہو جانا پڑا۔ ایک لینڈ کرور اتنی تیزی سے کچھ حرکت پر پڑی آ رہی تھی کہ وصول کا اچھا خاصا اخبار اٹھ رہا تھا۔

وہ کچھ حرکت گاؤں اور مجبوروں کے بارے میں سامان میں تھی۔

ماروی اور نو جوان رک گئے تاکہ لینڈ کرور گزرد جائے لیکن گزرجانے کے بجائے وہ ایک جھگڑے سے رکی۔

ماروی اور نو جوان سے اس کا قائل بہت کم تھا لیکن وہ روٹوں پر دیکھنے سے کام لے رہے تھے اس لینڈ کرور میں کتنے لوگ بیٹھے تھے۔ اس گاڑی کے بیٹھے تاک رہے تھے۔

وہ پیشانی پتھر اور سینڈ راک گرجا حرکت میں آئی اور تیزی سے چھٹی چلی گئی۔ اب تک نو جوان نے اسے گاؤں میں چند سولہ سائیکس اور دو تین سوزو کی باری بھی تھیں۔

"یہ گاڑی؟" نو جوان سوچتا ہوا بولا۔ "یہ کیوں تھی؟ یہ تیرے گھر کی گاڑی ہے؟"

ماروی نے قسم بڑھا دی کہ یہ کہہ "انتہائی ہے کہ یہ تیرے پہلے بھی نہیں دیکھی۔ یہ حار و صاف کئی گاڑی ہے۔"

وحداد سامیجی اور اس کے چیلے ہی ہوں گے اس میں اوجھارو
سامیجی شادی نہیں میرے ساتھ کر دیکھ کر دکھا دیا اور اس نے
کہا کہ ہرگز کرو تو میری ہوش کے بارے میں اہمائیگی نے
اس سے بات کی تھی۔

باروی کے ساتھ نوجوان بھی قدم بڑھانے لگا۔
”تمہارے وحداد سامیجی کا نام کیا ہے؟“ وہ یونگی
پوچھ رہا تھا۔

”حشمت ایزد“۔
”کیا؟“ ”لو جو ان پر کلا۔“
”حشمت ایزد“۔

لو جو ان کے دماغ میں ایک جھماکا مالا۔ اس قسم
کے جھمکے اس کے دماغ میں کی سواری پر بڑھ چکے تھے۔
”حشمت ایزد“۔ ”لو جو ان پر کلا۔“
”کیا تم اس نام کے کسی..... آدمی کو جانتے
ہو؟“

”مجھے محسوس ہوا تھا جیسے یہ نام میں نے پہلے ہی سنا
ہو۔“

نوجوان کا یہ احساس غلط نہیں تھا۔ لیڈر کروڑوں بیٹھا
ہوا حشمت ایزد کی اسے دیکھ کر چونک گیا تھا۔ کادری اسی
نے رکائی تھی۔ وہ یقین کر لیا جانتا تھا کہ اس کی آنکھیں
دھوکا تو کبھی کبھار دیتی تھیں۔

کادری جب دوبارہ حرکت میں آئی تو حشمت ایزد
نے فوراً اپنے سوشل فون پر کسی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی
تھی مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے جس سے رابطہ
کرنے کی کوشش کی تھی اس نے اپنا سوشل فون بند کر رکھا تھا۔
حشمت ایزد پر لب کچھ بڑا زبرد اگر دیکھا۔

”کیا بات ہے سامیجی؟“ حشمت ایزد کے منہ
پر ہے۔ ”کم دان“۔ ”جہاں بے پروا۔“ ”کوئی پریشانی کی بات
ہے کیا؟“

حشمت ایزد نے اسے بڑی چمکی نظروں سے دیکھا۔
اس کا انداز دنیا تھا جیسے وہ اس وقت اپنے خیالات میں کسی
کی دشت غلامی برداشت نہ کرنا چاہتا ہو۔

”معافی سامیجی!“ ”جیرا اسے آہستہ سے کہا اور غامضی
اختیار کر لی۔

لیڈر کروڑوں میں جتنی کم دار بھی بیٹھے تھے۔ وہ سبھی
غیر نظروں سے جبر کی طرف دیکھنے لگے۔

حوالی کیچے میں لینڈ کروڑوں کو پانچ منٹ بھی نہیں لگے
لیکن اس دوران میں اس نے سوشل فون پر کسی سے رابطہ کرنے

کی ایک کامیاب کوشش اور کادری بھی۔
تیسری کوشش اس نے حوالی میں پانچ کر لی۔ اور اس
مرتبہ وہ کامیاب رہا۔ دوسری طرف سے کال ریسیڈ کی بھی اور
پھر ایک آواز آئی۔

”کیا بات ہے سامیجی؟“ ”خیریت تو ہے۔ سب؟“
حشمت ایزد غرایا۔ ”مجھے یہ اطلاع کیوں دی گئی تھی
تھی کہ کوکب کو کڑوا دی گیا ہے؟“

دوسری طرف سے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ پھر کہا
گیا۔ ”یہ خیال نہیں کیوں آ گیا سامیجی کہ تمہیں اطلاع
دی گئی تھی؟“

”تم نے اسے کس طرح بتایا تھا؟“
”میں نے خود نہیں کیا تھا۔ میں جنسیتی بتا چکا ہوں۔
میں سب کو کر سکتا ہوں۔ اپنے ہاتھوں سے کسی نہیں کر سکتا۔
میں نے دو آدمی کی اسکتے تھے لیے اپنے جن لوگوں کو اپنی
تعمیر بنایا ہے۔ انکی میں سے ایک کے حوالے کیا تھا کوکب کے
میں نے اسے اس سے کہا تھا کہ وہ بڑے کمند میں بہت دور سے
جا کر کوکب کو قسم کھاتے اور وہی کی ناش مستور میں چھپ چکا
وہ۔“

اس نے یہ کام کیا تھا۔ اب تک تو مستور میں اس کی
سزائی گئی ناش بھی نہیں ہوئی۔ پچھلیاں اسے کھانچ رہی
کی۔ ”پھر جس کو کہا گیا۔“ ”اسی بنایاں بھی شاید جری
پچھلیاں نے لگائی ہوں۔“

حشمت ایزد کے چہرے سے فخر اڑ جھلاہٹا تھا۔
ہوئی تھی لیکن اس نے متبدل کرتے ہوئے پوچھا۔ ”اسے کس
کس طرح کیا گیا تھا؟“

”مجھ نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے کہا ہے اسے
کوکب کے سر پر اتنا کادری اور کیا تھا کہ وہ اپنے خون میں
نہا کے ہوئے خود ہی مستور میں جا کر آتا۔“

”بہت کادری داؤہ“ حشمت ایزد نے سنی سے کہا۔
”انتہا کادری کہ وہ اب تک لڑو ہے۔“

”اچھا!“ دوسری طرف سے پھر جس کو کہا گیا۔ ”یہ
اطلاع جنسیتی کہاں سے لے لی گئی سامیجی؟“

”اطلاع جنسیتی۔ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے
دیکھا ہے۔“

”کیا کہہ رہے ہو سامیجی!“ اس مرتبہ دوسری طرف
سے بولنے والا غصیدہ وہ گیا۔

”وہ میرے ہی گاؤں میں موجود ہے۔“ حشمت
ایزد نے بتایا۔ ”وہ گاؤں والوں کو مائل رہے ہوش پڑا
تھا۔ اس کے سر پر جوت آئی تھی۔ گاؤں کے ایک قسم نے

اس کے ہاتھوں کو اور اب وہ بالکل ٹھیک ہے۔“
”ہاں۔“ دوسری طرف سے ایک طویل سانس لے
کر کہی گئی۔ ”میں انکی جان کے انکوئی خیر لیتا ہوں۔“
”میں نے سامیجی کو کوکب ہے؟“

”میں اس پر کوئی آخر پڑے ہی تو چونک پڑا تھا پھر میں
نے اسے خود سے دیکھنے کے لیے اپنی گاڑی روکائی تھی۔ وہ
تھی کہاں بیٹھ ہوئے تھا اس لیے مجھے خیال آیا تھا کہ میری
آنکھیں دھوکا نہ کھائی ہوں لیکن میں نے اسے اچھی طرح
دیکھ لیا۔ وہ کوکب کے ملاوٹوں کی نہیں ہو سکتا۔ جو حالات
میں نے خبر میں آئے تھے۔ ان کی وجہ سے بھی یقین کیا جا سکتا
ہے کہ وہ کوکب ہی ہوگا۔“

”اگر ایسا ہے تو وہ بھی جنسیت دیکھ کر چنک گیا ہوگا۔ وہ
جنسیت بہت ساتھ کچھ پتا ہے۔“

”اس نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا۔ میں اپنی گاڑی میں
تو جس کے شیشے پر کھینچا۔“

”نہیں اگر وہ اسے وہاں سے وہاں سے تو اس نے کسی
سے نہیں رہا۔ مگر میں تو اس کو بھوکا۔“

”تو یہ سن لیا ہو تو اس سے اب تک کہ کرنی نہیں
پڑا۔ وہ اسے وہاں یا وہاں کھینچا۔“ حشمت ایزد
نے کہا۔ ”میں اپنے گاؤں کے حالات سے بے خبر نہیں
ہوں۔“ ”میں نے پتہ چھپائی تھی لیکن اس کی ایک ٹوکی
ہے۔“ ”وہی نام ہے اس کا۔ بہت پوچھتی ہے۔ اس نے اپنی
اپنے پتہ کو بتا دیا تھا۔ اس کی پتلی نے اپنے پتہ کو بتا دیا۔
اس طرح یہ بات گاؤں میں پھیلی تو مجھے معلوم ہوئی۔“

”شاید میری جوت کے باعث اس کی یادداشت ہوئی
تھی ہو۔“ دوسری طرف سے غصہ لگے تھے کہا گیا۔ ”لیکن
یادداشت وہ بھی آسکتی ہے۔“

”اس کی یادداشت وہ اس نے سے پہلے اسے قسم کر
لیے جانے لگا۔“ حشمت ایزد نے مٹا کڑواہٹ میں کہا۔
”تو یہ بات اس کی زندگی کی آخری رات ہوگی۔“

”تو تو خود یہ کام کرنا سکتے ہو تو ٹھیک ہے وہ نہ میں
یہاں سے کسی کو بچتا۔“

”جنسیت سامیجی!“ حشمت ایزد نے منہ پر ہاتھ
رکھ کر کہا۔ ”اب میں تمہارے کہہ رہا ہوں۔“ ”میں جنسیت
دوں گا۔ میں اسے آج رات صرف انکو آوازوں گا۔“

”یہاں اپنے سامنے اس کا جسم کو یوں سے چھپائی کر دو انکی
رات اپنی آنکھوں کے سامنے یا زمین میں دفن کر دو انکی
جو۔“

جڑواں شہینہ کس

”ٹھیک ہے۔ تم یہ کام کرو آؤ۔ یہاں میں جا چکی
خیر لیتا ہوں کہ اس نے اتنا اچھا وار کیا تھا؟“

حشمت ایزد نے حریف کو دیکھ کر غصہ مائل منتقل کیا اور
جڑواں آواز دی۔ ”جیرا اسے حاضر ہو نہ میں دیکھ کر لگاؤ۔“

حشمت ایزد نے اس سے کہا۔ ”اب میں نہیں
بتاؤں گا کہ میں نے اسے میں دیکھ کر اسے خود سے کیوں
دیکھا تھا۔“

”وہی تو قسم سامیجی کا مرتبہ مہمان ہے۔ باروی
کے ساتھ گھومنا رہتا ہے۔“

”آج آدمی رات کے بعد اسے انکو کر کے حوالی
میں لے آؤ۔“

”باروی کو؟“ ”جیرا کو خوش ہو گیا کیونکہ شہینہ کا بچا بچا
گیدڑوں کو مل جاتا تھا۔“

”میں اس آدمی کی بات کر رہا ہوں۔“ حشمت ایزد
نے زہد نہ کر کہا۔

”اچھا! ٹھیک ہے سامیجی اس آدمی رات کو یہ
کام کرو انکو گا۔ اپنے ساتھ نہیں آدمی لے جاؤں گا۔ لڑا اور
آرمیوں کی ضرورت تھی جس سے خبر سامیجی اس قسم کا دوت
والے گا۔ آپ اب اس کی عزت کی بہت کرتے ہیں۔“

”اس سناٹے میں تو مجھے قسم سامیجی کی بھی پروا
نہیں۔ تم اس کے ساتھ کوئی بھی منسلک کرو اس قسم سے کہو
نہیں کہوں گا۔ بس اس کا مرتبہ مہمان آج رات کو میرے
سامنے ہو چاہیے۔“

”وہ ہوگا سامیجی۔“ ”جیرا اسے بڑے احماد سے کہا۔
”قسم کو یا کسی کو بھی تم لوگوں کے چہرے دکھائی نہ
دیں۔“ حشمت ایزد نے تاکید کیا۔

اس دن آخری مرتبہ سے قسم صاحب کا چچا اس
وقت چھوٹا جب رات کے کھانے کا دوت ہو چکا تھا۔ انہوں
نے خبر پر حشمت کیا پھر باروی کو آواز دے کر اس سے
کھانا کھانے کے لیے کہا۔ پھر کارخانہ حکمت کا حیرانی
درازا بند کرنے لگے۔

جب سے قسم صاحب نے نوجوان مرتبہ کو چلے
پھرنے کی اجازت دی تھی اس کے بعد سے وہ ان کے اور
باروی کے ساتھ ہی کھانا کھاتا کرتا تھا۔ کھانے کا دسترخوان
باروی کے کمرے میں لگا کر تھا۔

قسم صاحب نے غسل خانے میں جا کر ہاتھ منہ
دھو یا تو تیس سے پندرہ بار ہاتھ شطک کرنے کے بعد ہاتھوں

تہذیب کی پوجا۔

”ذرا دور سالہ دو۔“ نوجوان نے ماروی سے کہا۔
ماروی نے آٹھ گراہے ہستر کے نیچے کے چپے دکھائیں۔
رسالہ نکالا اور نوجوان کے ہاتھ میں دے دیا۔

نوجوان نے رسالہ کھول کر اس کے درمیانی صفحے اور ہر
رسالہ یکم صاحب کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔ ”یہ دو سال
پچھلے کار سالہ ہے۔“

”اس سے تمہیں کیا سراغ ملا ہے؟“ انہوں نے
پوچھا۔

”کرنا میں شاید بارش ہوئی تھی۔ یہ مضمون اپنی
کے بارے میں ہے۔ یہ پانی سے بھری ہوئی سڑک ہے۔
اس میں دکانوں کے علاوہ ایک دکان بھی نظر آ رہی ہے۔ اس
حصہ پر کچھ کر دیکھو بار بار خیال آ رہا ہے کہ میرا اس وقت
سے کوئی تعلق ہے۔ شاید اس جنگ میں میری ملازمت ہو۔“

اپنی تصویر سے یہ تو ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ کرنا ہی کسی سڑک کی
تصویر ہے لیکن اس سڑک کا نام میں نے آج دیکھا۔
اور اصل میں ایک نئی ٹی ہوئی تھی۔ میرا دھیان اس طرف کیا
یہ نہیں تھا۔ آٹھ گاؤں سے وہاں آ کر میں پھر یہ رسالہ
دیکھنے لگا۔ اتفاق سے سنی جبرگئی تو میں نے اس تصویر کے
نیچے لکھی ہوئی سطر پڑھ لی۔

”تیم صاحب نے آواز سے وہ سطر پڑھی۔“ آئی آئی
پندرہ گھر دوڑ رہی تھی انت باقی کھڑا ہے۔“

”آئی آئی چھوڑ کر دوڑ۔“ نوجوان بولا۔ ”یہ نام بھی
مجھے کچھ شامسا معلوم ہوا ہے لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں
کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں میں اپنا کھوجا لگانے میں ضرور
کامیاب ہو سکتا ہوں۔ میں نے ماروی کو اپنے اس ارادے
کے بارے میں بتا دیا تھا۔“

تیم صاحب نے ایک طویل سانس لی۔ ”جبیں
کرنا ہی کام بھی یاد ہے۔۔۔ لہذا یہ یادداشت فیذا جلدی
طور پر کم دینی ہے۔ خیر، مجھے اندازہ ہے کہ اپنے نامی سے
بے خبری کی وجہ سے تم ہیجان میں مبتلا ہو گے اس لیے میں
تمہیں کرنا بتاتا ہوں۔ یہ دو گولیاں ہیں۔ ہاں اگر وہ تم اپنا
کھونٹ لگے تو کامیاب نہ ہو سکتے ہو۔ اس لیے پاس رکھو۔
آج کل تم کب جانا چاہتے ہو؟“

”ماروی نے بتایا تھا کہ کچھ سارا میں تین بجے کوئی
بہتر زمین یہاں سے گزرتی ہے اور اسٹیشن یہاں سے آٹھ
کل دور ہے۔ میں اتنی دور تک پیدل بھی چل سکتا ہوں۔“

تیم صاحب کچھ لمبے لمبے کی سوجھ بوجھ سے اڑ رہے تھے۔

نے ہال بھی درست کیے۔ جب دو ماروی کے کمرے میں
پہنچے تو ستر خان لگ چکا تھا۔ نوجوان اور ماروی ان کے کھنکر
تھے۔ تیم صاحب نے غلابہ، مہول ان دونوں کو بہت
منجھو دیکھا۔

”غیر متحرک تو ہے بھی؟“ انہوں نے خفیف سی
مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”آج تم دونوں کی ٹرائی تو نہیں ہو
گئی کئی بات پر؟“ پھر وہ نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے
بولے۔ ”کئی میری جو بیانیہ ہے۔ یہ کچھ پاگرمی ہے۔ مجھے
معلوم ہے کہ یہ تمہیں بہت پریشان کر رہی ہے۔ آج تم نے
اسے کئی بات پر غائب کر دیا ہوگا۔“

”ابھی کوئی بات نہیں تیم صاحب؟“ نوجوان نے
کہا۔ ”ماروی سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔“

اپنی وقت ماروی بول پڑی۔ ”یہ آپ سے کون کچھ
ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں اب اس میں۔“

تیم صاحب نے غور سے نوجوان کی طرف دیکھا۔
پھر کچھ سوچ کر بولے۔ ”پہلو پہلے کرنا تو کھلو، پھر زمین
سے باتیں بھی ہو جائیں گی۔“

”بہتر۔“ نوجوان نے کہا۔

کھانے کے دوران میں خاموشی رہی جبکہ ماروی کو
کھانے کے دوران میں بھی بولتے رہنے کی عادت تھی۔ تیم
صاحب کھانے کے دوران میں سوچے رہے کہ ماروی کے
چہرے پر اداسی کیوں تھی۔ گردے ہوئے دونوں میں انہیں
اندازہ ہو گیا تھا کہ ماروی اس نوجوان سے کافی باتیں ہو گئی
تھی لہذا اب اس کی اداسی کا سبب یہی ہو سکتا تھا کہ نوجوان
نے وہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

کھانے کے بعد جب کھنکر شروع ہوئی تو وہی بات
سامنے آئی جو تیم صاحب نے سوچا تھی۔

”تم کہاں جانا چاہتے ہو بیٹے؟“ وہ نرمی سے
بولے۔ ”مجھے تو یقین تھا کہ میرے ملازم سے تمہاری
یادداشت ضرور یاد آجائے گی۔ میں وقت تلف نہ رہا تھا اس
میں۔“

”یہ گزرتا ہوا وقت ہی تو میرے لیے اذیت ناک
ہو گیا ہے تیم صاحب؟“ نوجوان نے کہا۔ ”میں ذہنی
انتشار میں مبتلا رہتا ہوں۔ وہ میں کی زندگی میں طرح پر داشتہ
کر رہا تھا لیکن آج مجھے شاید ایک سوانح میں ہے۔ لیکن
یہ اس سراغ کی وجہ سے میں اپنے نامی کا کچھ کھونٹ لگانے
میں کامیاب ہو جاؤں۔“

”کیا سراغ ملا ہے تمہیں؟“ تیم صاحب نے

ہوئے۔ ”جبیں پیدل جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی
نہ پورے تھوڑے ہی میں آئے گا۔ مجھے اپنی حکمت کے تحت میں
اپنی بات سمجھاؤں گا۔ وہ آئے گا تو میں اس سے فوراً کر لیا
لوں گا اور اس سے کہہ دوں گا کہ وہ تمہیں اسٹیشن چھوڑ
آئے۔“

”دوسری بات۔“ تیم صاحب نے کہا۔ ”تم آگے
گرائی نہیں جاؤ گے۔ ذرا دیر کو اپنے ساتھ لے جانا۔ میں
تمہیں اپنا گھر لکھیں جانے دوں گا۔ اگر تم اتنے گرمی میں
مجھے نہ لانا دیکھتے تھے تو اسے میرا گھر سمجھو۔ ذرا دیر کر اپنی
شر سے وہی خبریں دریافت ہے۔ وہ تمہارا ایک اچھا دوست
ہو گا۔ اگر بات کے لیے ایک معمولی رقم میں تم کو ابھی
دے دیتا ہوں۔“

”میں نے کہا تھا کہ اسے میرا گھر سمجھو۔“ تیم صاحب
نے اس کی بات پوری نہیں ہوئے دی۔ ”کہا میں نے
گردے ہوئے دونوں میں تم کو اتنی محبت نہیں دی کہ تم مجھے
اپنا چاہنے کے بجائے سمجھ سکو۔“

نوجوان نے سر ہکا بکا پھر آہستہ سے بولا۔ ”ذرا
کے تھوڑے سے آپ کو پڑی ہوگی۔ وہ آپ کا گھر بناتا
ہے۔“

”وہ میں سمجھاں لوں گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں
اپنی تصویر پر کچھ کرنا کرنا چاہتا ہوں۔ وہ احتیاط سے دیکھنا۔“ تیم
صاحب غصے ہو گئے۔

”ابا سائیں! ماروی آہستہ سے بولی۔ ”ذرا دیر
بے خبری میں چلی جاؤں؟“

تیم صاحب نے کوئی جواب تو نہیں دیا لیکن ان کی
جسمی انحرول میں چھپا ہوا جواب ماروی کچھ سختی تھی۔ اس
سے بڑھایا۔ دو آدھ پڑھو گئی تھی۔

”ماروی! نوجوان نے تیم صاحب کے جانے کے
بعد کہا۔ ”تم یہ ہرگز مت سمجھو کہ میں اب یہاں بھی رہا ہوں
نہیں اس میں۔“

ماروی نے اپنا سر مٹکوں میں چھپا لیا۔ شاید اس کے
آنسو بہنے لگے اور وہ کچھ چھپاتا چھپاتی تھی۔

جند تیم صاحب وانگ آئے۔ انہوں نے براڈین
تیم کا ایک سو سالہ نوجوان کو دیا۔ ”اب تم جا کر چو
مجھے آرام کرو۔“

نوجوان لڑائی سے ڈرنا اور کرے سے چلا گیا۔
”بیٹا! تیم صاحب نے ماروی کی طرف دیکھے بغیر

جاسوسی ڈائجسٹ 41 نومبر 2014ء

جزوہاں کے مشد کیں

نرم لکچے میں کہا۔ ”مجھے وہ اندازہ دیا ہے کہ تمہارے جذبات
کو اپنے اس نوجوان سے ابھی صحت ہو گئی ہے کہ میں نہیں
ذمیل دے رہا۔ ٹالنا میری زندگی کی پہلی محنت تھی۔ مجھے
ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ میں مجھے امید ہے کہ میری بیٹی بچہ دار
ہونے کا ثبوت دے گی۔ یہ بیانیہ ہے۔ یہاں ہر خواہش پوری
نہیں ہوتی۔ میں سوچتا ہوں کہ تیم صاحب کی بیٹی ہونے کے
بعد جو ایک دیہاتی لڑکی ہو اور وہ ایک بچہ جاکھٹا رہی ہے۔
یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی ایسے گھر سے تعلق رکھتا ہو۔ ایسے
گھر سے کہ نہ کسی ہو تو ایک شہری اور ایک دیہاتی لڑکی کا کوئی
جوڑ نہیں ہوتا۔۔۔ کوشش کرنا کہ اپنے دل اور ماں سے سب کچھ
بھٹکے۔“

اپنی وقت کسی نے جبراً ہی دروازہ کھٹکایا۔
”ذرا آ جا ہو گا۔“ تیم صاحب بڑبڑاتے ہوئے
کمرے سے چلے گئے۔

ان کے جانے ہی ماروی کی حالت خیر ہو گئی۔ اب
تک اس نے بڑی شکل سے اپنے آپ کو یاد میں رکھا تھا۔
اس کی آنکھوں سے بہت حد تک آنسو بہہ گئے۔

اس شام ماروی کو پہلی بار اندازہ ہوا تھا کہ وہ اس
نوجوان کو اس شدت سے چاہے گی تھی۔ گردے ہوئے
دونوں میں اسے یہ خیال تو برابر رہا تھا کہ وہ اسے ہند کرنے
کی گئی لیکن اپنے ہی کی اس شدت کا اندازہ اسے شام کو
گھر آئے کے کوئی دیر بعد ہوا تھا جب کہ نوجوان نے اس
کے کمرے میں آ کر اسے بتا دیا تھا کہ وہ کرنا جانے کا فیصلہ
کر چکا ہے۔

کچھ دیر بعد اس کے گردے کی شدت میں کمی آئی تو وہ
بستر پر جا بیٹا۔ سر پر کچھ وقت تر رہنے کے بعد اس کے آنسو
تیم کے لیکن چہرے پر اداسی چھ گئی تھی۔ یہ کی طرح جم
گئی۔

رات گزرتی رہی اور اس کی آنکھیں کل رہیں۔ اسے
محسوس ہو چکا تھا کہ وہ نوجوان پر اپنا تمام چاہنا تھا۔ یہ بھی وہ
اندازہ کر چکے تھے۔ یہ جانے کے ساتھ اس کی طرح گزرتا گیا۔ پھر وہ
وہ نہ گئی اور وہ قہقہوں میں اپنے کمرے سے نکل کر نوجوان
کے کمرے کے دروازے پر پہنچی تھی۔ اور وہ کھنکڑا سا کھلا
ہوا تھا۔ ماروی نے بھانک کر دیکھا چاہا تو نوجوان کی آواز
سنائی دی۔ ”اندازہ چاہو ماروی۔“

ماروی نے خود کو سہارے کی کوشش کی۔ اندر داخل
ہونے وقت اس نے مسکراتے کی کوشش کی۔

لے لہراتے حسین بال ہمیشہ کے لئے۔

MEDICAM
SHAMPOO

مہینے بھر کا شیمپو



آؤں گا۔ میں جنہیں اور حکیم صاحب کو کبھی نہیں بھول سکتا۔
ہاں ایک خطرہ ضرور ہے۔ میں اپنے دھنوں کو شاید پہچان
سکوں لیکن وہ تو مجھے پہچانتے ہی ہوں گے۔ اگر وہ کوئی ایسی
میں ہیں اور انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے بھر پور کر کے
کی کوشش کریں گے، اور ضروری نہیں کہ وہ دوسری بار بھی
نہام ہی رہیں۔

”خدا کے لیے۔“ ماروی شاید تھکی پڑتی۔ اس نے
بڑی مشکلا سے اپنی آواز دہرائی۔ ”خدا کے لیے اپنی باتیں
زبان پر مست آؤں۔“ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
اس نے جی محسوس ہوا کہ اب وہ اگر وہاں رہی تو نوجوان سے
لیٹ کر رہنے لگے گی، اور وہ حساب نہ ہوتا۔ وہ ایک دم
اٹھی اور تقریباً دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔
نوجوان ایک لمبی سانس لے کر رہ گیا۔ اسی اس
کے پیڑ سے پرہیز کرتی تھی۔

”خدا کے لیے۔“
اندھیرے میں ایک لینڈ کرز رو بہت آہستہ آہستہ
ہوئی حکیم صاحب کے گھر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس
پلانے والا اپنی لاکر پر ہاتھ رکھ کر گاڑی کے انجن کی آواز زیادہ
نہ ہو۔ گاڑی کی مینڈا کھینچ کر چھوڑ دی گئی تھی۔
گاڑی میں سنا پڑا ہوا تھا۔ کبھی کبھی کہیں سے کسی
کشتے کے بھونکنے کی آواز اس تاویک سانسے کو جھرا رہی تھی۔
لینڈ کرز حکیم صاحب کے گھر کے سامنے جا کر
رہی۔ اس کا انجن بند کر دیا گیا۔ ڈرائیو تک بیٹھ نہ بیٹھا ہوا
شخص بدستور اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ جو چار آدمی گاڑی سے
اترے اور وہاں نے اپنے منہ پر ڈھانچے باندھ رکھے تھے۔
ان میں سے ایک کے ہاتھ میں آؤٹریک رکھ رکھی تھی۔ باقی
تینوں ہتھ پر غیر رکھتے تھے۔

رائل والے کے اشارے پر ڈیک آدمی ”کوڑھا“
مکت ”کے دروازے پر جا کھڑا ہوا۔ باقی تینوں گھر کے اس
دروازے پر جواد کے چال سے موی آندر دھرت رہتی تھی۔
رائل والے نے دروازہ کھٹکنا یا۔ فوری طور پر اندر
کوئی رائل نہیں ہوا۔ رائل والے نے زور سے دروازہ
کھٹکنا یا۔ ساتھ ہی اپنے قریب کے آدمی کو کھٹکنا یا۔ وہ آدمی
خائستہ زور سے کراہا۔

”حکیم صاحب! اس نے کراہے ہوئے پکارا۔
اس مرتبہ اندر قدموں کی آواز ہوئی۔ اندر سے حکیم
صاحب نے منہ میں ہی پوچھا۔ ”کیسے ہے؟“
”حکیم صاحب! اس نے کراہے ہوئے کہا تھا۔“

نوجوان سر ہانے سے تھک دیکھنے اور ہنسنے لگا ہے
بیٹھا ہوا تھا۔

”مجھے خیال تھا کہ تم آدمی۔“ وہ بولا۔
”تم سوئے ہو؟“ ماروی نے کہا۔ ”چند گھنٹے سو
لیے۔“ پھر نوجوان کا سر بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔
”میں کبے کے لیے آئی تھی؟“ نوجوان جیسے سے

انداز میں مسکرایا۔
ادری کی آنکھوں میں پھر آنسوؤں کی چمک آگئی۔
اس نے چہرہ بھرا کر اپنی آنکھیں چھپانے کی کوشش کی۔ وہ
نوجوان کے ہنسنے پر اپنی کی طرف جھنکی۔

”کراہی نہیں تھا کہ اس دن صبح ۱۱ بجے۔“ اس مرتبہ
ادری کی آواز بھرائی ہوئی سی تھی۔ ”اپنا بہت خیال رکھنا۔“
”ماروی!“ نوجوان نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میں
احساس تو مجھے ہو گیا تھا کہ میں جنہیں اچھا لگے وہاں نہیں ہے۔“

انداز میں تھا کہ اس پسندیدگی میں اپنی شدت آگئی ہے۔
یہ مجھے برا عجیب سا لگتا ہے کہ میرا ایک انداز لگ رہا ہے۔
میرے کچھ بد بات ہیں، احساسات ہیں۔ میں اس دنیا کے
طور طریق سے واقف ہوں۔ بس یہ قبول کیا ہوں کہ میرا
کوئی باقی دشمن نہیں ہے۔ میں صرف اسی ایک معاملے سے
اپنی یادداشت محفوظ ہوتے ہوں۔ مجھے اپنی زندگی کے
بچپل واقعات یاد نہیں رہے۔ میں کون ہوں، کہاں، جاتا تھا،
میرے ساتھ اور کون کون لوگ تھے، بس یہی بھولا ہوں
میں۔ یہ مجھے یاد ہے کہ کس ایک سو صدی میں ہیں۔ دنیا
کبھی سے نہیں جا رہی ہے۔ اسلو، سترام، گرامش اور
آئین انسان مجھے یاد تھا لیکن میں اپنا نام بھول چکا ہوں۔
یہ بھی بھلا جاتا ہوں کہ کس عمارت کے سب انسان کی
یادداشت کبھی کبھی طور پر اور بھی جڑی طور پر ختم ہو جاتی
ہے۔ مجھے یہ سب کچھ یاد ہے مگر یہ یاد نہیں کہ اگر میں اپنی
کھوج لگائے میں کامیاب ہو گیا تو میرے سامنے کیا
حالات ہوں گے۔ شاید ایسا ہو کہ میری شادی ہو چکی ہو۔
کراچی میں میرے ہی بچے ہو چکی ہوں۔“

ادری سب کچھ سمجھنے کے خاسر کی سے سختی رہی لیکن
نوجوان کے آخری خیر سے ایسے تھے کہ اسے اپنی جان بخشی
محسوس ہوئی۔

”کچھ بھی سامنے آ سکتا ہے ماروی۔“ نوجوان کہتا
رہا۔ ”اور انسان کو ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے کے
لیے تیار رہنا چاہیے لیکن یہ وہ وقت ہے کہ پکا ہواں اور
اب بھی گھر ہاں کی حالات کو بھی ہوں میں واپس ضرور

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

یہاں کسی خطرے سے بچا کر نکلتا ہوا۔
 "چمن جس؟" نذیر نے چپکے چپکے پوچھا۔
 "لو جو ان چپکے سے انداز میں سٹھک رہا۔" "تم روایہ
 پڑھتے تھے؟" "جس میں معلوم ہوتا کہ چمنی جس کیا ہوئی
 ہے۔ یہ افسانہ کی ایک ایسی قسم کو کہتے ہیں جو کسی کی اپنے
 خطرے کا احساس بھی دلا دیتی ہے جس خطرے کی موجودگی
 پہنچنا بڑی کوشش کی سبب نظر نہیں آتا۔"
 یہ باتیں چمن کیسے کے سیر کے سادے روز کی کچھ
 نہیں آتی تھیں لیکن اس نے اس بارے میں کوئی سوال
 نہیں کیا۔ اس وقت اس کے سامنے ایک اور ہی بات آئی
 جو وہ اپنی زبان پر لے آیا۔ "سائیکس!" اس نے کہا۔
 "جب آپ خواب سے جاگتے تھے تو آپ نے مجھ سے کہا تھا
 کہ آپ کے بھائی صاحب آپ کی گاڑی کے بیچ آگئے۔"
 "ہاں۔" "لو جو ان کے ٹوٹے سامنے لی۔" "میں نے
 خواب میں اپنے آپ کو کار چلاتے ہوئے دیکھا تھا۔ ایک
 شخص میری گاڑی کے بیچ آ گیا۔ مجھے ایسا عجیب سی
 بھائی صاحب سے پہلے نظر آیا۔" یہ جواب دے کر لو جو ان
 خود ہی ہنسنے لگا۔ ایک دم اس کی زبان پر بے اختیار آ گیا
 تھا۔ اس میں اس کے ارادے کو طبعی شکل میں تھا، اور دخل
 شایہ وہ بھی نہیں سمجھتا تھا۔
 "نذیر نے پوچھا۔" آپ ان کو کس طرف سے روکتے تھے؟"
 "میں ابھی کسی کو بھی نہیں دیکھتا تھا۔" "لو جو ان
 نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "جب تک مجھے پتا نہیں چلا
 نہ جاتا، مجھے بہت احتیاط سے کام لینا ہوا۔"
 نذر دیکھ کر سمجھا ہوا کہ نہیں لیکن اس نے سر ہلادیا۔
 چمن نے کئی کروڑوں روپے لگائے۔ "لو جو ان بہت
 چکرنا ہڈ آس پاس نظر آنے والے تھے جس کا چہرہ وہ
 صحت سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق کوئی ایسی شکل
 اس کے سامنے آ سکتی تھی جو اسے کچھ نہ دلا دے۔
 لیکن اسے کوئی ایسی شکل نظر نہیں آئی، کوئی خطرہ بھی
 چمن نہیں آیا۔ وہ دو دن خریداری کرتے رہے اس آگے۔
 لو جو ان نے اپنے لیے ایک سوٹ، ایک ٹیبل، ایک بنیان،
 جوتے اور موزے خریدے تھے۔ ایک اچھا شلوار سوٹ
 خرید کر اپنے خریداری تھا۔ نذیر کو اس وقت تک بہت
 ہوئی جب لو جو ان نے کپڑے کا ہیرا تمیہ ایسی خرید دیا جو
 میں اپنا چاہتا تھا۔
 "نذیر کیسے خرید رہے تھے؟" "نذیر نے ہوش نہ
 کیا بعد اپنی حرکت کا اظہار کیا۔

"اے سامی! اچھٹکی۔"
 "اچھٹکی نہیں۔" "تو جو ان کے سوپتے ہوئے گیا اور ہنر
 پر فخر کرو، غافل نکلا جواسے حکیم صاحب نے دیا تھا۔ اس
 میں پانچ پانچ سو روپے کے ٹوٹے تھے۔ تو جو ان نے اس میں
 سے صرف ایک ٹوٹہ نکال کر خرید کر تین لاکھ تخریدنے
 کے لیے دیا تھا۔ اس میں سے جو باقی پیسے بچے تھے۔"
 "تو جو ان نے اپنی جیب میں رکھ لیے تھے اس وقت اس نے
 یہ نہیں دیکھا تھا کہ ان کے منہ سے کتنے ٹوٹے تھے۔"
 "کونسا بڑا رو۔" "نوٹنگ کن کر۔ وہ بڑا بڑا جانا۔ پھر
 اس نے خبر دے کہا۔" "اچھٹکی بڑی رقم دے دی حکیم صاحب
 نے تھے۔"
 "اور آپ سے بہت محبت کرنے لگے تھے سامی!"
 "خیر وہ نے جواب دیا۔" "جب سر یعنی نہیں ہوتے تھے تو وہ
 مجھے آپ کی باتیں کیا کرتے تھے۔ آپ کی عقل کا کوئی
 رشتہ کا حال تھا ان کا۔"
 "تو جو ان کے اس بات کے جواب میں فوراً کچھ نہیں
 کہے۔ وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔ تو خوف سے اسی نے پوچھا۔
 "کیوں اچھٹکی! وہ مجھ کی جگہ انہوں سے ملے ملائے سو
 رہا ہے تھا؟"
 "تو جو ان نے اپنے ذہن کا کیا تھا۔" "اچھٹکی کی دیکھ جائے گا۔
 خبر دے گا پھر۔" "آپ کی کونٹ خرید ہے؟"
 "ہاں۔"
 "بھئیے سامی! میں نے پتلا ہوں آپ کو۔"
 "کیا چاہے گا۔ بہت دوست ہو سکتا ہے؟" "تو جو ان نے
 کہا۔" "پات چنے سے بڑا شے آجائے گی۔"
 "خیر وہ نے فوراً جاکے منگوا لیا۔ انی دو دن اس
 کو اس نے منہ اور دھڑک دوسرا صاف ستھرا شوہر سو
 بیٹے کے جھنڈے میں لایا تھا اور دھلی گئی۔
 "اے۔۔ ایک ضرور دنی مانت نہیں سمجھا اور۔۔ رکشا
 و شمس میں۔ تم، یوں کو ساتھ ہی میٹھا نے کا لیکن جب
 جیل چھ پڑے تو تم مجھ سے چتر قدم لگے رہا۔ ایسا تو کہ
 میں کی جھرت میں پڑوں تو تم مجھ کی نہ دیکھو آجاکر۔"
 "جیسا آپ کے لیے کیا کافرو ہو سکتا ہے؟"
 "میرے آئین اس شمس میں ہوں گے۔"
 "مگر بھئی۔۔ کیسے مضمون ہو سکتا ہے سامی! کہ آپ
 نہ تو اسے دیکھ سکتے ہیں؟"
 "میں نہیں جانتا کہ انہیں کیا معلوم ہو سکتا ہے اور کیا
 نہیں معلوم ہو سکتا لیکن میری پہلی حسرت یہی ہے کہ میں

گیا اور۔ نیند سے اٹھنے کے بعد اس خواب کی وجہ سے اس کے خوابوں پر مدح و تحسین سے بھر پور ہوئے تھے۔ نذر دہر کی بات سن کر وہ اپنے خوابوں میں آیا۔

”ہاں۔“ وہ آہستہ سے بولا۔ ”خواب دیکھا تھا۔“

”اب رات ہونے والی ہے مائیکس۔“ نذر دہر بولا۔

”اگر نہیں چلنا ہو تو تیار ہو جاؤ گی۔“

”ہاں، ابھی چھٹے ہیں۔“ نوجوان نے کہا اور اپنی بیب سے وہ پانی نکال کر حجامت تکیم صاحبہ کی کھجی۔ اس پر حیرانہ انداز میں دیکھا۔ نوجوان نے خواب میں ایسی چابی سے لاکر بند کیا تھا وہ ایسی ہی تھی۔

نوجوان کے دماغ میں عجیب و غریب باتیں چل رہی تھیں۔ اس نے غلطی سے وہ رسالہ نکالا اور اس کا وہ سلوٹ نکالا جس کی ایک تصویر اسے شامائیکس ہوئی تھی۔ اس نے غور سے تصویر میں نگاہ ڈالی۔ ایک طرف دیکھا۔ اس نے خواب میں بھی دیکھا دیکھا تھا۔

”آئی آئی چور میرو۔“ وہ بڑبڑایا۔

اس نے خواب میں جس شخص پر کار بٹائی تھی۔ وہ تصویر اس شخص کی تھی۔ جیسی ہے نوجوان کے چہرے پر سرخی پھیلنے لگی۔

”کیا ہے اس زمانے میں سامی؟“ نذر دہر نے پوچھا۔

”اب بہت خوشی خیر آ رہی ہے۔“

”ہاں نذر دہر!“ نوجوان نے پرجوش آواز میں کہا۔

”اگر میرا یہ خواب بھی سچ ہے تو شاید میں اپنے بارے میں کچھ نیا معلوم کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔“

نذر دہر اس کا ہنسنے لگا۔

نوجوان بستر سے اٹھ کر کھیلے۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ وہ اس بینک میں شاید ملازم ہو سکیں اب اس سوچ رہا تھا کہ اگر اس کا خواب سچ ہے تو پھر کیا بات ہے جو اس کی اس بینک میں ایک ایسے آدمی کو رکھا ہوگا۔ اس کا کہنا اس کی کہہ اس کی چیزیں اس کو کتنی ہیں جن سے شاید اس کی شخصیت اور اس کے جسم پر کوئی روشنی پڑ سکے۔

”نذر دہر!“ نوجوان اس کے سامنے دنگ کر بیٹا۔

”تم جانتے ہو، آئی آئی چور میرو! کیا ہے؟“ اس نے سامنے کی طرف اشارہ کیا جو بستر پر کھانا پڑا تھا۔ یہ اس منزل کی تصویر ہے نا۔“

”ہاں۔ مائیکس!“ نذر دہر نے کہا۔ ”یہ چند میرو کی تصویر ہے۔“

”تم مجھے وہاں لے جانتے ہو؟“

الہا کر اس کا ایک ٹکڑا پایا۔ کچھ توقف سے اسی نے ریسپور کے ہاتھ میں ملکہ کچھ کہا اور پھر ریسپور کو فوج روانہ سے مخاطب ہو گیا۔

جلدی ایک آدمی لجنر کے کمرے میں داخل ہوا۔ فوجوان کرسی سے کھڑا ہو گیا اور اسی کے ساتھ تھکر کے کچن سے نکلا۔

خواب یہاں پھر اتر چکا تھا لیکن ایک بار پھر وہ سلسلہ شروع ہوا تو فوجوان نے خود کو ایک کے اسرافت روم میں دیکھا۔ وہ تیرہ گھبراہٹ سے لڑکھڑکھ رہا تھا۔ اس کے قریب ہی وہ آدمی کھڑا تھا جو تھکر کے کچن سے اسی کے ہاتھ لگا تھا۔

فوجوان نے لاڈلہ کر دیا تو اس سے چند قدم بٹے قافلے پر کھڑا ہوا تھکر آدمی قریب آیا۔ اسی نے لاڈلہ کر میں دیکھ جانی لگا گیا۔

لاڈلہ کر بن کر گئے کے بعد فوجوان نے وہ چابی اپنی جیب میں رکھ لی تھی جس پر "تیرہ" کا نمبر کندہ تھا۔ بینک کے آدمی کی چابی اسی کے پاس ہی تھی۔ فوجوان اور وہ آدمی اسرافت روم سے نکل آئے۔ فوجوان نے بینک کے آدمی سے استفسار کر کے دیکھا کہ وہ دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور پھر فوجوان بینک سے باہر آیا۔ بینک کے سامنے فٹ پاتھ سے لگی ہوئی ایک گاڑی تھی۔ فوجوان نے جیب سے ایک اور چابی نکالی اور ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ لیکن اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے ایک اگلی کی نظر بینک کے پورے زوالی اور پھر کار آگے بڑھا دی۔ وہ رفتار بڑھا رہا تھا کہ باقاعدگی کی جانب سے کوئی ٹھٹھکا ہوا اس کی نگاہ سے سامنے آ گیا۔ فوجوان کے منہ سے جھٹکا اور اس نے بریک لگا کر لیگا۔ لیکن حادثہ ہو کر رہا۔ سامنے آنے والا گاڑی سڑک سے آگے نکل چکی۔

فوجوان کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ اسی نے نہ تو خود سمجھا جو فرسٹ پرنسپی مالدار پر بیٹھا تھا۔ وہ جلدی سے اٹھ کر فوجوان کے قریب آیا۔

"کیا ہوا ساجی؟" اس نے پوچھا۔ "آپ پریشان نظر آ رہے ہیں؟"

"بولی صاحب میری گاڑی کے نیچے آ گئے۔"

فوجوان کے منہ سے نکلا۔

"گاڑی کے نیچے؟ لیکن آپ تو بستر پر..." وہ دہکتا جلد اور صراحت کر رہا تھا۔

آپ نے شاید کوئی خواب دیکھا ہے۔"

فوجوان کے صبر سے راز لیا تھا اور اب اس کے چہرے پر

لو جوان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔
 "میں جس کے خلیق آج کل بھیض صفائی اپنی گردن میں لٹکا لپکتے ہیں۔ یہ پہلو تک جاتا ہے۔ جب کل میں تمہارے ساتھ چلوں گا تو یہ جیسا کہ اپنی گردن سے سٹکا لیا۔ شاید اس کی ضرورت پڑے۔"

جیسا کہ جوان نے دوسرے دن کے لیے ایک منصوبہ بنالیا تھا جس نے اس کے دل میں کیا جاتا۔ اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس خلیق کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔
 رات کا کھانا کھانے کے بعد لو جوان نے نذر سے کہا۔ "مجھے اتنا یاد ہے کہ میں شہر میں حراج بھی ہوتے تھا لیکن یہ یاد نہیں آ رہا ہے کہ وہ کہاں ہوتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم اس بار سے میں بھی جانتے ہو گے؟"

"ہاں سا میں انکے معلوم ہے۔"
 "کل تک پہنچنے سے پہلے کی جاسا کے پاس چلا ہو گا۔"
 "کیوں سا میں؟" نذر نے جواب دیا۔
 "جہاں وہ۔" لو جوان نے بات ختم کرنے کے لیے کہا۔ وہ اس وقت اپنے اس کے دن کے منصوبے کے تمام پہلوؤں پر اپنی نظر غور کر رہا تھا۔
 دوسری دن وہ دونوں اٹھا کر نذر کے بعد روٹوں کے لیے تیار ہو گئے۔

"کیا بات ہے نذر؟" لو جوان اچانک پوچھ رہا تھا۔
 "کیا تمہیں میرے ساتھ روچے ہوئے ذرا لگے گا؟ میں آج جب سے جاگا ہوں جیسا کہ پریشان دیکھ رہا ہوں۔"
 "ذرا کی کوئی بات نہیں ہے سا میں۔" نذر نے جواب دیا۔
 "میں پریشان اس لیے ہوں کہ کل رات میں باج سے بات نہیں ہو سکی۔"

"باج؟" لو جوان نے کہا۔
 "ہاں سا میں۔"

"نذر وہ تو گاؤں میں ہو گا۔ اس سے تمہاری بات کیسے ہو سکتی ہے؟"
 "سوئی پر سا میں۔" جواب دیتے ہوئے نذر نے اپنی جیب سے ایک معمولی قسم کا سرباگل ٹون نکالا۔ اسی کو اس نے "سوئی" کہا تھا۔
 "میرا بگل ٹون ہے تمہارے پاس؟" لو جوان کو توجہ دیا۔
 "ہاں سا میں۔" نذر نے جواب دیا۔
 "یہ سوئی رات کو جب آپ سو گئے تھے تو بھی میں نے کوشش کی تھی۔ لیکن رات میں کوشش کرتا رہا۔ جواب ہی نہیں ملتا۔"
 "گاؤں میں لوگوں کے پاس سرباگل ٹون ہیں؟"

لو جوان نے ہلکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"مجھے کیا پتا ہے سا میں۔"
 "میں نے بھی نہیں دیکھا۔ شاید یہ اتفاق ہو لیکن حکیم صاحب یا مادی کا سرباگل ٹون تو میری نظر میں آئی جاتا چاہیے تھا۔"

"گاؤں میں بس انہی دونوں کے پاس ہیں۔"
 حکیم صاحب کہتے ہیں۔ اس سے کان میں جو آواز آتی ہے۔ اس سے کان کڑو ہو جاتے ہیں۔"

نذر شاید حکیم صاحب کے خیالات کی کج وضاحت نہیں کر سکتا تھا۔
 "اسی لیے انہوں نے کبھی مادی کو بھی سرباگل ٹون خریدنے نہیں دیا۔" نذر دہرایا۔

"ذرا اس وقت غلطاً اپنے باپ کا نمبر۔" لو جوان نے بے تابی سے کہا۔

نذر نے غصہ لگایا۔ "انگریزی میں کوئی عورت اپنی سائی دیتی ہے۔" اس نے نمبر لکھ کر سرباگل ٹون لو جوان کو دے دیا۔

لو جوان کسی حد تک حیران کا شکار ہو گیا تھا۔ اسے یہ امید ہو گئی تھی کہ اگر نذر کے باپ کا نمبر نہ لگاؤں گے تو کبھی اور آدمی سے رابطہ کر کے اس کے حالات معلوم کیے جاسکتے تھے۔

لو جوان نے سرباگل ٹون سے کان سے لگا کر نذر کے کہنے کے مطابق اسے ایک لٹوئی آواز لگ رہی تھی۔ اس نے اس سے معلوم ہوا کہ نذر کے باپ نے اپنا سرباگل نمبر لکھا تھا۔

لو جوان نے جب یہ بات نذر کو بتائی تو وہ ہلکا۔
 "اپنا تو اپنا ٹون بھی بند نہیں کرتا۔"

یہ جواب تشویش انگ تھا لیکن لو جوان نے اس پر غور کیے بغیر نذر سے کہا۔ "گاؤں کے کسی اور آدمی کا نمبر لگاؤ۔"
 "مجھے کسی کا نمبر نہیں معلوم۔۔۔ میں تو بس باجو سے بات کر لیا کرتا تھا۔"

اس جواب نے لو جوان کی امید پر پانی بھیر دیا۔ اس کی چوہ امید بندھ گئی تھی جو حکیم صاحب سے روچے ہوئے گاؤں کے حالات معلوم نہیں کیے جاسکتے تھے اور یہ بات کسی حد تک غمزدگی کی تھی کہ نذر کا باپ جو کسی ایسا آدمی نہیں تھا۔
 "اب لو جوان کو نذر کی یہ بیانی کا سبب معلوم ہو گیا۔"

"یہ بات تو واقعی عجیب ہے۔"

"ہاں سا میں۔"

"اس بار سے میں سوچا ہوں۔۔۔ خیر، ابھی تو میں یہاں سے روانہ ہوا ہے۔"

"پہلے سا میں۔"
 ہونٹوں سے نکلنے کے بعد لو جوان نے دیکھنے کے بجائے جی کر رہا تھا۔ سب کچھ دیکھنے میں بیٹھنے والوں کے لیے یہ سب کچھ دیکھنا صاف نظر آ جاتا تھا۔

نذر نے ایک ایسی سڑک پر جیسی رکوائی جہاں چاروں کی کئی دکانیں تھیں۔ لو جوان نے گراہی ادا کر کے جیسی چوڑی اور چاروں کی دکان کا جائزہ لینے لگا۔

"یہ جو ان ٹیک رہے گا۔" لو جوان ایک دکان کی طرف بڑھا۔ نذر وہاں سے چند قدم پیچھے رہا۔ راستہ ہی میں لو جوان نے اسے کھرا دیا تھا کہ یہ ٹیک جگہ است چند قدم اگے رہے کے بجائے چند قدم پیچھے رہتا ہے گا۔

لو جوان نے جس دکان کا انتخاب کیا تھا، وہ دوسری دکان سے پہلے تھی۔ دوسری دکان تو ہی پر جہاں کئی دکانیں تھیں جن سے گھر اس دکان پر ایک ہی یوز صاحبان بیٹھا تھا۔ صرف اس کی دکان پر کوئی مریش نہیں تھا۔

اس نے بڑی خوش حوصلی سے لو جوان کا استقبال کیا۔ پھر اس وقت وہ بہت حیران ہوا جب لو جوان نے اس کو اپنی دکان پر لکھا کہ اس کے پاس انہی دکان پر اپنی بیانی دے گا۔

"ذرا اسی۔" لو جوان نے مسکرا کر کہا۔ "میں جن صاحب کے دفتر میں ملازمت کرتا ہوں وہ بہت سخت گیرم ہے انسان ہیں۔ ایک دن کی چھٹی بھی بڑی مشکل سے دیتے ہیں اور نئے ایک ہفتے کی پہلی چاہیے۔ اب اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کچھ نہیں کہ میں ہفتہ دن تک کام کرنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ میں انکس بٹائی گا کہ میرا ہاتھ بچھونے کا تھکاؤ اس کی وجہ سے سارا ہاتھ سوزم ہو گیا ہے۔"

"اگر۔" نذر نے جواب دیا۔
 "بہت ابھی ڈرنگ کرو بیٹھے۔" لو جوان نے کہا۔

"آپ یہ تو بھی طلب کریں گے۔" جیسی کہ اس کا۔
 نذر صاحب جہاں یہ کام کرنے کے لیے لو جوان کو بھیر دیا۔

نذر صاحب نے اسے وہاں بیٹھے والوں کو برا بھلا بتا دیا جو چند قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا نذر وہ سب کچھ

نذر سے دیکھ رہا تھا۔
 نذر نے لو جوان کی خواہش کے مطابق اس کی نظر ہلکی۔

نذر وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

وہاں سے ایک جیسی میں روٹتی ہوئی تو نذر نے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔
 "تم نہیں سمجھ سکو گے۔" لو جوان نے جواب دے کر اسے خاموش کر دیا۔

لو جوان نے یہ سب کچھ اس خواب کی وجہ سے کیا تھا جو اس نے دیکھا تھا۔ اس خواب کے مطابق اگر کچھ پہنچنے سے پہلے ایک نمبر سے ٹی کر کسی فارم پر دستخط کرے پڑے تھے اور لو جوان اپنے دستخط کو کیا دیکھا تھا کہ ہوا تھا۔ لیکن یہ بتائی کرنے کے باوجود لو جوان مطمئن نہیں تھا۔ یہ ممکن تھا کہ اس کا یہ ٹیک بگڑ کر بہت مذہب ہوا نمبر اس کے دستخط کے بغیر اسے اسرار انگ روم میں جانے کی اجازت دیتا۔

لو جوان نے سوچا تھا کہ اگر اس کی یہ تدبیر کامیاب نہ ہوگی تو پھر اسے ہفتہ وار سوچنا پڑے گا۔

اس نے نذر سے کہا۔ "جب وہ ٹیک میں نہیں جیسا قدم کے فاصلے پر رہے تو کسی رکوائی۔ تم جیسی سے اتر جاؤ اور پیدل چلے ہوئے ٹیک میں پہنچنا۔ وہاں میں تم کو ٹیک کے کمرے میں لوں گا۔" اس نے اپنی آواز اتنی دھکی دھکی کہ کسی کو ڈرا دھمکاتے ہوئے لگے۔

نذر نے بات میں سر ہلادیا۔ وہ بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ وہ جیسی کو اکثر کر لیا۔

مجھے ذرا آگے ٹیک کے سامنے اتار دینا۔" لو جوان نے جیسی کو ڈرا دھمکاتے ہوئے کہا۔

جیسی آگے بڑھی اور ٹیک کے سامنے جا کر رک گئی۔ لو جوان نے جیسی میں پہنچنے کے لیے ادا کیا اور غور سے دیکھا اور دیکھا جیسی رہا۔ حالانکہ اس کی یہ احتیاطی اقدامات بہت سستی ہی تھی۔ اگر وہاں اس کا کوئی دشمن تھا تو وہ اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔

گراہی ادا کر کے وہ جیسی سے اتر اور جیسی سے قدم اٹھا کر ہوا ٹیک میں داخل ہوا۔ اس نے کن انہوں سے نذر کو اس طرف آتے دیکھا تھا۔

ٹیک میں داخل ہونے کے بعد اسے ایک کمرہ سرت ہوئی۔ پھر کچھ ایسی طرف تھا جہاں اس نے خواب میں دیکھا تھا۔

وہ نہایت بڑا اور انداز میں پڑا ہوا ٹیک کے کمرے میں داخل ہوا۔

"نذر، کوکب۔" جہاں امر اسے دیکھتے ہی نذر اور اپنی کمرے سے کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوئی۔

حماہدہ راجستھان - 30-1- نومبر 2014ء

اس کی کار تک چھوڑ کر آئے۔ لو جو ان سے بے شکل تال رہا۔
ان کے پاس کار بھی تھی نہیں۔ کار نہ ہونے کا بھی اسے کوئی
بھانپنا نہ تھا۔
اور ان کے ساتھ بیک کے اسٹرائک روم میں گیا۔
تیرہ فیبر لاکر کی چابی اس کی جیب میں تھی جو اسے سیم صاحب
سے لی گئی۔
اگر سے اسے تین چیزیں تھیں۔ ایک بڑا اور پھر لا ہوا
برائون لٹاف ایک لائٹ اور ایک چابی۔
لائٹ اس کی جیب کی تلاش کر رہی تھی جو بیک کے خاص
خاص نکاحوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی چابی جیب کے ایک کونے
پر سجری طرف میں "کوئٹہ لکری" چھاپا ہوا تھا۔
اس نے بے تاملانہ لائٹ کوئی کر دیکھی۔ پہلے ہی
دور پر نام کی جگہ تھی "کوئٹہ لکری" نکھڑا افسانہ اسے سچا
نے بھی اسی نام سے مخاطب کیا تھا۔ اب اس میں کسی ٹک
دیکھنے کی کھانسی تھی نہیں رہی تھی کہ اس کا نام کوئٹہ تھا۔ اس
نام کے پیچھے کیا پتا تھا تھا۔ اس جگہ میں "ادری
اپارٹمنٹس" بھی لکھ تھا جس کا وہ سوار ہونے یا تھا۔ سوار کے
ایک کمرے سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی تھی کہ وہ چار ماہ سے
اسی اپارٹمنٹ میں اکیلا رہ رہا تھا۔
"میں کوئٹہ ہوں۔ کوئٹہ لکری۔" وہ بھائی انداز
میں بڑا زبانی۔
چند قدم کے فاصلے پر کمرے ہونے غائب نہ ہوئی
کہ اس کی طرف دیکھا۔ "آپ مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں
کوئٹہ صاحب؟"
"نہیں میں کچھ بڑے بڑے لکڑی۔" وہ جلدی سے بولا۔
اس کی بے تالی اس قدر تھی کہ وہ وہیں کمرے
کمرے لائٹ پر چڑھ لینا چاہتا تھا لیکن یہ لیکن نہیں تھا۔
بڑے بڑے
لاکر بند کرنے کے بعد کوئٹہ اور غلط اور دروازے کی
طرف بڑے لیکن کوئٹہ ایک قدم اٹھا کر ہی روک گیا اور
بولا۔ "آپ میرا ایک کام کرو میں کے ٹیکس صاحب؟"
"نہم دیکھ لیں کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی۔"
"میرے ساتھ ایک سندھی صاحب بھی تھے۔ آپ
نے دیکھا کہ انہیں۔"
"کیا ہاں۔ وہ ہمارے پیچھے آرہے تھے۔ تالیا
اسٹرائک روم کے باہر کمرے ہوں گے۔ سید صاحب نے
آپ کے بعد ان سے بھی معاف کر لیا تھا۔"
"وہی۔" کوئٹہ نے کہا۔ مگر سکرانر ہوا۔ "دراصلی

جس ذرا تیر شاہ کی سواری کا ستلائی ہو گا۔ کوئٹہ نے
اسے اچھے اشارے سے روکا اور اس میں بیٹھنے بوا بولا۔
"یہ لے اسٹیشن ملے۔"
"کون سے ریل سے اسٹیشن صاحب اسٹی اسٹیشن تو
قرب ہی ہے۔"
"کیونٹ اسٹیشن۔" کوئٹہ نے جواب دیا۔
پھر اس نے تیرہ وہی سے سنا تھا۔
"کیونٹ اسٹیشن چھ ماہ سے ہے۔" تیرہ نے لے کر رات
بڑا سا شروٹ کی۔
کوئٹہ کا رات ایک بار پھر خیالات کی آج بگ بین گیا
تھا۔ ان خیالات میں ایک عام زور تھا اس کی تھی۔ سہادی
پڑوں کے ملاحق وہ اس کے لیے بہت پریشان تھی۔ اس
سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا تھا کہ ان دونوں کے تیرہ سے روابط
تھے۔ کوئٹہ کو زور تھا اس کے سوا کسی بغیر کا بھی خیال آیا نہ
اسے جادوئے دیا تھا۔
"سنو؟" کوئٹہ نے غصے زور تیر کے شانہ پر ہنر
رہنے ہوئے پوچھا۔ "میرے میں کوئی ایکن دکان نے کی
جہاں سے ایک سوا بگ بین خریدنا چاہتے؟"
"سوا بگ بین خریدے؟ آپ کو؟"
"کھابہ سے، وہ نہیں کیوں پوچھتا؟"
"میں آپ کو لے چکا ہوں۔"
کوئٹہ دیر بعد تھکی ایک جگہ روک کر ڈرائیو نے
اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ "وہ ہے صاحب دکان۔"
کوئٹہ تھکی سے اتر ا۔
"نہم ڈرائیو میرا اٹھارہ کرو۔ میں وہ خریدنے لگاؤں گا۔"
"آپ اٹھارہ سے آؤ صاحب۔" تھکی ڈرائیو نے
نہ کہا۔
کوئٹہ تھکی سے چلتا ہوا دکان میں پہنچا۔ وہاں سے
نہ نے ایک سوا بگ بین خرید لیا۔ اس جگہ کے پکر میں بڑ کر
اس نے وقت ضائع نہیں کیا تھا۔ دکان دار ہی کے مشورے
سے اس نے ایک کھلی کی سم خرید کر دکان دار سے ہی سوا بگ
ٹون میں ڈالائی اور بکان سے لے کر پھر کھلی میں جا بیٹھا۔
کوئٹہ کو سوا بگ بین خریدنے کا خیال اس نے اپنے آپ کا
کوئٹہ زور تھا اس کو فون کر کے ہی کی آواز تو نے اور غائب
سے ہانک کر کہنے کے بارے میں اس نے غصے میں سوچا
تھا۔ اس کا خیال تھا کہ پہلے اپنی لائٹ پر لے لے۔ اپنے
بارے میں جاننے کے بعد ہی وہ زور تھا اس سے بات کرے۔
لائٹ بڑھ کر اسے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ زور تھا اس سے اس

جزوی کیمسٹر کس

کے مراسم کی فریٹ کیا تھی۔ اسے سوا بگ بینوں سے کچھ
اشارہ تو ملتا تھا لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان سیم اشاروں سے
کوئی لگا لگاؤ نہ جاتا کر لے۔
جب وہ زور تھا اس کو فون لگا رہا تھا تو اسے تیرہ کے
سوا بگ بین کا خیال آیا۔ اسے اس کا فون پر کھینچ کر خیال کیا یا تھا۔
اگر وہ فون پر اس کے پاس ہوتا تو وہ اس سے بھی بات کر لیتا۔
زور تھا اس کو فون لگا لے کر کہنے کے بعد سوا بگ بین کا فون سے
لگا لے ہوئے بھی کوئٹہ کو تیرہ کی کا خیال تھا۔ وہ سوچ رہا
تھا کہ تیرہ وہ کھانسی کے ہو کر پہنچا ہو گا۔ اس کی سیم خالی
نہیں تھی۔ ہوئی سے بڑے وقت کوئٹہ نے پانچ سو کا ایک
نوٹ اس کی جیب میں جس زالی و ا تھا کہ شاید اسے بھی کوئی
ضرورت پڑ جائے۔
دو تھیں بعد کوئٹہ نے دوسری طرف سے آنے والی
ایک سمری کی اسوائی آواز سنی۔ "بیلہ؟"
کوئٹہ خاموش رہا۔ فی الحال اس کے رات میں
صرف یہ خیال تھا کہ شاید وہ زور تھا اس کی آواز بھانپنے لے
اور اسے کچھ یاد آجائے۔
"بیلہ؟" اس مرتبہ دوسری طرف سے کچھ بلند آواز
میں کہا گیا۔
کوئٹہ اب بھی خاموش رہا تو دوسری طرف سے کچھ
برا بھلا کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔
کوئٹہ نے نام سنا اور اٹھارہ میں اپنا سوا بگ بین آف
کیا۔ اسے زور تھا اس کی آواز تو فون پر محسوس ہوئی تھی اور نہ
اسے کچھ یاد آتا تھا۔
مجب بات ہے۔ وہ سوچنے لگا۔ ہاں پڑھنے ہوئے
تھی اسے اپنے رات میں کھی یاد کا بھلا کا سا محسوس ہوا تھا۔
خراب میں اس کی کار کھی کار سے گھڑائی تھی تو اسے اپنے
بڑے بھائی کا خیال آیا تھا۔ سیم صاحب سے ان کے بھائی
تھیل کا ہم سفر کی تھی اسے فون محسوس ہوا تھا جسے وہ عام اس
کے لیے اچھی نہیں۔ اخبار میں بیک کی تصویر دیکھ کر کھی اس
کے رات میں بھلا کے سے ہوتے رہے تھے۔
یادداشت کھانے کا ایک عجیب کھن اکوئٹہ نے
عضدی سا فون لے کر سوچا تھا۔ کچھ یاد آتا تھا اور کچھ یاد
نہیں آتا تھا۔ زور تھا اس سے اس کے خاصے روابط تھے لیکن
اس کی آواز اس کے گرا سے کچھ یاد نہیں آتا تھا۔
تھکی کی رفتار کم ہوئی اور تھکی ڈرائیو بولا۔ "کیونٹ
اسٹیشن تو آگیا صاحب۔ آپ کو اور ہی اترے؟"
کوئٹہ کو وہاں نہیں اترے۔ تھا لیکن اس نے تھکی

رو بارہ پچھا۔
اس سرخ کوکب پر نک گیا۔ اس نے کہا۔ "یہ میرا گھر ہے۔
میں وحشت کی گئی۔ یہ سبک صاحب کا گھر ہے۔ یہ مارا۔"
وہ ایک لخت خنہ دوش ہو گیا۔ باروی کا نام اس کی زبان پر نہیں آ سکا تھا۔ اس وقت اس کے دماغ پر جھٹکا سا لگ گیا۔
باروی یقیناً بہت اچھی لڑکی تھی، اسے پسند بھی کرتی تھی لیکن
اور تو درختوں سے محبت کرتا تھا۔ اسے درختوں کے پاپ کا
نام بھی یاد آ گیا تھا۔ سلطان علی جو ایک رجاؤں پر مشورہ شہنشاہ
آف نہیں تھے۔
"آپ کا گھر ہے سائیکس؟" "خیر وہ گھر خوش ہو گیا۔"
"آپ کو کیسے چاہا؟"
"میں چل گیا تھا۔" کوکب کی آواز میں لرزش تھی۔
"مجھے بالکل خیال نہیں تھا کہ لڑکی کیسے کے دوسرے ہی
دن اتنا کچھ معلوم ہو جائے گا۔ امید ہے کہ آج ہی ساری
باتیں معلوم ہو جائیں گی، بلکہ باقی آج ہی چاہیے۔"
درختوں کی تصویر دیکھ کر اس کے دماغ میں
جو جھجکا ہوئے تھے، ان کی وجہ سے اسے خیال آ رہا تھا
کہ اب اسے سب کچھ یاد آ جائے گا۔ سادہ سے درختوں کا
ہم سن کر اسے کچھ یادیں آیا تھا لیکن تصویر کو دیکھتے ہی
اسے یاد آ گیا تھا کہ وہ درختوں کی تصویر پر ہے۔
"یہ قربت اچھا ہو گیا سائیکس!" "خیر وہ سب کچھ بہت
خوش تھا۔
"میری چیزیں مجھے دے دو۔"
کوکب کی ڈائری اور براؤن لٹائر ہی تھیں جس کا جو
اس وقت بھی خیر ہی کے گلے میں لٹکا ہوا تھا۔ بولے سے
چلتے وقت بھی کوکب نے وہ دونوں چیزیں اپنے پاس نہیں
رکھی تھیں۔
خیر وہ نے دونوں چیزیں اسے دے دیں۔ کوکب نے
دو ہسٹر کی ساڈنٹیل پر رکھی، پھر پڑا کا ہاتھ بکڑ کر اسے
ڈرائنگ روم میں لے آیا۔
"اب تم یہاں ٹھہرو، یا کسی موٹے پر لیٹ کر آرام کرو۔"
اس اپارٹمنٹ کے دوسرے کمرے میں سب سے بہت سنبھلی
ماسا جان پڑا ہوا تھا۔ اس کی آرائشیں بھی کی تھیں۔ اگر
اباں صرف ہسٹر ہی پڑا ہوا تو کوکب نے پڑا ہوا کو ڈرائنگ کے
نچاٹے دھنسلے گا۔
"میں اب اس کمرے میں جا کر ڈائری پڑھوں گا۔"
"ہم گھر کے کمرے میں ہیں مائیکس؟" "خیر وہ نے
جاسوسی ڈائجسٹ - 55 - نومبر 2014

"ابست دین بعد آئے صاحب؟"
"ہی، ڈرائنگ روم میں سندھ کی طرف نکل گیا تھا۔"
کوکب نے بے جواب اس لیے دیا کہ وہ سندھ کی شہزادہ سوٹ
پینے والے تھا اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے خیر کی دوش تھیں
پنی لٹائی تھی۔
"ڈرائنگ روم میں صاحب کی بار پچھتی ہیں آپ کو ایک
صاحب اور بھی آئے تھے۔ انہوں نے اپنا نام نہیں بتایا۔
اس آج کو پچھا اور پچھتے تھے۔"
کوکب کچھ کیا کہ چوکیدار نے سادہ کے بارے میں
بتا دیا۔ وہ خیر کے ساتھ آگے بڑھا رہا۔ چوکیدار اس
گھر کی گفتگو کے بعد ایں دنگ گیا تھا۔
لٹ کے خیر دے دو اور پچھتے۔ کوکب کو اپارٹمنٹ کا نمبر
نہیں یاد تھا۔ وہ اسی کے سامنے کا درجہ سے چلی نکلی۔ چلی
رکتے وقت اس کے دل کی جھجکاں اس خیال سے جڑی گئی کہ
آج پچھتی اس اپارٹمنٹ کی نہ ہوئی تو کیا ہوگا؟
شکوک کی سانس اس نے اس وقت لی جب دروازہ
کھلی گیا۔ وہ خیر کے ساتھ اندر داخل ہوا۔
خیر نے اپنے سامنے ایک شاندار ڈرائنگ روم
دیکھا تو تھکے سے بولا۔ "یہ کس کا گھر ہے سائیکس؟"
اس وقت کوکب کے دماغ میں ایک بار بھر بھاگے
ہوئے تھے۔ وہ اپارٹمنٹ روم اسے اپنی نہیں دے گا تھا۔
اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ اس اپارٹمنٹ میں ایک آڈیو اور دو
بیلڈ روم بھی تھیں۔ وہ خیر کو گھر جانے لے کر جوش انداز میں
آگے بڑھا۔ خیر دھیرے دھیرے اس کے ساتھ رہا۔
کوکب نے سادہ سے اپارٹمنٹ کا جائزہ لیا۔ اسے
کوئی جگہ بھی اپنی نہیں لگی۔ وہ اس کمرے میں رکت گیا تھا۔
ایک خوب صورت لڑکی کی خاموشی جڑی تصویر آویزاں کی تھی جو
آئینہ دیکھتے سے ہلکی تھی۔
"ڈرائنگ روم" کوکب نے تصویر کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا تو اس کی آواز میں اس لڑکی کی جیسے وہ ہڈیاں ہو
گیا۔ اس کے دماغ میں بھر بھاگے ہوئے تھے۔ اس نے
صور میں دیکھا کہ وہ درختوں کے ساتھ کھڑی بارش میں بیٹھا ہوا
تھا۔ دوسرے بھجکا کے نے اسے دیکھا یا کہ وہ درختوں کے
ساتھ لٹکتے سے پر ہوا تھا۔ تیسرا بھجکا وہی حلقہ کا تھا
کہ وہ درختوں میں ایک کار میں کھنسا جا رہے تھے۔
پڑا تھا۔ پانچواں، چھٹا بھجکا! پڑا تھا اس نے خود کو
ڈرائنگ کے ساتھ دیکھا۔
"ہم گھر کے کمرے میں ہیں مائیکس؟" "خیر وہ نے
جاسوسی ڈائجسٹ - 55 - نومبر 2014

"کیوں سائیکس؟" "خیر وہ تھکے سے بولا۔
"میں نہیں سمجھا میں سکتا۔" کوکب نے کہا۔ "میں
جلدی سے چلے جا کر کوئی واسے کا صاحب کتاب کر دو۔ میں
سامان ملتا ہوں۔"
خیر وہ چون دھڑلے کیے بغیر کمرے سے نکلا گیا۔
کوکب نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اس نے
خیر سے سامان لینے کی بات کی تھی جبکہ ایک کوئی خاص
سامان تھا ہی نہیں۔ اس نے کمرے میں کچھ شام کا خیر ہوا دوست
پلاٹنگ کے اسی شان میں رکھا جس میں وہ لایا گیا تھا جو
دوسری چیزیں خریدی کی تھیں، ان کے شاہ پر بھی تھے۔ ان
میں کوکب اور خیر کے شہزادہ سوٹ بھی آگے۔ ان کی
تصویری ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔
"گھر سے فی ہوئی چلی اس نے گھر سے قیصر کی
جیب میں نکلتی تھی۔
خیر کے ساتھ بولے کا لٹکا بھی آگے نہ کر دیا کہ
خیر نے بولے کمرے کی چابی کا ڈنڈہ پر سے دی گئی جو اب
اس پر کمرے کا ہے۔
"اب کہاں چلتا ہے سائیکس؟" "خیر وہ نے بولے سے
تھکے وقت پچھا۔
کوکب نے کوئی جواب دے بغیر خیر کا ہاتھ پکڑ کر
مڑک پار کی جہاں اسے ایک خالی کھنسی لٹکتی نظر آتی تھی۔
ڈائری میں لکھا ہوا ساری اپارٹمنٹ کا چار کوکب کو
پڑا تھا۔ اس نے کھنسی ڈرائنگ روم میں ملانے کا نام بتا دیا۔
قیصر اس دونوں کو لے کر چل پڑی۔ خیر، ابھا ہوا تھا
خاموش بیٹھا رہا۔ اس کی جیب میں یقیناً کچھ آ رہا ہوگا کہ اب
اس کے شہزادہ سائیکس نے کہاں جانے کا ارادہ کر لیا ہے۔
بتائے ہوئے ملانے میں چلتی کر کھنسی ڈرائنگ روم
پہنچا۔ "کہاں آ رہا ہے صاحب؟"
"ساری پنی اپارٹمنٹ میں ہے۔" کوکب نے پچھا۔
"نئی صاحب؟"
"میں وہاں جا رہے۔"
درخت ہوا ہی تھیں جس عمارت کے سامنے وہ
جا رہا تھا۔ اس پر "ساری پنی اپارٹمنٹ" بھی لکھا ہوا تھا۔
خیر ادا کر کے دو دروازوں میں سے اترے۔ ٹاپنگ بلیک
ان کے ہاتھوں میں تھے۔
جب وہ دونوں اپارٹمنٹ کے چارنگ سے اندر داخل
ہوئے تو ایک ایسے شخص سے سامنا ہوا جو وہاں کا چوکیدار
معلوم ہوا تھا۔ وہ کوکب کو کچھ کہہ کر پھر پکڑا کر بولا۔

روائی۔ اتر کر کہا۔ "اد آ گیا اور ایک طرف چل پڑا۔ اس کے
انداز سے کے مطابق وہ بولے اور ہی ہو چاہے تھا جہاں
اس نے خیر کے ساتھ قیام کیا تھا۔
جلدی اسے احساس ہوا کہ وہ بھٹک گیا ہے، لیکن وہ
پریشان نہیں ہوا۔ بولے کا نام اسے یاد تھا۔ وہ لوگوں سے
پوچھتا ہوا بولے نکلی گیا۔
خیر وہ لٹکی تو کیا ہوگا، اس نے دروازے پر دستک
دیتے ہوئے سوچا۔ غور سے تو کچھ دیکھ رہی تھی۔
دروازہ کھولے والا خیر ہی تھا۔
"خیر سائیکس!" "کوکب نے کھنسی میں اپنی زبان بول گیا۔
"کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی؟" "خیر وہ نے کوکب نے اندر
داخل ہوتے ہوئے پچھا۔
"سائیکس!" "خیر اب دیتے ہوئے وہ دروازہ بند
کر دے گا۔
"جیک کے ایک صاحب نے جیسے مکہ چیزیں دی
ہوں گی؟" کوکب نے پچھا۔
"نئی سائیکس!" "خیر نے جیک کے ایک طرف رکھا
ہوا کپڑے کا تھپا لٹایا۔
ڈائری اور براؤن لٹائر کے ساتھ چلی بھی تھی۔
کوکب کا خیال تھا کہ وہ پنی شاید اس کے اپارٹمنٹ کی ہوگی۔
کوکب نے چابی جیب میں ڈالی، پھر ڈائری اور
براؤن لٹائر ایک طرف رکھ کر اپنے دوا کی ہاتھ کی وہ
ڈرائنگ روم کے کمرے کی ایک جہاں سے گروائی تھی۔
ڈرائنگ روم کے کمرے کے بعد اس نے سوٹ ادا کر شہزادہ کھنسی
دیکھی۔ اب وہ لیت کر اپنی ڈائری پڑھنا چاہتا تھا کہ
دروازہ بند ہوئی۔
"کوئی آگیا؟" وہ چمک کر بولا اور اس کے دل کی
دھڑکن تیز ہوئی۔
"کوئی کا لٹکا ہوا سائیکس!" "خیر وہ نے دروازے
کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "نئی کا لٹکا لٹا تھا، برتن نہیں
پڑے تھے۔"
خیر وہ نے دروازہ کھولا۔ وہ بولے کا لٹکا ہی تھا۔ وہ
پرتن لے کر چلا گیا لیکن کوکب پر بھر بھر ہاتھ عاری ہوئی۔
کھنسی بلیک سے کھنسی نے اس کا تعاقب نہ کیا۔ اس کے
دماغ میں اینڈ ابھا۔ اسے کھنسی والے کا بھی خیال آیا۔
وہ بھی اس کے کھنسیوں کا آدمی ہو سکتا تھا۔
"خیر وہ!" کوکب نے کھنسی پینے ہوئے کہا۔ "میں
یہاں سے کھنسی اور چلا جانا چاہیے۔ ڈرائنگ"

جزیرہ کی مشد کی

کی تھک رہی تھی۔ وقت تک کوکب نے کوئی واضح بات نہیں کی تھی اس لیے بیٹل اس کی باتیں بھی نہیں سمجھتی تھی اور بھی بکھر چکی تھی۔

اس سہارے دو بارے میں کوکب اور زلفشاں کی ملاقاتیں بھی جاری رہی تھیں۔ زلفشاں اس سے ملنے کے لیے بھی کئی کئی بار ہاؤس میں آجایا کرتی تھی۔ کیونکہ ان دونوں کا تعلق ایک دوسرے سے تھا اس لیے کوکب نے بیٹل کو یہ بات بتا دی تھی کہ وہ زلفشاں سے شادی کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

کوکب کو اس بات کو بھی برا لگا تھا کہ زلفشاں کے سنبھلنے میں اس کے بھائی کی نیت فیک نہیں تھی۔ یہ جاننے کے بعد زلفشاں اس کے چھوٹے بھائی کی ہونے والی بیوی تھی۔ وہ زلفشاں کو کئی نظروں سے دیکھتا کرتا تھا۔ "تھک" کہنے میں کوکب نے مضائقہ نہیں کیا۔

کوکب چاہتا تھا کہ وہ زلفشاں کو غریبی ہاؤس آئے سے روک دے۔ جس دن اس نے یہ فیصلہ کیا، اسی دن اسے بہت بڑھ چکی۔ شام کا وقت تھا اور زلفشاں غریبی ہاؤس آئی ہوئی تھی۔ ان دونوں کی ملاقاتیں ہمیشہ ڈرائنگ روم تک محدود رہتی تھیں۔ کوکب، زلفشاں کو وہاں پھونک کر جگہ لینے اپنے بڑے روم میں گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو بیٹل بھی ڈرائنگ روم میں موجود تھا اور شاید اس وقت بکھڑے بیٹل میں بھی تھا۔

وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کوکب نے لکھا تھا: "میں نے اپنے کانوں سے اسے بڑھ جاتا ہوں جو بھائی صاحب نے زلفشاں سے کہا تھا۔ وہ جھٹکا تھا کہ یہاں اسے کھینچے ہوئے ہیں۔ شرم محسوس ہو رہی ہے لیکن وہ جھٹکا کر رہی تھی۔ اس نے کہا: "آپ بہت کھینچا انسان ہیں بھائی صاحب!"

خود زلفشاں بھی اس وقت غصے سے لال بھوکا ہو چکی تھی۔ اس موقع پر بات اچھی ہو گئی کہ کوکب نے اپنے بھائی کو نہ صرف غریبی ہاؤس سے بلکہ بڑنس سے بھی علیحدگی کا فیصلہ سنا دیا اور اسی وقت زلفشاں کو لے کر غریبی ہاؤس سے نکلی گیا۔ رات اس نے ایک بھائی میں گزار دی۔ دوسرے دن غریبی ہاؤس جا کر اس نے اپنا تمام ضروری سامان سمیٹا اور سٹے جا کر اپنے دوست سجاد کے گھر میں رہ گیا۔

ایک ہفتے کے اندر اندر "نشاوار" قانونی طور پر ہو گیا۔ بیٹل اسی غصہ سے بہت خوش تھا کہ تھک کی غریبی میں کوکب کی آمد و رفت اسے پہنچتی تھی۔ اس کے دل میں جو درد تھا کہ کبھی وہ اس کا راز اس کے بھائی پر مشکف

کو جاننے کے لیے پہلے تو اس غیر قانونی کام کے تحت بیٹل کرتے اور پھر اپنے بھائی کو سمجھاتے کہ اگر اس نے یہ کام نہ بنو تو وہ اس بارے میں نہیں کو اطلاع دے دے گا۔

اپنے بھائی کے اندراجات سے معلوم ہوا کہ کوکب نے آج بھی آؤٹی رات کو چھپ کر غریبی میں چھپ کر رہا تھا۔ وہ بھی یہاں شروع کیا تھا اور وہاں کی غریبی میں چھپ کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ شہت ابڑا اور بیٹل آؤٹی رات کے وقت وہاں کا محاصرہ کرنے آئے تھے۔ کوکب نے اس سوچ پر بھی غصہ کر رہی تھی۔

کئی کی بات بہت بڑھ کر کرنے کے خفیہ آلات کی تھک عام طور پر زلفشاں میں ملے تھے۔ اس لیے ان کے حصول میں بھی کوکب کو غصہ و شکاری نہیں ہوئی۔ اس کو جب اس طرح شہت ابڑا کے آنے کی اطلاع مل جاتی تو وہ غصہ آلات ان کے کئی منصوبے میں مہیا کر دیتا تھا۔ اس طرح اس نے ان دونوں کی باتوں کے کئی ایچ کیسٹ بنائے رکھے تھے۔

ان دونوں کی باتوں میں سے کوکب کے من میں یہ بات آتی تھی کہ بیٹل کی دو خصوصیات تھیں: کوکب غریبی سے وہ بڑا اچھا صاحب مسند کے ایک خاص حصے میں بیٹھا جاتی تھی۔ اور انھیں ان ٹیبل پر بٹھ کر دیا جاتا تھا جو انھیں قریب کے ایک کھانے پر لے جاتا تھا۔

کوکب کو اس بات سے بھی بڑی اذیت ہوئی تھی کہ وہ اس کی گھبراہٹ کرنے والی نہیں سمجھتے تھے۔ دوسرے دن انھیں انٹرویو میں سے ملے ہوئے تھے۔ آخر انھیں نہ لایا جاتا تو یہ امر کھٹک گیا تھا۔

یہ معلومات حاصل ہو جانے کے بعد کوکب نے ان باتوں کی تصدیق پر غور کیا۔ غریبی میں چھپ کر رہا تھا۔ ان دونوں مواقع کی تصدیق لینے کے لیے کوکب ٹوڈ کو انٹرویو میں ڈالنے پر مجبور ہوا تھا۔ ان باتوں میں بیٹل اور شہت کے ساتھ کوئی آؤٹی ہاؤس کے علاقے کی گھبراہٹ کیا کرتے تھے۔

اتنا سوا کر کے تھکے بیٹل کوکب نے غریبی ہاؤس کا ایک کمرے میں چھپ کر رہا تھا۔ وہاں اس کی وجہ سے وہ بھی شہت میں چھپ جاتا تھا۔

ایک موقع پر کوکب یہاں تک کہ "شہت ابڑا" کو لے کر کوئی غیر جانبدار شخص کو مہیا کر دیتا تھا۔

دونوں محسوس کرنے لگے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے بھائی کی زندگی خوش نہیں رہ سکیں گے۔

کوکب کے سامنے ایک اہم بات یہ آئی کہ اندرون سندھ کے ایک دار پر سے شہت ابڑا سے اس کے بڑے بھائی بیٹل کی دوستی بڑھ کر اسرار کی تھی۔ شہت ابڑا جب بھی بیٹل سے ملنے غریبی ہاؤس آتا تھا تو وہ دونوں بھی ڈرائنگ روم میں نہیں بیٹھتے تھے۔ ان کی گفتگو صرف ان میں ہوتی تھی جہاں ان کے آس پاس کوئی نہ ہو جہاں ان کی باتیں نہ ہوتی۔

شہت ابڑا کی شخصیت نے بھی کوکب پر کوئی اچھا تاثر نہیں چھوڑا تھا۔

ماریج کے اندراجات سے کوکب کو معلوم ہوا کہ انھی دنوں میں اس پر ایک سختی خیز سزا سنائی گئی تھی۔

کوکب کا روبرو میں تو کچھ نہیں لیتا تھا۔ وہ فیکٹری میں بہت کم جاتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ فیکٹری گیا تو اسے ایک بڑی عجیب بات معلوم ہوئی۔ فیکٹری کا ایک چوڑا کھانہ کھانے کیلئے ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔

جب شہت ابڑا کو بھی آتا تھا تو بیٹل اسے فیکٹری سے "منوٹ" دے گا اور ضرور کہتا تھا۔

یہ باتیں سامنے آنے کے بعد کوکب نے اس معاملے کی نوید لینا شروع کی۔

نوید لینے کے دو سارے واقعات بڑی تفصیل سے لکھے گئے تھے جس کا ایک باب ہے۔ چاکر فیکٹری کے اس حصے میں غریبی دو ایک تیار کی جاتی تھیں۔

اگر وہ وہاں اپنے ہی ملک میں پھیلائی جاتیں تو جلد یا بدیر قانون نافذ کرنے والے کسی ادارے کو اس کا علم ہو ہی جاتا۔ اس لیے ان کی دواؤں کو قریب کے ایک اور ملک میں آگیا جاتا تھا۔

اس ملک کرنے والے افراد جو اہم پیشے تھے۔ انہوں نے مای گھروں کی وضع قطع بنائی تھی اور کسی نہ کسی طرح ان بیٹیوں میں پھیل گئے تھے جہاں وہ مای گھر آباد تھے۔ اس ملک کے لیے انھیں بڑے بڑے زبردست علاقے تھے۔

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کوکب کو اپنے بھائی سے ملنے کوئی محسوس ہوئی تھی۔ اس کا فرض تھا کہ وہ قانون کو اس غیر قانونی اور انسانیات سے کام کی اطلاع دے دیتا لیکن کوکب کے پاس جو اس کے دل میں بھائی کی محبت تھی۔ اسے یہ کمان بھی تھا کہ اس کے بھائی کو اس علاقہ پر ڈالنے میں شہت ابڑا کا ہاتھ ہو گا۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ اپنے بھائی

"ڈاؤنی" "ہاں" "کوکب سکر" "وہ کتاب جو ہمیں چیک کیے ایک آدمی نے دی تھی۔ تم نے شاید وہ کھول کر بھی نہیں دیکھی ہو گی؟"

"آپ کی اجازت کے بغیر کیسے دیکھ لیتا ہوں؟" کوکب نے اس کا شان چھو ادا سے دیکھا پھر ذکر اس کر کے میں آ گیا جہاں زلفشاں کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ اسے یہ بھی یاد آ گیا تھا کہ یہ اس کا بیڑا تھا۔

بستر پر لیٹ کر کوکب نے کچھ دیر پر غور کیا۔ اس نے اپنی تحریر بھی پڑھ لی تھی۔ ڈاؤنی کا آغاز مکمل ہو چکا تھا۔ فردری تک کے اندراجات پڑھنے کے بعد کوکب نے جان لیا کہ اس کے والد کا نام محمد الہ تھا اور خود اس کا نام کوکب غریبی اور اس کے بڑے بھائی کا نام بیٹل غریبی ہے۔

بیٹل غریبی کا نام پڑھتے ہوئے کوکب کو یہ بھی یاد آ گیا تھا کہ حکیم صاحب کی زبان سے بیٹل کا نام سن کر اس کے دل میں کچھ کچھ لگا تھا۔

محمد الدین ایک بڑنس میں تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کا بڑنس اور ان کا سارا بیٹل بیٹل کوکب اور بیٹل کے حصے میں آیا۔ وہ بڑنس ایک بہت بڑی دکان فیکٹری کا تھا۔ اس کا روبرو کے سنبھلے میں کوکب اور بیٹل میں کشیدگی پیدا ہوئی تھی جس کا سبب غریبی طور پر یہ تھا کہ کوکب کا روبرو میں کوئی کچھ نہیں لیتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ غریبی طور پر ایک آرٹسٹ تھا۔ پر بیٹل نہ ہونے کے باوجود اس کو صرف مصوری سے دلچسپی تھی۔ وہ باب کی زندگی میں بھی خود کو کا روبرو سے ایک فنکار دیکھتا تھا۔ محمد الدین نے چھوٹے بیٹے کے حوالے کر دیکھے ہوئے اس کی کاروبار سے مدد دیکھ کر بھی کچھ کچھ لگا تھا۔

انہی اندراجات سے کوکب کو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اور اس کی سہیلی بیٹی زلفشاں کا کچھ کے زمانے میں ایک دوسرے کی محبت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ تقسیم عمل ہونے کے بعد ان کی شادی اس لیے نہیں ہو سکی تھی کہ زلفشاں کی والدہ بھی اس پر اپنے شوہر سے بڑا راضی اور کر اپنے باپ کے پاس بیٹل کی شہت ابڑا کو دینی میں بڑنس کرتے تھے۔ سلطان علی کی کوشش تھی کہ کسی طرح بیٹی سے مل ہو جائے۔ لیکن وہ زلفشاں کی شادی اس کی خواہش کے مطابق نہ ہو سکی۔ لیکن یہ معاملہ دو سال سے کھانسی میں پڑا ہوا تھا۔ اس دوران میں زلفشاں اور کوکب کا کھانا بیٹل پر روبرو ہوا تھا۔

f PAKSOCTETY

فصل و احاد وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے یہ سوچتے ہی بھی ضرورت نہیں سمجھی کہ آنے والا کون تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ سامنے ارنشائٹ تھی۔ وہ تیزی سے اندر آئی اور یہ عرضاں کو کہہ کر پلٹ گئی۔
"کہاں چلے گئے تھے تم؟" ارنشائٹ کی آنکھوں سے غمی کے آنسو بہتے تھے۔

خدیجہ خور سے اپنی دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ
آہستگی سے اٹھا، دروازہ کے قریب گیا اور اسے بند کر
دیا۔ زونٹاں اندر آئی تھیں تو کب کو دروازہ بند کرنے کا
سوچ ہی نہیں مٹا اور ان دونوں کی حالت دیکھ کر گاؤں کے
سادہ لوح خدیجہ نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ اس وقت دروازہ
بند ہوا ہے۔

تو کتب اور نثر و نقاشی اور ان کی مشاعرہ و جہان بانی ہو گئے۔ مگر ان کے انوار و رحمت کی باتوں میں تو کتب کو بھی نذر ہو گا خیال نہیں رہا تھا۔ نثر و نقاشی اس سے واقف ہی نہیں تھی کہ وہ اس کوئی اور ہو گا۔

تقریباً سناٹا ایک طرف بیٹھا ہوا تھا اور اس کی
کی کوشش تھی کہ اس کی ٹھنسی اتنے دھڑکیں نہ پڑیں۔ اتنا
دھڑکیں کی گرم جوشی ایسی ہی تھی کہ کوکب اسی وقت چھ فوج
اتنا پٹس کی ٹھنڈی دھڑکیں۔

☆ ☆ ☆
جسٹس ٹری اپنہ منگنے سے نکل کر تیزی سے اپنی بیکاری
طرف بڑھتے ہوئے، سو بائیں فون اپنہ کان سے نکالے
ماؤتھ میں پس کسی سے جلدی جلدی کہہ رہا تھا۔ "تم تین چار
آدمیوں کو ساتھ لے کر فوراً سارا دہری اپارٹمنٹ آئیچو اور میرا
انتظار کرو۔ میں جس منٹ کے اندر اندر وہاں پہنچ جاتاں گا۔"
"او کے ہاس!"

جسٹس فخری نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اس وقت وہ اپنی کارکنان اور ان کے سینئر پر قبضہ چکا تھا۔ اس نے بڑی محنت میں ان کی اسٹارٹ کیا۔ اس کی کارروائی کے اعلان سے مکمل کر دیا۔ جسٹس فخری نے کہا کہ اس کے موہاں کی فون کی کھینچتے تھے۔ جسٹس فخری نے ایک ہفتہ سے اسٹارٹ کر سنبھالے ہوئے دوسرے ہفتہ سے موہاں کی اطلاع دیا جس نے برادر کی سینئر پر ڈال دیا تھا۔ اس نے اسکرین پر شہتہ اجڑو کام دیکھا اور منکر دیا۔ اس نے کل ریسرو اور کہا۔

”خوش رہو سائیں۔“
”چاہلیں سائیں؟“ دوسری طرف سے جہانگ
پوچھا گیا۔

موجودہ اوقات میں۔
اس نے فریج کھولا۔ اس میں رکھی ہوئی چیزیں اسے
دراہمی، جتنی نہیں تھیں۔ اس نے پانی کی بوتلی نکال کر اس
کے درمیان رکھ دی۔ پھر ایک کپ پورے سے اس نے دو
چائیں بنالی ہیں۔ ان بیٹروں میں اس نے اپنا پینہ دیا۔ چائیں
خوار کھانے پر فرائی فروٹ نکال کر رکھے۔ پھر دو بیٹریں اٹھ
لیں۔ اپنے ذرا رنگے روم میں بیٹھ گئیں۔
نہجہ اندھا ایک صوفے پر لیٹ گیا تھا۔ جلدی سے
اٹھ بیٹھا۔

”محبوبہ کھاؤ۔“ کوکب نے ایک پلیٹ اسے دی اور
 ”مرزا بیٹ خود سنبھالے،“ اسے ایک صوفی پر بیٹھ گیا۔
 ”سب اس گھر قافلہ میں تھسا گیا؟“ نذیرا نے
 تعجب سے پوچھا۔

ہاں، جم تہ کم، تو شروع کرو۔“
نہ پروا نہ پلٹ، ایک طرف رکھ کر اس میں سے ہوا نام
خارج کر دو کہ کب سے ہوا۔“ آپ سیکھ رہے تھے؟“
”اے۔“

”آپ بڑے آدمی ہیں سائیں!“ نذیر دارا انک
روم آیا۔ آتشیں سے مرعوب تھا۔
”کوئی دھیر ہے؟“ نہیں دیا۔

نہیں دے رہا تھا۔ "کو کھینچ پھینچاں ہنگ۔"
"نہا کھیر پھیرا ہوا" کو کھپ خوش تھا۔

خندہ کی مثل یہ سا گیا ادا کہ کے بعد کہہ رہا ہے۔
 "ہوں۔" کوکب متسلل آ رہا۔ وہ صبحی طور کھارہ
 تھا۔ اس کی ذہنی روست زرقشاس کی طرف مچی۔

”آپ سب کو یاد آگیا ہے یا نہیں؟“ تائید کے لیے پوچھا۔
 ”ہاں تائید کے لیے سب کو یاد آگیا ہے۔“

”اب آپ کاؤں تو چلیں گے؟“ سائیکس نے کہا۔

”ہاں تو یہ دانتیں ان لوگوں کو بھجوا دیں گے۔“
 ”میں گاؤں چلا جاؤں؟ سبھاگیا؟ آپا پوسے بات نہیں

”میرا دشمن نہیں، وہاں سب لوگوں کی ہوا ہے۔“

”اتھما نا کیلو۔“

کرب الکریم سے روایات اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جو شخص کرب الکریم کو پڑھ لے گا۔

کوکب کو بھی حالتِ غارت تک اس معاملے میں اوجھڑا رہا۔ بادشاہت واپس آ جانے کے بعد دوبارہ درویشان سے شہ کے لیے بہت سے زمینیں ہوا گیا تھا۔ اس نے کوکب کو اپنے درویشان کا سہارا دیا۔

دوسری طرف سے کول ریسیو کی گنجی۔ "ہیلو! درویشان علی کی آواز گئی۔

کوکب نے تلاوت کی آواز میں درویشان تھی۔ "کبھی ہوا درویشان! اسے یہ بھی ڈار آچکا تھا کہ وہ درویشان کو صرف درویشان کے گروہ کے گروہ تھا۔

”کو کب؟“ زار نظام کی آواز ایسی تھی جیسے اس نے
 اپنی چوڑا کے کسی گوشے کی ہے۔ ”نہیں ہے تم کو کب؟“
 تو مجھے آدھا کر دیا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تم کہیں
 جانتے سے پہلے بیٹھے۔۔۔

کو کہیں لے اس کی بات کا لی۔ "فون پر لو بار بار دیا کہ
 "کو۔ فوراً آ کر مجھ سے ملو۔"
 "کیا؟" "دو نشان لے لے جاتی سے چ ہوا۔
 "میرے بار بار فون پر۔" "کو کہیں لے گیا۔"

تو بھی یاد آؤ گا کہ درختوں میں سے بننے والی اپا، منٹ

"میں آؤ کر آئی ہوں۔" نرگش نے اپنے ہاتھ پر ہنسی کی۔

”اور ہاں“ کوکب جلدی سے پوچھا۔ ”ابھی کبھی ہے
 کرمت کر دیکھ میں آگیا ہوں۔“
 ”خیر نہ اسے بھی کب کب آئے؟“

”باتنہیں نہیں، جس تم آجاؤ۔“ گوب نے پھر اس کی
تکلیف دہانی۔ ”کوئی وجہ ہے کہ میں ایک توحید مان کے لے... جا۔“

”اچھا اچھا۔“ زورنٹیاں نے جلدی سے کہا۔ ”میں

گنگا کسی سے کچھ نہیں کہیں گی۔ میں آ رہی ہوں۔ اور پھر
میں سب کو سب کی کوئی اور بات ہے یہی بات ہے۔

کونسل کے اوتھوں پہ خوشی کی مسکراہٹ دیکھ کر وہی

کے لئے اس کے مشورے کے مطابق اس کے والد سے راجہ کر کے انجمن عربیہ پوٹھنہ میں داخلہ لے لیا جائے۔

وہ کر رہے تھے۔ اب وہ اس طریقہ پر چل رہا تھا جیسے
نہ مگر کے چپے چپے سے واقف ہو۔ وہ مین میں پہنچا۔

دوسری طرف سے تھوڑک کر کہا گیا۔ "شاہ میں
آپ کی آواز کیلئے رملہ ہاں۔ آپ کو کب صاحب قضا ہوگا؟"
"مئی میں، مئی میں" ان کو کہہ کر نے ملدی کہے گیا۔ "میں
نہیں سمجھی آپ کی آواز کیلئے ہاں ہے۔ آپ عادل ہیں غالباً۔"
"نہا ہاں۔" عادل نے ہنسنے کی سانس لیا۔ "غالباً
برے ہیں آپ کے لیے کوئی اچھی دوا ملا نہیں ہے۔ آپ
کیا کوئی جان کو ضرر ملے ہوگا کہ نہ ہی کا انتقال ہو چکا ہے۔"
"کیا؟" کوکب حلق مٹا دیا۔ "کب؟" اس نے بے
اختیار ہو گیا۔

”مجھے وہ سام یاد ہے جب آپ لڑی سے تھے
 آگے تھے۔ دوسرے دن چار ہجے لڑی کی کار کو
 کیڑے نہ ہو گیا۔ اس کیبھی نہ تھے انکسار ہم سے ہمیشہ
 ہمیشہ کے لیے تھکا کر دیا۔“

گوئی ہے ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی دبا لی۔ اسی
 سے فوری طور پر کچھ ہوا نکلی جاسکے۔
 "بیٹا! دوسری طرف سے آواز آئی۔
 "جواب دیا "گوئی کی آواز میری گئی۔" میں آہ سے

میں نے کسی وقت بات کروں گا۔ ابھی تو اس طفل نے مجھے کسی کاٹل بن نہیں سمجھا ہے۔ ”مجھ کو اس حے مادی کی کوئی

یہ حقیقت تھی کہ گوکب کو اپنا خاصا صدمہ ہوا تھا۔
میں نے براہِ فہم کو اذیت دی تھی۔

اس شخص کی ناک اطماع سے یہ معاہدہ مانی علی دو گیا
 کہ اس کا خط اس کی سلمان علی تک کیوں نہیں پہنچا رہا تھا۔ وہ
 ان اب تک شاعر و فیض نواز ملک کا بیڑ گرا کر اور ان کی

ہمارے لیے یہ سچا ہے کہ وہ انہیں نے زیادہ احتیاط سے کہیں
لے رہا ہو۔

”میرنی یادداشت دیکھیں تو یہ ہے۔“ موصوف

دو کچھ ایسی ہی صورت حال میں تھا کہ پروفیسر نواز
یوسف کی صورت کا صدمہ اس پر نہ پڑا اور یہ تک اثر انداز نہیں ہوا

اس کی یادداشت چرمی طرح ہمال ہو چکی تھی۔
 وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کچھ خبر دینی کام کر رہے تھے یا نہیں۔

جیسا کہ، چاہے اب اسے یقین ہو چکا تھا کہ اسے نکل کر لانے کی کوشش اس کے بھائی عیسیٰ نے کیا ہوگی۔ اس

ہوا جس کے بعد اب اسے اپنے بھائی سے کوئی جھگڑا نہ رہا تھا۔ اب وہ چاہتا تھا کہ اس معاملے کو پہلیس تک

6: - نوفمبر 2014 -

حاجه س. ز. العبد

نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ ایک نیا قسم کا
 ٹیبلٹ ہے بلکہ یقین نہیں آیا تھا کہ کوئی اس قسم کے
 نومبر 2014ء

”دعویٰ کیا تھا اس نے مجھے اس سے پہلے جو کلیتہً

67 - نوفمبر 2014

حاجی میرزا علی محمد

2014 7-9 166

جاسوسی دالجسٹ

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

یہ سچ صادق کا وقت تھا۔ کبھی بکلی برف پاری ہو رہی تھی۔ ہوا کے جھونکے برف کے ٹکڑوں کو اڑا کر فٹ پاخانہ کے کنارے سے ڈھیر کر رہے تھے۔ ایسے کی سرکاری شاہراہ پر ستانا طاری تھا۔ تمام ٹوک اپنے اپنے گھروں میں دھبے ہوئے تھے۔

البتہ ایک شخص آلی ناستہ بچہ روم کے داخلی دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ یہ قصبے کا واحد ریسٹورنٹ تھا جو رات بھر کھلا رہتا تھا۔ اس وقت صبح کے پانچ بج

بعض شہر... قصبہ اور علاقہ وہاں کے مکینوں کی ہرجان اور فخر کویتہ کا موصح بن جاتے ہیں... احساس طبیعت اور ماحول دوست افراد اپنے علاقے کے بارے میں کوشش بھی منطقی مانتے ہیں کہ وہاں رہیں ہوئے... ایک پوسٹکون... شوب صورت سے جھوٹے فحشہ کفر کرنا... جہاں ایک احسن آیا اور ایئر ٹاپسٹنڈیک کی گناہیاں کر رہا تھا...

قیانگاہ

سلیم بنور



بھوکوب اور زرفشاں نے دیکھا کہ ایک لڑکی ان کی طرف دوڑی پہلی آ رہی تھی۔ اس کے کپڑے آبی جگر سے چمکے ہوئے اور بے حد تپتے تھے۔ یہی حالت بالوں کی جھلک اور بکھرے ہوئے۔ چہرے پر بھی تپل کی آبی تھی۔ لیکن کہ اس کے نقوش اس میں دب گئے تھے لیکن کوب نے اسے پہچان لیا۔

”ماروی!“ اس کے منہ سے نکل گئی۔ اس کی آواز سن کر ماروی بھی چڑی اور تیزی سے ان کی طرف آئی۔ اس نے کوب کا گردن پکڑ لیا۔ ”تم مجھے جانتے ہو تو میرے سونے والی کو بھی جانتے ہو گے۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے۔“ اس کی یادداشت تھیں۔ ”کوب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔“ اس نے غم سے کہا۔

”بھو!“ ماروی نے قہقہہ لگا دیا اور تیزی سے ایک جانب دوڑنے لگی۔ اب وہ اپنی یادداشت کو جانچ رہی تھی۔ ”ماروی!“ کوب چلنے لگا۔ اس کے پیچھے دوڑا۔

لیکن اس نے پہلے کہ وہ دونوں ماروی کے قریب پہنچے۔ وہ ایک تیز رفتار دوڑنے کے سر اڑا کر گری۔ اس کے سر سے خون اٹھ رہا۔

”ماروی!“ کوب نے ٹپک کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔

ماروی کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے کوب کی آواز سن کر آنکھیں کھولیں اور پھر اس کا منہ اس طرف مٹا دیا۔

”سوفو ما!“ اس کے منہ سے نکلا۔ اس کی دھندل ہوئی ہوئی آنکھیں تھاپ کر گریں۔ اب اس نے کوب کو پہچان لیا تھا۔

کوب کی یادداشت سر کی چوٹ کے باعث نکلی تھی اور ماروی کی یادداشت سر پر چوٹ کھانے کے بعد واپس آئی تھی۔ لیکن اس وقت جب اس کی زندگی کا رخ بدل گیا تھا۔ اس نے ایک ٹپک لگی اور اس نے سر کوب کی گود میں ڈھک لیا۔

اور گردنوں کا پیچہ بڑھتا جا رہا تھا۔ کوب کے ہوش اب اس کی ہونے لگے تھے۔ اسے احساس ہی نہیں تھا کہ اس کی آنکھوں سے ٹپکے ہوئے آنسو ماروی کے خون سے بھرے ہوئے پیرہنے پر ٹپک رہے تھے۔

”اب میں باقی زندگی آپ ہی کی خدمت میں گزاروں گا سا کبھی۔“ خدیو نے دوتے ہوئے کہا۔ ”ختم سائیں مرحوم نے مجھے یہی وصیت کی تھی۔“

کوب نے اسے اپنے سینے سے دگایا اور دلی سوز آواز میں بولا۔ ”میں خدیو کا دم میرے پاس خدمت گزار کی حیثیت سے نہیں، میرے چھوٹے بھائی کی حیثیت سے رہو گے۔“

کوب کو ختم سائیں کے بارے جانے کا حق تو ہو۔

یہ قاتلین ماروی کا یہ انتہام اس کے لیے بڑا اذیت ناک تھا۔ وہ تصور کر سکتا تھا کہ ان مجبوروں نے اس معصوم لڑکی کا کیا شکر کیا ہوگا۔

سلمان بھی جب مرے کی عداوت حاصل کرنے کے وہیں لوٹے تو کوب نے ان کو یہ ساری باتیں بتائیں۔

”مجھے معلوم ہے بیٹا!“ سلمان علی نے غصہ سے سانس لے کر کہا تھا۔ ”جب وہاں کے ایسے امیر آئی نے

دلاور کو تہہ لڑی کر اپنی وراثت کی افلاک دی تھی تو یہ سب کچھ بھی اس کے علم میں تھا جو اس نے دلاور کو بتا دیا تھا۔ میں جس ماروی کے معاملے میں ہے میرے نہیں۔“

”اسے تلاش کرو ایسے ڈیڑی!“ کوب نے بیانیہ لہجے میں کہا۔ ”وہ بھی ملنا پڑے ڈیڑی اور وہیں مٹ جائے۔“

سلمان علی نے ادا کی سے کہا۔ ”میں دلاور کو اس کام پر لگا دوں گا۔“

سلمان علی نے جو کچھ کہا تھا اس پر غصہ بھی کیا لیکن چند دن بعد وہ خود جانے کے بعد بھی ماروی کا جنازہ نکالے گا۔

ایک شام کوب اور زرفشاں کہیں سے اپنے گھر لوٹ رہے تھے تو ایک بیکٹر ٹریفک جام ہو گیا۔ ان کی کار اس میں پھنس گئی۔ تو یہی نہیں کہ وہاں سے اعلیٰ میں کھینے سے پہلے نکل سکتے۔

زرفشاں نے اپنے گھر فون کر کے شہر کو بتا کر انہوں نے اپنی کار کہاں کھڑی کی ہے اور یہ کہ وہاں آکر کسی طرح کار لے جائے۔

اس کے بعد زرفشاں اور کوب پھول میں بڑے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ کسی چھوٹی موٹی گاڑی میں کوئی رکشا بھی نہ کیا تو وہی میں اپنے گھر پہنچ جائیں گے۔

وہ رینگنے کی تلاش میں بیکٹر ہی رہے تھے کہ ایک جانب ہونے والے شور نے انکے اپنی جانب متوجہ کیا۔

”پاکس ہے، پاکس ہے۔“ کی صدا ان کی دہلیز سے



تذریعہ سازش

سازشیں ذہن جب کسی معاشرے کا تانا بانا بننے ہیں تو وہ صرف ... دوسروں کے نقصان پر گہری نظر رکھتے ہیں۔۔۔ فلسفہ ماحول میں ان کثرت عناصر کسی نہ کسی گہنائی سازش میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ ایک متنازعہ فلم کی شوٹنگ جس میں دیکھتے ہیں دیکھتے حلقہ متاثر شامل ہو رہے چلے گئے۔۔۔

میں جب دفتر میں داخل ہوا تو ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں جا رہا تھا کہ اس بجت کو ان لوگوں کو سن سکتا ہے۔ میں نے وہ بیرونی گھرنا میں چلے اور ان انداز میں کہا۔
"نہی! ایکٹو ایجیٹس۔ میں آؤں تو بل رہا ہوں۔
مستری خیر اس وقت وہ دھڑکنے لگا۔
"جھوٹ بولنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کم از کم اپنی آواز ہی بدل لینے کو میں چاہتا ہوں کہ یہ تمہارے پس کا روگ نہیں۔" میرا اندازہ درست نکلا۔ وہ کارل کو برقی۔

جاسوسی ڈائجسٹ - 74 - نومبر 2014ء

فردخت ہو چکی تھیں اور اس بھٹکتی نظر نے آج صبح تھیں
ماچس میں لی تھیں۔ سراسر کے پاس 312 سے 314 نمبر والی
ماچس لگا تھا۔

"یہ ان میں سے ایک ہے نا؟" پٹرول میں نام
بریدی نے ہم کی جانب ایک ماچس بڑھاتے ہوئے
پوچھا۔ "اس پر 313 نمبر چسپا ہوا ہے۔"

"ہاں یہ ان میں سے ایک ہے۔"

"میں اس کی ماچس چاہتا تھا۔" پٹرول میں نے کہا
اور مارٹی کی جانب گھوم گیا۔ "تم خود کو اسٹیشن اور گھر کے
اندام میں زیرِ حراست سمجھو دوست۔" اس کا لب لباب
سمت ہو گیا تھا۔ "بب تم نے اس کی گھر کی اسٹیشن اسٹیشن
آؤٹی کے سر پر ضرب دیا کی جس کو تمہاری ماچسوں میں
تے ایک ماچس گر گئی تھی۔ یہ وہی ماچس تھی۔"

313 ماچس میں نے سوچا کہ یہ واردات جس شخص سے
ہم کی تھی وہ جانے واردات سے اپنی عدم موجودگی
میں کرنے کے لیے شاید ہم کے ریسٹورنٹ میں موجود
ہو گیا تھا جس قیاس میں اس کی سوچے اور کوئی جگہ چلنے
کے لیے عملی ہوئی نہیں ہوئی۔

یہ سنتے ہی مارٹی کے منہ سے ایک فراہم سی پیدا
ہوئی اور اس نے اپنا رخ اور کھانا پناہ لینے اس وقت تک
رہسٹورنٹ کا مالک وہ ماچس اس کے منہ میں ڈال دی
تھا۔ اس نے ایک پوچھ پچھ میں تھانی ہوئی تھی۔ اس نے
تعلیٰ کہ مارٹی اپنا رخ اور کھانا پناہ لینے میں کامیاب ہوا، ہم نے
پوچھ سے مارٹی کی کمر بڑی بھاد کی۔

مارٹی نے ایک کمر بڑی پوچھ پچھ کیا۔
"مجھے یہ شخص ویسے بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔"
رہسٹورنٹ کے مالک ہم نے پٹرول میں نام بریدی سے
کہا۔ "اس نے کہا تھا کہ اسے ہمارا یہ قیاس اچھا نہیں لگتا اور
وہ یہاں قیام کر رہے تھے۔"

"لیکن ہوش میں آنے کے بعد اس کی یہ رائے وہی
جانے کی کیونکہ اسے ایک لمبے عرصے تک یہاں بھول گیا
سٹیشن کے چھپے قیام کر رہے تھے۔" پٹرول میں نام
بریدی نے کہا اور ساتھ ہی بے شکہ پڑے مارٹی کے
انگوٹوں میں بھڑکنی پڑ گئی۔

مگر وہ دونوں مارٹی کے ہوش میں آنے کا انتظار
کرتے تھے۔

کتنے کچھ آپ بچے تھے؟" پٹرول میں نام بریدی نے
پوچھا۔

"صرف دو۔" کاؤنٹر میں ہم نے جواب دیا۔
"ایک موٹہ آدمی اور ایک چھٹا۔" اس نے سر کی جھٹکا
تے مارٹی کی جانب اشارہ کیا۔
"میں نے مارٹا اسٹیشن سے کسی چیز کی خریداری کی
تھی؟" نام بریدی نے سوال کیا۔

"اس نے آدمی کے کوئی خریداری نہیں کی تھی۔
البتہ اس بھٹکتی نظر نے سر میں ایک پیکٹ لپٹا تھا۔" ہم نے
تھا۔

مارٹی نے اپنا کافی کا پ پیچھے رکھ دیا اور کاؤنٹر کے
مقابلہ کے ہوئے اسٹیشن پر تھے پیچھے لڑا گیا ہے ان
دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سے غصے کی۔

آؤٹی تھی۔
"تم پوچھنا کیا پوچھ رہے ہو؟" مارٹی نے پٹرول میں
سے کہا۔ "تو کوئی وجہ ہے کہ میں یہاں ایک سہارا
پیکٹ بھی نہیں خرید سکتا؟"

"اچھا تو کوئی بات نہیں ہے۔" پٹرول میں
بریدی نے کہا۔ ہم تو صرف ہم کے لٹری نمبر کے
بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ تم کی جیت کے حق دار
ہیں سکتے ہو۔"

"لٹری نمبر؟" مارٹی نے واٹ لٹالتے ہوئے
کہا۔ "ہاں، میں بھی لٹری جیت سکتا ہوں۔ طریقہ کار
کیا ہے؟"

"میں دن بھر میں خریداری کرنے والوں کو
ماچس دیتا ہوں۔" رہسٹورنٹ کے مالک ہم نے بتایا۔
"مگر ماچس کی ایک جانب اس رہسٹورنٹ کا اشتہار چسپا ہوا
ہے اور دوسری جانب ایک نمبر ہے۔ ہر سچے کی شب ہم مشتے
بھر میں فروخت ہونے والی ماچسوں کے ہر ایک بیٹ میں
ڈال دیتے ہیں اور ان کی نمبر کا ادا کرتے ہیں۔ کئی نمبر انعام کا
حق دار قرار پاتا ہے۔"

"باقی ایسا ہی ہے۔" پٹرول میں نام بریدی نے
اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "آج تک تم نے کون سے نمبروں
والی ماچس فروخت کی ہیں؟"

رہسٹورنٹ کے مالک نے اس بڑے سے ہمیں پرنٹر
ڈال جس میں ماچس کے پیکٹ کے ہوتے تھے۔
"گزشتہ شب تک 311 نمبر تک کی ماچس

جاسوسی ڈائجسٹ - 74 - نومبر 2014ء





ہدیر شب بوی

کرنے کے مشن میں اس کی مدد کیا۔

اس تھی آئینہ بے کی کامیابی نے کیرٹ سسٹمز کو بہت متاثر کیا جبکہ اس سے پہلے کامیورسٹل کی قزاقوں میں اندراج سسٹمز بہت کامیاب تھیں۔ سسٹمز کو براہ خیال تھا کہ کیرٹ سسٹمز کی مستقل میں اس پائے کی اسٹارڈ ثابت ہو سکتی تھی۔ اس لیے وہ ان بیٹوں کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ کوکر میں کوکر کے اس خیال سے متعلق نہیں تھا لیکن سنی نے بھی سنی محکمہ سے ان

”تمہارے پاس کوئی ہتھیار تو نہیں؟“ اس نے کلک کلک کیے میں ہوجا۔
”یہاں آنے کے لیے مجھے کسی ہتھیار کی ضرورت نہیں ہوئی۔“ میں نے ناگوار سی کہنے۔ ”مجھے اس کے ہاتھوں پنا سے جھنڈا ہٹ ہورہی تھی کیونکہ میری آنکھوں کے سامنے وہ چمک لہرا تھا جو پندرہ منٹوں بعد مجھے ملنے والا تھا۔“

”شیک ہے جاؤ۔“ اس نے یکو شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔ ”اپنا خیال رکھنا۔“

میں نے اپنی کارنی اس عمارت کے باہر کھڑی کی جس میں کوکر کا دفتر تھا۔ والے پہلے سے دوپہا رنگ کی ہونک کار میں سوجھو تھیں۔ ان میں سے ایک کوکر اور دوسری اس کی بیک بٹری کی گئی جس کا مطلب تھا کہ اسے معقول خواہ مخواہ تھی ہوئی۔

بیک بٹری کو پہلی نظر میں دیکھتے ہی اس کی مالی حیثیت کا اندازہ ہوجاتا تھا۔ وہ چھٹ فٹ قامت کی سلیمر سے ہاتھوں والی چمکش عورت تھی، اس نے اس وقت سیاہ رنگ کا جالی دار لباس پہن رکھا تھا۔ جیسے ہی میں گھر سے داخل ہوا اس نے مجھے چمک بکڑا دیا اور مسکراتے ہوئے بولی۔
”سسٹمز کوکر نے کہا ہے کہ تمیں فرواد اندر بھیج دیا جائے۔“

میں نے کچھ کے بغیر وہ چمک کوکر کی اندرونی جب میں دیکھا اور پہلی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کوکر مجھے دیکھتے ہی بولا۔ ”گپاں رو گئے تھے، میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“

”تم اپنے گاڑ سے پچھڑے آتے جاتے لوگوں

معاذت میں دانتے لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس کی زیر محفل علم کو رکھا آف دی کیسی بیکر بھی پر جتنی اور مارکیٹ میں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ ایک سال کے اندر رنگ کا رنگ وہ دہرا دہرا لہجے ہونے والی ہے۔ کوکر نے اس پر اپنی کھالی کے حق پر خرید لیے تھے اور اس کا یہی تھا کہ اس کھالی پر ہی ایک کم قیمت کی فلم تھانے تو اس پروڈیوٹ کی بارش ہو سکتی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ فلم میں اور انٹ اور ہری ہوئے جیسے باصلاحیت اداکاروں کو ڈانٹ نہ لیا جائے کیونکہ وہ جٹ مالکا معاشرہ طلب کرتے اور نئے وہ اس شخص کی ضرورت محسوس کر رہا تھا جس نے رینکور میں سے کوکر لینے کی کھالی خریدی تھی۔ کوکر کا نظریہ تھا کہ کوکر اور سسٹمز کام کیا جائے۔

کوکر اسٹوڈیو کے کمرٹ پر مخالف نے مجھے روک لیا۔ ”معاذت! وہ مجھے جانتا تھا لیکن شاید اسے باتیں کرنے کے لیے کسی شخص کی تلاش تھی کیونکہ بڑے فلم اسٹارز کوکر کے بغیر ہی دنیا کا رینڈر لے جاتے تھے لہذا اس نے مجھ پر ہی انڈیا کرنا کانی سمجھا۔ اس کا نام میری بی بی قادرہ میں نے اپنے ہاتھ میں ہائی روز لکھنے کا ایک شمارہ پکڑا ہوا تھا۔ ناٹا اور اشتہار کرنے کے لیے اسے پاس اس طرح کی کوئی نہ کوئی چیز رکھنا پڑتی تھی۔ اس نے کارنی کھڑکی میں سر ڈالتے ہوئے کہا۔

”خیر یہ تو ہے تمہارا ناؤ ست لگت دیا ہے کہ کیسی بکڑی ہو کر رہ گئی۔“ میں نے منہ نہ کھلے ہوئے

کہا۔ ”ابھی میری کوکر سے بات نہیں ہوئی ہے۔“

کرنے والے اداکاروں کو ہر طرح کی مشکلات اور میڈیا کے سلسلوں سے بچانا۔ جب تک مجھے امان معاشرہ مل رہا ہے اس کے کام میں کسی غشی کرنا رہوں گا۔ میں نے سوزی کیرٹ کو ہائی ووڈ لے دار کے مقب میں ایک ہوٹل سے کھانسی کیا اور اس سے پہلے کہ اخبار کی رچ رچ اور پاراڈی فر نوکر افروز اس تک پہنچنے میں اسے اٹھن گھر لے آیا۔ اس کی بیٹوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ اسے بھاننے کا موقع نہیں دیں گی کم از کم جب تک کہ اس کی اگلی فلم ریلیز نہ ہو جائے اور وہ اسٹوڈیو کے لیے پچھڑے گا سنی، اس طرح یہ مشن کامیابی سے مکمل ہوا۔ مجھے تو سنی کی کوکر پر مجھے اس خدمت کا معقول معاوضہ دے گا لیکن وہ بیٹوں پر ان کی لگائے بیٹارہا لہذا اس کا خون سننے کے بعد موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”جب تک مجھے پینہ کام کا معاوضہ نہیں دے گے وہیں نہیں آؤں گا۔“
”مجھ سے پینہ معقول تنخواہ ملتی ہے۔“ وہ فرماتے ہوئے بولا۔

”وہ حیرت انگیز میرے لیے ویب چلی کے دانے کے برابر ہے اور یہ شخص مجھے تمہارے کام کے لیے تیار رہنے کے عوض ادا کی جاتی ہے۔“ میں اس کام کا رنگ سے معاوضہ دیتا چاہیے۔ جانتے ہو کر اس نے ٹکی کوڈا نہیں لے کر نہ آتا تو تمہارا اداکاروں والے رنگ مقصان دیتا چاہیے اور مجھ سے سسٹمز سے فلم کی ٹھانگ کر پڑتی۔
”میری ویل بک کرنا کرنا کرنا ہوئی وہ نرم پڑتے ہوئے بولا۔ ”تم یہاں آؤ گے تو رقم مل جائے گی۔ میں ابھی سلیمر بٹری سے کہہ کر تمہارا چیک ڈیٹا ہوں۔“

”اسکی بات ہے تو میں ایک لمحہ نتائج کے بغیر تمہارے پاس آ رہا ہوں۔“
سسٹمز کوکر اسلیٹ پر تھیں میں دیکھتا تھا۔ اس کے خیال میں کوکر کو جوہر اور شو ٹکانی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی کامیاب ترین فلموں میں سے ایک ایلن او میر کی تھی جس میں ایک شہرہ پندہ نور جان زمین دار ڈان جارج کوکر نے روات کو نہیں بدل کر مظہر کسانوں اور کیرٹ کے حرد و دل کا مخالف بن کر روات کوکر تھا۔ وہ اپنے آپ کو اندھیرے کا حصہ بنانے کے لیے ہمیشہ سیاہ لباس پہنتا تھا اور اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا جاکٹ ہوتا تھا اس کی گوار چاندی کی گئی لیکن اس کا دست میں سیاہ رنگ کا تھا۔ اس کے پاس نیرو نام کا آکا تھا جو مظہر طبقہ کو انصاف فراہم

کوکر اسٹوڈیو کا رنگ۔ وہ مجھ کو کھنگرانا ڈانسی لکے چکے تھے۔ نہ کہ کوکر کا تھانیں اس وقت اس کے لیے میں کھڑی ہتھیر کی ہتھیر رہی تھی۔
”خیر یہ تو ہے سسٹمز کوکر آج صبح میری یاد کیسے آئی؟“

”ایک بہت بڑا مسئلہ درپوش ہے اسی لیے حسین خون کیا ہے۔“ وہ مجھ پر لہجے میں بولا۔
”جیسے جیسے۔“

”کوئی شخص کوکر کا کافی وی جیسے بیٹو کے سین پر تحریر کیا اور کوکر کا ہے۔“
میں ماتھا تھا کہ یہ کوکر اسٹوڈیو کی بہت بڑی فلم ہے اور اس سے مالکوں کو کافی امیدیں وابستہ تھیں مگر میں نے باجی کوکر فراموش ہونے کے لیے کہا۔ ”کیا تم اس فلم میں کوکر کا کاردار کوکر رہے ہو؟“

”یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔“ وہ جھپٹاتے ہوئے بولا۔ ”میں بہت پریشان ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم اپنے طور پر اس معاملے کی چٹانیں بنا کر دے۔“
”مجھے ابھی تک کیرٹ والے معاملے کی محسوس آواز نہیں ہوتی ہے۔“

کیرٹ سسٹمز اسٹوڈیو کی فراخس کے ساتھ ساتھ کوکر کی بھی کیا کرتی تھیں اور بڑی بڑی شہرت کی جانب بڑھ رہی تھیں کہ اچانک ہی ان میں سے ایک نے کسی لڑکے کے ساتھ لہرا ہونے کا منصوبہ بنا لیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس وقت صرف ماٹن کے بجائے جہاز پر سوجھو ڈراما ٹیبل کی دلی بھی گاڑ دینا ہوگا جو شہرت سے اپنی جگہ ہاتھوں کی کی محسوس کر رہے تھے۔ کیرٹ سسٹمز کی کھانسی نے ایک ٹھیکہ مارا اور ڈراما انڈیا کی فائبر سے وہ نوکر افروز اس کی کھونٹ میں لگ گئے۔ لکھا وہ تھا جب کوکر نے مجھے اسے تلاش کرنے کی ذمہ داری سونپی۔

میرے کا کپڑوں میں خام طور پر بھیجی ہوئی مھر لے عورتیں اور آواز و حراں مرد ہوتے تھے۔ جو مجھے اپنا بوجھوں یا خود ہونے کی جاسوسی کرنے اور ان کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا ”قول“ معاوضہ ادا کرتے ہیں لیکن کوکر میرا مستقل کپڑہ ہے۔ کوئی کام ہو یا نہیں وہ مجھے براہ ایک محسوس ہی دہم لہو دیکھتا ہے گویا ایک طرف سے میں اس کا غلام ہوں۔ اس لیے وقت چڑھنے پر سارے کام چھوڑ کر اس کی خدمت میں لگ جاتا ہوں اور میرے فراموش میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کی قسم میں کام

سے باتیں کرنے کا شوق ہے۔
 "ابھی! ابھی! چل جاؤ۔" وہ شاید مزید وقت مانگ
 کرنے کے لیے سواڑ میں بیٹھا تھا۔
 "تھک گیا ہے؟" میں نے اس کے سامنے والی کرسی
 پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ایک مشکل آن چڑی ہے۔" وہ اپنے سیاہ بالوں
 پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "تم جانتے ہو کہ جہاز کی گورنر
 قسم ایک ہرگز منصوبہ ہے اور میں اسے جہاز جلد مکمل کرنا
 چاہتا ہوں۔ اس میں کوئی تاخیر یا حادثہ میرے لیے مآخذ
 برداشت ہے۔"

"کیا کسی شخص کو کوئی نقصان پہنچے؟" میں نے
 پوچھا۔

"میرے لیے کوئی بھی اہم نہیں ہے۔" وہ منہ
 بتاتے ہوئے بولا۔ اس کا مطلب فوراً ہی میری سمجھ میں
 آ گیا۔ گورنر کا فلسفہ یہ تھا کہ ہر شخص کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن
 اس کے لیے کسی ایسے شخص کو تلاش کرنا مشکل تھا جس کے
 پاس گورنر کی کمال ہو سکے۔ وہ بھی میں ہی اس کے لیے جہاز کی
 قیمت نہیں دے سکتا تھا۔

"اب تک چھوٹے سونے واقعات دور رہے ہیں۔"
 وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "مثلاً کافی میں
 جالب اور دو ملاقات۔ دو مشینوں کو نقصان پہنچا اور بجلی کے
 تار کا ٹک ان سے ٹکنا مشکل نہیں لیکن یہ سب باتیں
 پریشان کن ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے بھی زیادہ
 بڑی ضرورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔"

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا؟"

"اس طرح کی چیزیں ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتی
 ہیں۔" وہ تشریحیں خاک سے گھسے میں بولا۔ "کوئی ایسا شخص ہے
 جو ہمیں چاہتا کہ ہم یہ قسم کھائیں۔"

"ایسا کون ہے جسے اس قسم کی وجہ سے پریشانی ہو
 سکتی ہے؟"

"یہ میں کیسے جان سکتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "میں
 ہے کہ کنگ کا کنگ بتانے والی ہوتی ہے پھر وہی ہو کہ ہم ان کی
 قسم کا کرنی سیک جاتا ہے جس کا کوئی اور شخص جو ہمیں پہنچ نہ
 کرے اور۔"

"میں کا ٹیکر کا دور اس وقت تک وہاں رہا جب
 تک یہ ترچیں قسم نہیں ہو جاتیں۔"
 "اس قسم میں کون کا کام کر رہا ہے؟"
 "دائیں بلیکس اور واٹس اور کس۔"

میں نے ایک دلو بلیکس کو ایک سیٹ سے ہونے میں
 پکڑا تھا چنانچہ وہ ایک اسٹنٹ میں کولر اور ڈی سی سی کے
 ساتھ قیام پذیر تھا۔ اس غریب کے فرشتوں کو بھی قسم نہیں تھا
 کہ اس کی بیوی کی گلی کی گھار سی ہے جب تک وہ خود اسے نہ
 بتائی۔ میں نے گورنر سے پوچھا۔

"کیا راجہ جی اس قسم میں کام کر رہا ہے؟"
 گورنر نے چند لمحوں کے بعد کہا۔ "نہاں۔ وہ
 اس قسم میں گورنر کے ساتھ جو خطرہ ایک ماحول شوب
 کروائے گا۔ تمہارے خیال میں کیا وہ کوئی مسئلہ پیدا کر سکتا
 ہے؟"

"نہ ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔ "وہ کوئی وجہ کی بنا پر
 بلیکس کو نقصان پہنچا سکتا ہے جس کا مطلب علم کو تباہ کرنا ہے
 پھر یہاں واٹس اور کس بھی ہے۔"

راجہ اسے ایک بڑی قسم کھاتی آر کے اسے اپنے سفر
 شروع کیا لیکن جلد ہی اس کا حوالہ ختم ہو گیا کیونکہ وہ کھیتی
 کے دور چاہت کاروں کے ساتھ دنگ لیان ملتا ہے ہونے
 چوڑی کی قسم اور یہ کاروان کی ہو چکی ہے انہماں دیا۔
 شاید مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ سب کیسے ہوا۔
 میں آؤ کے او کے لیے کام نہیں کرتا تھا لیکن ان چاہت
 کاروں کی وجہ سے سارا کا چنا کھول دیا۔ اس کے بعد
 واٹس نے آؤا مشیت میں جو نہیں کس لیکن وہ کام
 رہا۔ اب وہ گورنر کے ساتھ کام کر رہی تھی۔

"دو کیوں ہمارے لیے مسئلہ پیدا کر سکتی ہے؟"
 گورنر نے پوچھا۔

"اگر اس سازش کے پیچھے آؤ کے آؤے تو وہ اسے
 استعمال کر سکتے ہیں۔ واٹس اگر یہ اپنی بوکا کا شاپراں کے
 عوض او سابقہ کھیتی سے غنا معاہدہ کرنے میں کامیاب
 ہو جائے تو اسے تباہی قسم کا چاہت کار کرنا ہے۔"

"اور کس کی؟"

اس کا نام سننے میں نے اطمینان کا سامنا کیا۔ وہ
 ان لوگوں میں سے تھا جو نہ تو تیرہ کی کے ساتھ کام کرتے
 ہیں اور سیت پر یا شوبنگ کے بعد کسی غیر اخلاقی سرگرمی میں
 حصہ نہیں لیتے۔

"تمہاری تھر میں کوئی اور ایسا شخص ہے جو مسئلہ بن
 سکتا ہے؟"

میں نے پوچھا۔
 گورنر اس موضوع پر ہنسنے لگے۔ "کیا تم سارا ان یہاں
 قہر اس نے سمجھا ہے ہونے کہا۔" کیا تم سارا ان یہاں
 پڑ کر ملاقات پر باتیں کرتے رہیں گے۔ میں نے پوچھا اور
 ان کی باتوں کا جائزہ لے کر ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ میں
 پڑ کر ملنے کے لیے بیٹھ ہوں۔

میں اس موضوع پر قسم کا سیت لگا ہوا تھا وہ مسرور
 کے رات سے زیادہ قائل نہیں تھا۔ ویسے بھی میں عموماً
 وہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ اس طرح بہت دنگ دیکھنے اور
 سننے کوں پاتا ہے۔ اس وقت بھی میں نے بہت کچھ دیکھا۔
 ان کی سب سے اہم کیفیت قبول تین او کا وہ اپنے بیٹے
 کا کپڑے کی قسم۔ اس نے اس کی طرف اشارہ کیا جسے اس نے مجھے دیکھا
 ہی نہیں۔ اس کے لیے اسے ان تمام کپڑوں کا کچھ کچھ
 کپڑے اسے اپنے بال پر اس کے ساتھ پھر تک لینے میں
 رہتا تھا۔

میں عام روزانہ سے اسے اسلوب میں چلا گیا۔ یہ
 ایک سیٹ پر بیٹھ گیا جس کا رقبہ ہوائی جہاز کے بیٹھنے کے
 برابر تھا اور یہاں عموماً کھیتی کھولنے کی قسم بندھی ہوا کرتی
 تھی۔ اس وقت وہاں کی قسم کی شوبنگ نہیں ہو رہی تھی اس
 لیے میں یہ حائل چلا گیا اور یہ کہ میں کوئی جھگڑا
 نہیں کرتا اور اسے دیکھ کر غماصا تھا ہوں۔ اس نے مجھے خاموش
 کھڑا دکھائی دیا۔ اس کی بیوی کی قسم اور اس کے بیٹے
 کی قسم اسے حائل کر رہے تھے۔ اسی طرح سارا کچھ
 دیکھنے کے لیے حائل تھا۔

مجھے سب سے زیادہ اس چیز نے متاثر کیا۔ وہ بلیکس
 کی قسم پڑا ہوا تھا لیکن ان کے بیٹے نے زبانی قسم کے چھوٹے
 فریڈا بلیکس دیکھے تھے لیکن ان کا تعلق گورنر اسلوب سے
 اس کا نام چھوڑنا شروع کیا ہے۔ اس کے اڑنے کا کوئی ٹکڑا
 نہیں تھا۔ وہ اس قسم کے لیے کسی ہلکا تھا۔ یہ نہیں
 ایک۔ اسے قابو نہیں ہے وہ بہت اوپر ایک قسم کے ساتھ
 تھیں۔ اس نے اپنے لٹا ہوا تھا۔ اس کے پاس ہی چھوٹا
 کپڑا تھا۔

باتیں کر رہے تھے وہاں میں سے ایک دائیں
 بلیکس تھا۔ اس نے فرے کا ڈالا چڑھے گا لیا ہی نہیں
 وہ تھکا ہوا ڈوباز کی کے دوران استعمال کی جاتی ہے۔
 اس نے ہاتھ میں چڑھے کے ایک کوئی چوڑی ہوئی تھا اور
 اپنے دھڑکتے کے وقت ہی پہناتا تھا اس کے پیچھے
 کھینچتے تھے ہاتھ خراب ہو جاتے۔

میں نے ہاتھ میں کوئی روڑا رکھی ایسے ہی لباس میں
 تھکے ہوا میں کوئی روڑا رکھی ایسے ہی لباس میں

سازش
 ملیوں اور اسی طرح کی کوئی ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ میں کچھ
 کیا کہ یہ دونوں کسی ایسے سکن کے بارے میں گفتگو کر رہے
 ہیں جس میں راجہ کو بلیکس کی قسم پڑ کر ملنے کا کمال
 دکھایا تھا۔ راجہ کے بارے میں ایک قسم کو ملنے کا کمال
 پڑ کر ملنے کا کمال اور اس نے وہ بلیکس کا اپنے بازو میں دبا رکھا
 تھا۔ اس کے اپنے بال سے یہی طرح آرام دہ تھکے تھے۔ مجھے
 وہ شخص فوراً ہی پسند آ گیا۔ میں نے اوپر آؤم کھینچ کر
 واٹس اور کس کو دیکھا لیکن وہ نہیں نظر میں آئی۔ شاید اس
 زمین میں اس کا کام نہیں تھا وہ اپنے ڈاؤننگ روم میں
 آرام کر رہی ہوگی۔

چند منٹ بعد یہ گروپ منتشر ہو گیا اور میں گورنر کی
 کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کرسی پر بیٹھتے
 میں نے اپنا اختلاف کر دیا اور کہا کہ میں یہاں ان
 واقعات کا جائزہ لینے آیا ہوں جو سیت پر پیش آرہے ہیں۔
 اس نے کھڑے انداز میں منہ کرتے ہوئے دیکھا اور بولا کہ
 اسے مجھ سے مل کر خوش ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے
 اپنی بیوی کی قسم اور گورنر کی قسم کی جانب بڑھائی
 اور میں نے اس کا تعارف کلا کر سمجھ لیا۔

"میرا نام کس ہے۔" اس نے کہا۔ "مارک فن۔"
 اس نے اپنا ہاتھ سے ہمارا ہوا ڈوبوا میں لہر کر سیت کی
 طرف اشارہ کیا اور بولا۔ "کیا یہ سب بہت شاندار نہیں
 ہے؟"

"یہ تمہارا پہلا بڑا کام ہے؟" میں نے پوچھا۔
 "یائیں چلا۔" میں نے ساری زندگی اسی کا
 خواب دیکھا تھا۔ اس وقت سے جب میں نے گورنر کے
 کوال پر کام شروع کیا۔

"تم نے اپنی کمال خود پیدا کی ہے؟"

"ایسا کرتا پاتا ہے۔" اس نے سینے پر ہاتھ دارتے
 ہوئے کہا۔ "اور یہ چیزیں اور کھیتی پڑھیں اس کی سبب
 کوئی قسم خواب دیکھتا ہے تو اس کی تعبیر حاصل کرنے کے
 لیے وہ شخص بھی گورنر کی قسم ہے۔"

"کوئی قسم نہیں ایسا کرنے سے روکنا چاہ رہا
 ہے۔" میں نے کہا۔
 "میں جانتا ہوں کہ کچھ توں ہوا۔ شکلات چیش آئی
 ہیں۔ میں نے میری کافی میں جالب آؤ اور واٹس اور کس
 سارا ان ہاتھ روم کے پکڑا کر ہمارے۔ تم جانتے ہو کہ اس
 کمال کو کچھ کر دے میں کئی مشکل ہوتی ہے۔"

"کیا میں کچھ انداز دے کہ کون ایسا حرکت کر سکتا
 ہے؟"



اور آئیں اپنی ارضی کمپوں پر ہے جو انشورنس بنے تو اس سے فائدہ
بھی اٹھاتا ہے

اس کی جگہ میں دوسرا ایسا ہی شخص کرے گا۔ تم اسے رقابت کہہ سکتے ہو۔“

”کہہ کر اس نے بازو ہلایا دے جس سے اس کی مٹنی
چلائی گئی اس نے جھنجھکی اور کہا۔ ”میری طرف دیکھو، کیا تمہیں
مسد کا کوئی نشان نظر آتا ہے۔“

”اس کے باوجود میں نے نوک کے لیے اس سینٹ پر
خادمیت کا انتظام کیا۔“ وہ چند ہی دن غائب رہنے کے بعد
یوں ”میں اپنے پرانے دوست کے لیے یہی سمجھ کر نکلا تھا۔“
”حالانکہ وہ مجھ سے تیس برس بڑے۔“

میں نے کہا: "بائبل میں لکھا ہے: ہے، ہم خود دیکھ سکتے ہیں۔"

[illegible]

جس پر اس طرح کی عداوتوں کی تساویر بنائی ہوئی تھیں کہ وہاں کوئی نوبت اسے کی عداوت کی گھر رہی تھیں۔ ظلم میں یہ سب کچھ لکھی نظر آتا ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ چین بہت دیر ہوگا۔ اس لئے ان کے بارے میں کچھ زیادہ سوچنا ہی نہ تھا۔ اس سے ابورو مجھے چین تھا کہ وہ اگر بسکین میں نہیں ہوگا۔

میں نے کہا: "جہاں تک میں اور میری گھر والے ہوں گے؟"

انہیں، رشتہ داروں کی بیویوں کے کہنے سے، میرے ساتھ جہاز میں سفر کرنے سے انہیں صرف میں ہی منع کر آؤں گا۔ جیسے لڑائی میں میرے ساتھ نہیں بھرنا چاہئے۔ یہ وہ اپنے طور پر جہاز کو چھوڑنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔"

”جی ہاں، میں نے کہا۔“ اتنے ایک
”جی ہاں، میں نے کہا۔“ اتنے ایک

”نہیں، اس کی جگہ اسٹنٹ مین کو مل رہا ہے۔“

نہ دیکھی تھی وہ دن کہ جس کی بھی اس طرف کا
دور تھا کہ میں نے گناہ اللہ زمین پر ہی اس کے پتہ نہ پاس
— اپنے جہانم کے گناہ کو لے کر جس کی بھی اس کے پتہ نہ پاس
وہی ہے میں نے گناہ کے ساتھ اور نہ میں ہی اس کے پتہ نہ پاس
آج کل کی جگہ لے لے کر کوئی نہ کوئی گناہ کا راز اب بھی
پہنچا — کیا تم بعد میں میری جگہ پر جس کی بھی اس کے پتہ نہ پاس
سب جگہ میں اس کے گناہ کو لے کر وہ دن کے دور ان ان کی بھی اس کے پتہ نہ پاس
میں نے پتہ نہ پاس کیا تھا —

جب میں یہ سب باتیں سوچ رہا تھا تو مجھے کافی اور
 بڑا دلچسپ محسوس ہوا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو
 مجھے ایک چیز کے عجیب و غریب شیشوں کا جھنڈا دکھائی
 دیا۔ اس نے غمازاً کہا: اے میرے بھائی! یہ کون سا تھا۔

یہ نہیں کہیں گے کہ "میں نے تم سے جو پڑھا۔"
"اے کمال! تم رک کو کہاں سے آؤ یہ مجھ سے شکر کرتے

”مجھے ان کے بارے میں بتاؤ۔“

میں نے بڑے بڑے جنس کرنا کی تھی۔ ممکن ہے کہ یہی وہ فلم ہو جس کی تصویر
 اٹلانٹا کا سامانی کا خواب گورنر اور اس کا چہرہ نہ ہو، اور ہاتھ بیکر
 کوئی اس کا مخالف ہو سکتا ہے۔ یقیناً یہ تین ہی تھوڑے فلم تھیں۔
 کیا جاسکا اور یہ ہی ملے گا کوئی فرد اس میں شامل ہو سکتا ہے
 یہ وہ شخص ہے جسے اس بار نے کے لیے کوئی نہیں ہو۔

”کافی کوئی نہ تھکتا ہے؟“ سیکس نے پوچھا۔
 سیکس نے کندھے اچکھڑا کر اٹھنی کا کھار کا اور مذہبی
 اسے اس کی پروا تھی۔ وہ صرف اپنے ہم پند لوگوں سے
 بات کرنا پسند کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے فن سے بھی
 ایک لفظ نہیں کہا جو کہ بدلے لگائی جاتے ہوئے اس سے جاری

فٹ کے فاسٹ پر گزرا اور اس نے کہا: "میں جا رہا ہوں۔" جیسن نے کہا: "میں جا رہا ہوں۔" جیسن نے کہا: "میں جا رہا ہوں۔"

پارے محسوس کرتے ہیں کہ ان کی دو تیار کی گئی ہے۔
اس کا جرم جوں سے جتنا ہے۔

یہ اس قسم کا مہربان ہے کہ اس کے لئے ہر ایک کو جگہ
 تعلیم کا منظر ہے جب مغربی یورپ کے لوگوں نے اپنے
 جہاز لے جانے کے لیے گھر کے ان کے عزیز و اقارب کو
 بھیجے۔ جنہیں ایک جاسوسی ہے اور اس کی قوتِ دماغی ہے
 کہ جہاز کو فضا میں بلند کرنے والے ہیں۔ اس کے لئے
 کوشش کرتے ہیں لیکن جہاز فضا میں بلند ہونے کی وجہ سے
 اور میں پیچھے رہ جاتا ہوں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ
 کہ اس کے ساتھ ساتھ جہاز کو فضا میں بلند کرنے

شروں ہوتا ہے دوسرے گوریلے میرے لئے دسی کی سیڑھی لگا دیتے ہیں۔ میں اس پر چڑھتا شروں گھبراہٹوں اور چیکس میرے پیچھے آتا ہے۔ ہم دونوں کے درمیان اتفاقاً

اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا: ”یہ ایک نر دوستہ سینکڑوں
میں سے ہے۔“

اور یہ کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سب جہاز کے لئے ہیں۔ اس کے پاس واحد
 اختیار ایک چھوٹا سا پم (پمپ) ہے۔ ہماری لڑائی کے
 دوران جہاز انسان کی طرف متوجہ رہے گی۔

میں نے جہاز کی طرف دیکھ کر اسٹوڈیو کی سمت گواہی
 ایک تپاں سے جھک کر دیکھا تھا اور میں نے ایسا کرتے دیکھا تھا۔

”ہے؟“
 غصے نے چاندوں طرف دیکھنے ہوئے کہا: ”ایسا کر گئی
 سراغ نہیں ملا۔ سب لوگ اچھے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ آقا
 دوران وہاں نہیں تھے۔ ہرگز میں گھر سے اے اے دای
 آگیا۔ مجھے اس کے بارے میں پتہ ہے کہ وہاں نہیں گیا تھا۔“

”میرا خیال ہے کہ تم یہاں جا سکی گئے آئے ہو
فریال۔“ اس نے اداکاروں کے مخصوص سبک میں بات
کرتے ہوئے کہا۔ ”کیا تم جیسے کتاہوں سے بچا چاہتے
ہو؟“

خدا اکبر! "اس قسم کے بات چیت پر کسی نے تو یہ بات فرمادی ہے کہ میں نے جو معلوم ہو کر وہی کو کتا کی دھول میں گر جانے سے ضرور بچایا ہے۔" دیکھتے تھام رہے اور کولر تھام رہے تھے تعلقات اب کیسے تھے؟

"کہنے انسان ہوا۔"

"میرا صرف انا کا مر گئے آباہوں۔ ستارے

کہ میں نے پرچہ کو بڑا چل رہی ہے۔“

اس نے سکرینٹ کا ایک ٹرو اور مٹس لگا لیا اور اپنے
مٹس پر کچا پڑا ہے۔ ”تم نے ٹھیک ہی سنا ہے۔“
کوئی ہے جو ہمیں کام کرنے سے روکنا چاہ رہی ہے۔“
”جو اداوارہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کر رہا ہے۔“

”نہیں، مکولن ہے جو کہو کہ بریک فیس کو بند کرنا چاہتا ہے۔“

”مکولن ہے کہ کوئی کہو نہ کر رہا ہو، مٹس ہے کہ یہ ہماری بدنامی

”کافی میں جلاظ آور دوا ملا، بدقسمتی ہے۔“ میں نے غصہ کیا۔

میں نے اس کا نہیں ہے۔ کیا نہیں اندازہ ہے کہ یہ
میں کی حرکت ہے؟

نہ کرو۔ یہ سہارے گھر تیرے کی ایک بڑی رقم ادھکتی ہے اور تمہارا نہیں چاہتا کہ وہ ختم ہو۔



قرب کر رہا ہوں مجھ پر ہمارے ہی دل پہ لایا اور نہیں کا نہیں ہے

علی علی کی ہے اگر وہ جہاز کو روک دیتا تو ہم سب بچ جاتے۔
 "شاید نہیں۔" گوہر نے کہا۔ "اس کے بھائی اسے بہت اچھی فوجی مل گئی۔ وہ یہ سب تو استعمال نہیں کر سکتا لیکن اس کے کچھ تصورات کی بدولت اسے ایسا موقع مل سکتا ہے۔"
 "اسے حریہ پھیلا دو اور تم سمجھ لو کہ اس طرح فلم کھینچ کر سکتے ہو۔"
 "ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ فوج بہت زیادہ پریشن ہے کہ وہ فلم کھینچ نہیں کر، اسکا کیونکہ اس کا کہنے سے نہ کوئی اور شخص اس کی تعریف نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے علاوہ اس شخص کی اس اور کے پاس ایسی کمال بات۔"
 "ایک شخص ہے جس نے دسے کہ وہ یکن سے کمال کر رہی تھی۔"
 "وہ جہاں موجود نہیں ہے اور اس کے پاس جو کمال ہے وہ یکن کی کمال سے مختلف ہے۔" گوہر اس وقت بالکل براہ راستان لگے۔ وہ تھا۔ ماضی میں وہ ایسی باتوں کے لیے بھی پریکٹس نہیں ہوتا تھا۔

"تم اب بھی اس فلم کو کھینچنا چاہتے ہو۔" اس نے کہا۔
 "کیسے؟ مجھے تیار؟" گوہر مضرب ہاتھ ہوتے ہوئے بولا۔

مجھے۔ "اس کا پانس پکڑو۔" میں نے چاکر کرنی سے کہا۔
 جیسے ہی وہی ٹکڑا ہوئی میں نے راجرز پر گرفت مضبوط کر لی۔ میں نے ہلکا مسموم کیا لیکن سیرگی سے لگا رہا۔ فوجی اور راجرز نے بھی ایسا ہی کیا۔ ہم سب کے فرش سے ہلکے ہلکے چلنے لگے۔ میں نے نیچے ہلکا کر نہیں دیکھا کہ ہم کتنی بندوقی پر تھے۔ اس کے باوجود میں نے اپنے ہاتھوں کے لیے کچھ نہیں کیا جو مسلسل اوپر کی جانب اٹھ رہا تھا۔

میں نے ان تمام راجرز کو دیکھا کہ لگا رہا تھا۔ فوجی اور میں چھوٹی جماعت کے پیچھے تھے اس کے علاوہ فوجی نے جہاز پر کمال دیکھ رکھی تھی۔ راجرز بھٹک رہے تھے۔ اس کے بعد ہم سب نیچے کی جانب آ رہے تھے۔ فوجی اوپر سے جارحانہ ہوتی۔ اس نے راجرز کو آخر وقت تک نہیں چھوڑا اور جیسے ہی ہم نیچے گئے۔ اس نے راجرز کو چپک دیا۔ اس طرح وہ سب سے پہلے فوجی ہو کر اس کے بعد میں بھی اس پر جا کر اڑا اور پھر میں ان فوجیوں پر تو گھبراہٹ میرا سر ان کے سر سے گرا یا اور گھوڑی اڑ رہی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

"وہ میرے خدا، فیملی تم کو میرے لیے مرنے دے۔" گوہر نے کہا۔
 میں نے سوچا کہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں تقریباً پانچ سو سال پہلے میں کچھ سالہ ایک شخص میرے سر پر بہت بڑی ہونے لگی تھی اور جس کی وجہ سے شاید میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ لیکن آج میں بھی ایسی ہی حالت میں تھا۔
 راجرز کو کمر میں پھٹ لگ جانے کی وجہ سے کالی گولہ زور سے گرنے کے قابل نہ رہا۔ فوجی اس کے مقابلے میں ہتھیار جماتے تھے۔ اس کی طرف ایک ٹانگ ٹوٹی تھی اور اس کے لیے کچھ سب سے زیادہ پریشن کی بات تھی۔ میں نے پھر کی وجہ سے اسے بہت زیادہ مالی نقصان پہنچا دیا تھا۔

میں نے ان کے دیکھ کر دم میں چمٹے ہوئے تھے۔
 جسے ہتھیار کھینچا اور راجرز کو بے ہوش کر دیا تو گوہر کو جو پر سب جہاز کے کمر میں مل گیا۔ وہاں ہم دونوں کے علاوہ کسی اور نہیں تھا۔ گوہر چاہتا تھا کہ اکیلے میں مجھ پر چھپ جائے۔
 "میں نے فوجی کو بھالایا۔" میں نے اپنی صفائی میں کہا۔
 "اگر ایسا نہ کرتا تو شاید فوجی کی گھبراہٹ دیکھ لیتی۔"

زار سے گرا ہوا۔ اس کا بایاں بازو سیرگی کے دائرے میں پھنسا ہوا تھا اور راجرز اس کے پاؤں پر پانے سے مسلسل ٹھنڈی لگا رہا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ سب کچھ اس شخص میں کھسا ہوا تھا۔ فوجی نے ایک پاؤں سے راجرز کے دایمیں ہاتھ پر ضرب لگائی جس میں اس نے پاؤں پکڑا ہوا تھا۔ راجرز نے فوجی کے جسم کے اوپر ہاتھ دے دیا اور اسے روکنے کی کوشش کی۔ جواب میں فوجی نے ایک ہاتھ سے اس کا چہرہ روپنے کی کوشش کی۔
 اس دوران میں سیرگی میں بھی کچھ ہلکا تھا اور اس کا ہاتھ پاؤں بالکل میرے اوپر تھا۔ میں نے چھوٹے سے لگا کر سیرگی پر چھپنے کی کوشش کی۔ میں فوجی کی طرح مجھ سے تو نہیں تھا لیکن سیرگی پر چھپنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے سیرگی کا دائرہ مضبوطی سے پکڑا اور وہاں سے راجرز کی ہتھیار پکڑ لی۔ اس نے میرے اپنے پر لگنے لگی اور اس میں سیرگی سے لگ گیا۔

راجرز نے ہاتھ چپک میں دھکا اور اوپر چھپنے لگا۔ اس نے فوجی کی بھال پکڑ رکھی تھی۔ فوجی نے اسے دیکھنے کی کوشش کی اور جواب میں راجرز نے اس کے منہ پر ضرب لگائی اور اس کے کندھے سے پھٹ گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اوپر لے جانے کی کوشش کی۔ مجھے اپنے کانوں میں ہمارے جیسے جیسے میں اوپر چھپاں چھپنے میں کامیاب ہو گیا پھر میں نے جہاز شروع کر دیا۔

"جہاز کو روکو جہاز کو روکو۔" فوجی نے پتیلی میں پتیلی میں آواز دی۔ فوجی نے جب اسے دیکھا تو اس کی فوجی مل رہی ہوئی تھی۔ وہ کبھی استعمال کر کے فوجی دیکھ چڑھوں کو نہیں روکے گا اور میں تو کسی قیمت پر ایسا نہیں کرے گا۔ جہاز مسلسل اوپر کی طرف جا رہا تھا اور میں یہ سوچ کر جھنجھکا ہوا تھا کہ یہ لوگ اسکرین میں میرے لیے کھینچ کر کیسے دیکھیں گے۔ مجھے شک تھا کہ شاید وہی میں یہ سب دیکھنے کے لیے نہ رہا ہوں۔

میں نے اوپر کی جانب دیکھا۔ راجرز نے کسی حد تک فوجی کو تھکا کر لیا تھا پھر اس نے سیرگی میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی جو پانے کے بھالے ایک جاتا تھا۔ وہ بیگ کی جانب جھکا اور اس نے دیکھا کہ کتنا شرمسار کر رہی تھی۔ ہم اپنی اونچائی پر تھے کہ فوجی کی صورت میں ہم سب کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ سوائے راجرز کے کسی دوسرے شخص کو کٹ دینا تھا وہ اس سیرگی میں بیٹھے تھے۔ میں نے وہاں سے ہاتھ اٹھا دیا اور فوجی کی جہاز میں ہمارے ساتھ تھا کہ دوسرے کو دیکھ کر روک

کی ایک سیرگی بیٹھے تھے۔ فوجی نے ہاتھ دیکھتے ہی فوجی میں حیرت انگیز طور پر پھرتی آگئی۔ اس نے سیرگی کا ایک دائرہ پکڑا اور اس پر چڑھتا شروع کر دیا۔ میں اسی وقت راجرز اس میں بیٹھ گیا اور وہاں۔ اس نے ایک ہاتھ میں پاؤں پکڑا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اس کا ہاتھ فوجی نے اسے دیکھا اور ایک بار پھر اس کے پیشے سے خوف ہاک نکلی۔
 جہاز آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا لیکن راجرز بروقت اس تک پہنچ گیا اور اس نے میں نے اس کے ہاتھوں کے پیچھے سیرگی پکڑ لی۔ اس ہاتھ کے پیشے سے ایک مختلف قسم کی فوجی برآمد ہوئی جس سے ہمارے اور حریف کا اختلاف ہو رہا تھا۔ یہ فوجی خالص اور فوجی تھی اور اس وقت مجھے لگا کہ کچھ بڑے بڑے کیمیکل انجینئرز جیسے فوجی کے وہاں تھے۔ فوجی نے آہستہ آہستہ جہاز کی طرف بڑھتا شروع کر دیا پھر سیرگی حرکت نہیں کرتی تھی۔ آگئی اور میں نے جہاز کی طرف دوڑ شروع کر دی۔ مجھے کے دونوں ہاتھوں نے مجھ روکنے کی کوشش کی لیکن میں دونوں کو دھکیلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ جب میں نیچے کے پاس سے گزرا تو میں نے اس کے چہرے پر حیرت کی پرجواں دیکھی۔
 ابھی تک رہا تھا جیسے اسے فوجی ہو گیا ہو پھر میں نے اسے چھپنے کے ساتھ ساتھ کھرا ہونے کا کہا۔ اس طرح کو یا میرے گئی کہ میرے کچھ آواز ہو رہا تھا۔

اس وقت میں سوچ رہا تھا کہ اگر فوجی آدمی غلط ہو جائے تو آپ کسی ایکٹر کے زخمی یا مرنے کی صورت میں اسے جہاز میں کھینچ کر کھینچے خاص طور پر اساتذہ کو لیکن یہاں ایک مختلف صورت حال تھی۔ اگر کوئی راجرز اس قسم کی شونگ روکنا اور جیسے کے اساتذہ بننے کے موقع کو ضائع کرنا چاہتا تو اس سے بچیں کہ کوئی نقصان نہ پہنچا۔ راجرز کو فوجی اس وقت دیتی جب جیسے زندہ و سلامت رہتا اور ہمیشہ یہ سوچتا کہ وہ کامیابی کے ساتھ قرب آگیا تھا اور اب اسے دوبارہ ایسا موقع نہیں مل سکتا۔

راجرز اسے آسانی ایک جادوئی کی شکل دے سکتا تھا۔ کسی خطرہ کا اسٹنٹ میں ہاتھ بھی ہو سکتا ہے اور بعض اوقات ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ میں کم از کم ایسے دو پرانے اسٹنٹ میں کو جاتا تھا جو شونگ کے دوران ہی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے لیکن ایسے معاملات میں عاجز رہا تھا۔ راجرز اس مسئلے میں اپنی بے کن کن کارروائی کر سکتا تھا اور کوئی تھا جو اس کی بات نہ سیکھ نہ کرتا۔
 جب میں سیرگی کے قریب پہنچا تو میں ایک بار پھر

مختار آثار

سوچوں کسی گہرائی نہایت کے لیے سوچ کے سمندر میں الرٹا پڑتا ہے۔۔۔ وہ سوچوں کا بادشاہ تھا۔۔۔ سوچ تھا اور پھر سوچ چلے ہی رہ جاتا۔۔۔ اس کا کھانا فن تھا، کپڑے کیا پڑے۔۔۔ اس کی تفت کاری اور فنکاری کے جملہ لوازمات سے سہرو ایک ڈھانکار فن پارہ۔۔۔ کبھی نہ ہنس کے فن میں، سکھانے کا دعویٰ کرنے والے میں کھانا فن کی لیے ایک نادر نتیجہ۔۔۔

سید محمد علی شریعتی



کمرے میں سکرین کا دروازہ ہوا اور میرا یہ
سوج رہا تھا کہ اگلے بار کو گریہ ادا کرنے کی صورت کیا بنائیں
ملتا ہے۔ اسی دوران وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ میں نے
سکرین پر نظر ڈالے۔ وہ کچھ اور اس پر توجہ دے بغیر فراموشی میں
اس کا بلور جائزہ لے رہا تھا۔ ویسے کبھی اس وقت کمرے کے
آنے کی کوئی امید نہ تھی۔ دفتر کا وقت ختم ہونے والا تھا۔ اس
کے بعد وہ اگلے خروار میں جاتا۔

جامعہ اسی ڈائجسٹ - 87 - نومبر 2014ء

بنانے والے لڑکے کے سامنے اس طرح کی باتیں کر سکتے
 سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اگر کوئی کونسا حلقہ کے بارے میں
 معلوم ہو گیا تھا تو راجہ راجہ کو بھی یہ بات بتا سکتا تھا۔ اس
 کے بعد اسے راجہ راجہ کو کہانے کے لیے زیادہ وقت نہیں کرنا
 پڑتی۔ بس اس نے سوچ لی کہ مہاراجہ سے چند لفظ استعمال
 کیے ہوں گے۔ راجہ راجہ پہلی ہی بہت پریشان تھا اور کوئی کی
 زبان اپنی ہی کی کہ وہ کوئی کا ذکر کرنے کے بعد وہ سننے پر
 صبر کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

کون دو بارہ گور کی طرف سے جو اور دونوں جز
جز کر تیں کرنے تے۔ ممکن ہے کہ وہ تھے اور کے بارے
میں بات کر رہے ہوں۔ لیکن جو کہ ان کی طرف سے
میرے اندازے کے مطابق اس نے اسے طعنہ دیا
راستی کر لیا ہوگا۔ بعد میں میرا اندازہ درست ثابت ہو گیا
میرے خیال میں اس بات کی اہمیت نہیں تھی بلکہ
سازش کا ایک جزو یا کون میں سے کسی نے تیار کیا تھا
جو حال میرے اندازے کے مطابق نہیں ہی اس کا منظر
نما تھا۔ سازش کی وجہ اس نے کی ہوگی۔ وہ تو کامیاب
ہوئے تھے۔ لیکن جانتا تھا کہ جب اس کو کافی دوا دینے کا کام
ہو گیا تو اس نے راجہ کو کہہ دیا کہ تین کا کھیر سیر ہو کر
کرنے کا اس نے اس واقعہ میں اس کا کیا کردار تھا اور علت
تہ کرنا تو راجہ اپنے مفید میں کامیاب ہو جاتا۔ نہ پہلے
والے میں مجھے کون کا تجربہ کاری کے سبب بلندی سے کر
کر اپنی ذی ہمتی اور دینا اور یہ فلم دیکھ کر جانی اس
طرح سے تینوں سمیت بہت سے لوگوں کے خواب چھوٹ گئے
ہو جاتے۔

فلین میری مخالفت کے باعث یہ سازش ناکام ہوئی۔ راجہ زکامیل ختم ہو گیا اور غم رو بہ رو رہتا شروع ہوئی۔ اب میرا دل اس کا رونا سنا رہا تھا لہذا اس کے لیے ہفت روزہ کے لیے چھپا کر دیا۔ مگر ہر ایک کی نظر میری طرف سے گزرتی رہے میں نے سوچا کہ اس سے امریکن کی دو کتابیں مانجیوں کو کچھ شہید بنائی۔ شہوت اور سرور۔ کھنے والے چاہتے تھے سبب میں بری طرح مسخرہ اور ہاتھ لگین اس کا خواتین نے زبرد چہرہ لکھ کر میری بہت تائید ہوئی۔ اب مجھے اس رقم کے چیک کا انتظار ہے جو مجھ پر ہے اس خدمت کے عوض دینے والا تھا۔ شاید اس کے لیے مجھے اس وقت تک انتظار کرنا پڑے جب مگر کو مجھ سے کوئی دوسرا کام لینے کی ضرورت پیش آجائے۔



”اس کے لیے میں علیحدہ دس نوٹس لکھوں گا۔“
اس کا سارا جوڑا تھا جم کی طرف توجہ نہ کیا پھر وہ ہلکے
موجے ہوئے پیرا اٹھا کر سے میرا مطالعہ منکرو ہے۔

”کیوں نہ ہم ایک کپ کو پی لیں۔“ میں نے کہا۔
جسے میں نے کون کے ماتھے پر اپنی منگوڑ رکھ کر خود
باہر سے سر ہاتے ہوئے دیکھا۔ ”نہی مجھے اپنی کھال
ٹھیک سینے کے لیے۔ وہ مجھ سے ٹکرتا کر گیا۔“

”میں نے ہی تمہیں یہ فخریت دلوائی تھی۔“ میں نے کہا۔ ”مگر میں نے کہا تھا کہ تمہاری مالیت پر انہیں کوئی اثر نہیں ہوگا۔“

”تم اب مجھ سے کتاب لکھ سکتے ہو یہ سوچ کر کہہ طور
اسکو جن پر کوہ پہاڑ کی کمال میں تم تھے۔“
”اب اس میں میرے لیے کیا باقی بچا ہے۔ زیادہ
ترنم تو فحش نے کھا کر دا دی ہیں۔“

خدا ہمیں بھیجے گا۔ مسٹر کوہر نے کہا۔ تم اس فلم کو مکمل کرو، اوتے اور غنیمتیں اس کی اجازت دے گی۔ اسی بات چہاری سچو نہیں آتی۔

”اچھا۔۔۔ اگر تم کہتے ہو۔۔۔“

تصور کیا ہی حیرت انگیز کے بعد دو دو غواہ تھے وہ وقت
چھوڑ کر بیٹے تھے۔ انھیں جن سے بات کرنا تھی اور اسے اس
پر واضح کرنا تھا۔ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح غم کے چھایا
چہتا تھا۔ اس طرح وہ بھی بیرونی جاتا اور اخبارات کے
تکبروں میں اسی کا ذکر نمایاں انداز میں کیا جاتا اور یہ
دستے دانی کو برکے شہر دہلی کی بجائے کہا جاتا کہ وہ اس موقع
سے کسی طرح فائدہ اٹھا رہے تھے۔

گوہرنے کو لپٹنے کے کئی عرصوں کے گزرا ہوا زمانہ تھا۔ ہوا
تھا۔ کو لپٹنے کے پیچھے سڑک دیکھا اور خطرے کے انداز میں مسکراتے
کی۔ جب مجھے شک ہوئے کہ اس کو اس کام دانتے کے پیچھے اس
کو ہاتھ ہو سکتا ہے۔ شرم میں ہونے والے ابتدائی
واقعات پر آسانی اسی کے کھاتے میں لائے جاسکتے تھے۔
اس نے قابل ہوشیار سے کافی میں دست آور دو مالکی اور
چاندنی کا ملاحظہ کر کے ہونے سے سب کے سامنے اسے بی کیا۔
کوئی بھی شخص نہیں سوچ سکتا کہ وہ کئی بی مسکا ہے۔

اس کے باوجود علم کی شوقنگ باریک دیکھا تو اس نے
دوسرے کو شکس کرنا شروع کر دیں۔ شاید یہ بھی ممکن ہے
اس کے سامنے کئی کھمباتے ہوئے راجز کی بنیاد سے
ساتھ، یہ گفتات کا ذکر کیا ہوگا۔ اس کا نیاں تھا کہ کافی

جامعہ اسلامی دارالاحیاء - B6 - نومبر 2014ء

نہیں تھو

برخلاف، کچھ عجیب سی تصوراتی کہانیاں تخلیق کرتے رہے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی تخلیقات سے لبا مال کایا۔ اس دور کے کچھ نکتے اسلے تو اسے درست منہ ہونے کے سحر سے کے بعد آج بھی ان کا جیسا بیٹوں میں ستانی پر متاثر دینے جا رہا ہے۔ صرف انھوں کی کارکنی اور سوداگری کے ذریعے انہوں نے پراساسن زندگی بسر کی تھی۔

ایسے میں بھی زور نہیں مصنف ہوں۔ ذمائی سو صفات کا ایک بادل صرف ایک سینے میں کھٹکتا ہوں۔ ایک ہونڈ نگرانی کے لیے دوکار ہوتا ہے، اس کے بعد بھی ایک اور کم قیمت بادل تاریکیاں کے انھوں میں۔ حق کیوں تو اس طرح کے نامیان بول، حواف کیجیے یہ غور کی آرا ہے، کچھ نکتہ کرکشی کی برسوں سے بڑے سکون سے خوش حال زندگی بسر کر رہا ہوں۔ ویسے میری مالی خوش مالی کاروبار یہ کہ میرے نکتے بہت سارے بادل اور سردیوں کے نام سے چسپ کرانکس بادل نکالوں کی قطار میں کھڑا کرکے ہیں۔ یہ دو دولت مند ہیں، ہر ایک جی اگراف تو چھوڑیے، راحت سے ایک فقرہ تک نہیں کھٹکتے کرکشی کے بادلوں نے انہیں برس دولت اور خوشی تک کے دوسرے درجے کے ادبی منتوں میں متعارف کرا دیا اور اب وہ اس خریدنی کی شہرت سے، خواہشیں بہ ستاروں کے مصنف میں چھو کر، نکتے دی گئی دولت اور بدلے میں گئی شہرت سے لطف اندوز ہونے لیں اور ادبی دانشور بن جاتے ہیں۔

شہرت زور دیکھیں اور قاف مست بھائی نے مجھے دولت کی اہمیت بہت پہلے بڑی دھیمے طرح سمجھا دی تھی۔ نکتے، روج اول کا بادل نگر جینے کا جنون تھا۔ میں اپنے نادلوں کی بنیاد پر عالمی ادب میں مقام حاصل کرنے کا خواہش تھا لیکن چھوٹ کر بڑی بلا ہے۔ میں نے اپنی ادبی زندگی کا سردار دولت سے کیا۔ ادب کی تاریخ میں زندہ رہنے سے زیادہ مالی کی دنیا میں انسانوں کے نکتہ زندہ رہنا زیادہ اہم ہے۔ میرے اس فیصلے سے مالی اسودگی تو بہت حاصل ہوئی لیکن اندر کے ادب کی عقلی برقرار تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اسے چھوٹ نہیں تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ بھی میرا بھنوا ہوتا۔

نکتے بات کر رہا تھا نادلوں کی سنکر نر کی۔ میری کہانیوں میں پریشانی ماحول بن رہا ہے۔ میں الفاظ سے ایسی سنکر تھی کرتا ہوں کثرت پاتھ پر چہرہ پر ہنسنے والی کارنی کی خود کو دہاتے جیس کے درمیان محسوس کرتا ہے۔ شاید یہ

کا آواز کا تھا جس کی کہانی چائیس کی دہائی کے ہیں سحر میں تھی۔ دو یا تیس برسہ ذہن میں کھٹ کر رہی تھی: اس صورت کی سکر اہت کس طرح کی بیان کروں اور کہا سکریت ہونہ کی کہانی ٹھیک لکھی تھی یا اسے پتہ کم کر کے ہدایت پر مزید روشنی ڈالی جائے۔

میں نے دو چار فقرے درست کیے، غور کی اس کاٹ مہانت کی اور کاٹھ ٹیک طرف دکھا۔ دو ٹھکر ہے کہ میں نے نیپٹل کے دوسرے کھٹ شرواع کیا اور نہ جینی کات مہانت کرتا ہوں، انفرانٹ رائٹر پہ لکھنے کا زمانہ ہوتا تو شاید میرے لیے آواز کا وہ کھٹ تھیں نہ ہوتا لیکن اس کی بات ہی مجھ اور ہے۔ میرے بارے میں ہنسنے کی راسے ہے کہ دو تو تھیں ہوں اور نیپٹل نے میرے لکھنے کی رفتار کو حریہ بڑھا دیا ہے۔ ایسے یہ لکھ بھی نہیں۔ اس سے اشاعت میں جینی تیری آئی ہے۔ اس سے کم از کم میرے لیے تو کمانی کے راستے زیادہ آسان ہوئے ہیں۔ اسی لیے میں لکھنے سے کچھ فوری فراہم کر دینا چاہتا ہوں۔ میرے ہر کلام پر استاد دہک رہا ہوں اور لکھنے کے بعد آسانی کات چھوٹ کر رہا ہوں۔ شاید اس لیے میں کہانی کی جزیات پر میرے روج دیتا ہوں۔ میری کہانیوں میں جزیات نکال کر اور فقرہ کی سمانت بہت مشروط ہوتی ہے۔ ایسے بھی میں لکھنے سے پہلے تحقیق اور کویات کو کھوس کرکے لکھنے کے لیے مشاہدے پر کاتی وقت غریب کر دیتا ہوں۔ ضروری نہیں کہ اگر ایک بار کا لکھ کر دیا تو وہ دہا بھی ہے۔ نگر بھی کرکے ہونے بعض اوقات بہت کچھ نہیں دیا جاتا ہے۔

میری کہانیاں کی کثرت مضبوطیلات پر ہوتی ہے اور زبان یہ کہنے میں کوئی مہارت نہیں کہ کہ کہانی لکھتے ہوئے کئی نادلوں کو اپنے ذہن میں کھٹا پھرا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کئی میری کامیابی کی دلیل ہو۔ اس وقت بھی چائیس اور پچاس کی دہائیوں میں لکھے گئے سہا سہتا، آواز اور میز سے چاؤ دے جیسے دوسرے درجے کے ادبی ترین نادلوں کے بہت سارے مناظر زور و شور سے دہا میں کھٹا رہے تھے، جن میں سے کچھ کو میں اپنے الفاظ کا بیروں میں پھینا کر اپنا بھی چکا تھا۔ وہ من قراب ان نادلوں سے نقل کر میری کہانی کی ملکیت بن چکے تھے۔

میرے پرستار چاہے ان سے خوش نہ ہوں لیکن انہیں اپنی جیل ہے کہ جیسوی منہ کی کی چھوٹی اور پچاس کی ادبی کے نکتے والے جذبات سے غاری اور حقیقت کے

”شاید...“ میں نے بھی سنکر اگر جواب دیا۔
”تو بے فہم ایک اینڈ پر کیا کرتے ہو؟“
”وہی جو ہمیشہ کرتا ہوں۔ پتہ نہیں، ذہن پارٹی، شان دار ذہن دوستوں سے ملتا تھا اور بھی کئی کو کھین بھی...“
”تو کھین والی بات بڑی ہے۔ یہ کہتے ہوئے اس سنہ دہائی جیک کھول کر سکریت ہولڈر نکالا، جو من، ایک قاتل کا تو ہوگا۔ اس کے سر سے ہر کچھ جیت جیایا۔ اسے شاید اجازت طلب کرنے کی عادت تھی یا کمرت میں سکریت کے پیچھے دھمکی کو کھوس کر کے اس نے اجازت کی ضرورت نہ سمجھی۔ میں نے پاتھ بڑھا کر اسے شریے میں رکھا سکریت اٹھائی اور کھراش کے کھوس میں ڈاؤنڈ ڈاؤنڈ مارا جواس وار کر دیا۔ اس نے سکریت ہولڈر کو بولے کے لگائے ہوئے پیچھے دیکھا۔ میں نے ازراہ تہذیب آگے بڑھ کر اس کی سکریت سٹائی۔ اس کے چہرے میں کھٹ کے بعد کھٹے کے چھوٹے میں حریہ انسان ہو چکا تھا۔ ویسے جس ادا سے اس نے سکریت ہولڈر میں لگا دیا بھی کچھ کیا دیا جانتی ہے کہ میں ہی آگے بڑھ کر اسے سٹاک کیا۔ یہ مرپ کی فیصلی صورتوں کا انداز خاص تھا۔ ویسے وہ مجھے چہرے چہرے سے تہ جزیں لگ رہی تھی۔

کرکے میں کچھ اور خاموشی دی۔ وہ جتے کا دن تھا۔ میں اس بار ڈرا کھٹ انداز سے ایک اینڈ مانتا جاتا تھا۔ گزشتہ مینوں سے درپیش مالی مشکلات اور بے گاری نے مجھے خواہ کو خواہ تھا۔ کتنا غرا ان بھی کام نہ ہونے کے باعث سوچنے لکھنے کی تمام تر صلاحیتیں ایک طرف رکھ کر آرام کرتے جا چکا۔ میں نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ وہ غرا ان نظروں سے دھڑکا جاتا تھا۔ کچھ شے لیے جاری تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ بے وقت آمد کا مطلب ہے بے وقت کئی پریشانی لیکن اس کی خاموشی خود مجھے پریشان کیے جا رہی تھی۔ کچھ نہیں آ رہا تھا کہ سلیف پرانی بیٹ سراسر دہائیں سردیوں کے دفتر میں اس کی آمد کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی اور دن ہوتا تو میں اس پر ہرگز نہ سوچتا لیکن یہ جتنے کا آخری دن تھا۔ ابھی مجھے یہ فیصلہ بھی کر رہا تھا کہ شہر کے کس مہمان خانے میں، کہاں پر سکون ایک اینڈ کر دیا جاسکتا تھا۔

یہاں تک لکھنے کے بعد میں دہا کا کافی پریش کی بارو پر بنا کر کے اٹھایاں چلانے سے بازو اس میں کھچاؤ آنے کا تھا۔ میں نے ہر سکر کا گناہی اور اب تک ہونکھا تھا اس کا پرستہ نکال کر کھٹس دہانے لگا۔ یہ میرے نئے بول

ہرگز نہیں کہا جاسکتا البتہ اس کا ملیرہ لپس، کچھ کچھ محکمہ خیر اور شاید اسی بنا پر قابل توجہ ضرورت تھی۔ سب اور سیکل بال چائیس دھت کے تھے جو اس کے دونوں شانوں پر بکھرے تھے۔ میرا خیال تھا کہ اصلی ہوں کے ہو سکتا ہے کہ ایسا نہ ہو۔ اس نے سر پر ہیبت اور ہا ہا تھا، جس پر سرخ زبیں کا ایک بکھجی اٹھایا تھا۔ ہیبت کے ساتھ جالی وولیشی قلاب چہرے کو چھپاتے ہوئے تھا حالانکہ اس کا چہرہ چرو صاف صاف دکھائی دے رہا تھا۔ نکتے میں بڑے بڑے کھٹ دھوکوں کے سوتیل کی کٹی بالائیں ٹھیک رہی تھیں۔ شانوں پر چھوٹی چھوٹی سیاہ شان تھی۔ وہ جلی شمائی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرہ بھر رک کر مجھے دیکھا، سارے دھکی کڑی اور لہرائی ہوئی، وہ اسے باز سے، ٹھیک پر ٹھیک رکھ کر چھوٹکی۔ ویسے تو اس کا بول بٹا کچھ پیچھا جانا آداب کے خلاف تھا لیکن اس وقت مجھے کراہی ادا کرنے کے سوا کسی اور بات کی چندان فکر نہ تھی لیکن اس کی آدھ کے ساتھ ساتھ یہ لکھ بھی آتی ہو گئی کہ ایک اینڈ شرواع ہونے میں چند گھنٹے باقی تھے اور ایسے میں کوئی ناکام یا تمہیں لینے کا مطلب اسے بھی واٹر پر کا پڑتا تو مجھے ہرگز متغور نہ ہوتا۔

”تو تم ہو سکر سلیف؟ کڑی پر بیٹھنے کے بعد اس نے کمرہ بھر میرے چہرے کو بخور دیکھا اور پھر بڑی ادا سے کھٹ دار واز میں چھپا۔ اس کا لہجہ کھور تھا، گتھا کا گزشتہ شب کی چھوٹی خنجر کا مادہ ایک اس کے سر سے اتر گیا۔“
”بالکل بھاخر پایا۔“ میں نے گردن اس کی طرف جھکانے ہوئے کہا۔ ”پرانی بیٹ سراسر افسانہ... ملاقات کا وقت میرے بعد، نکتہ نو سے شام پاکی بیچے۔“ اٹا کہ کر گھڑی پر نظر ڈالی اور پھر اس کی طرف دیکھا۔ ”آپ نے بالکل درست پکڑا، میں ہی سلیف ہوں، فرمایا، دیکھ خدمت کر سکتا ہوں آپ کی۔“

”وجہ ہوئی تو تھی ہوں اور ظاہر ہے یہاں ایک اینڈ پرانے والے ایسی کھڑکی تھیں ہوں گے۔“
”بالکل ٹھیک... میں خود ایک اینڈ کا پڑا گرام بن رہا تھا۔“

”او...“ اس نے ہونٹ کھینچ کر کہا۔
”میں تو صرف پروریزہ پر ہا تھا لیکن آپ کو کچھ کرکھا ہے کہ اس کے لیے تیاری بھی کر نہیں۔“
”یہ کمرہ بڑے دھیرے انداز سے سکرانی اور پھر جینی خیر انداز میں کیجیے گی۔“ تو میں ایسا لکھا ہے۔“

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY



مفتول آزادی

اسلامی مخالفانہ کے صدر رہیں۔

مقتول صدر کی دلچسپ روایت از نرگس

کمربلن جنم

مغربی ممالک نے تمام جموں کو میہ الزہ جف

میں استعمال کرنے کی ضروریات ہیں

تعداد کن

میں نے اس سے زور کا تذکرہ جو ایک بار کیا

المعقولون في ما لا يمكن له من

تلاش

ایک انوکھے خراجگاہی واپس سفر کی روداد

اصیان

طریقہ کمالیہ روحانیہ

مجلس: ۱۶۱۷ شرفاوندی کراوات



معركة الجبل، ليو ترم كنز وانی طویل هرگزشت

فصل اول در بیان کلیات

سرب اہم اور ادب و یک مہا اہم و اہم

کی آمدن کے لیے چپ ستر پہاڑی اٹھائیں اور

جس بہت سی فحش برائیاں، کپے جیسے، ہیں

آموز و اتحات جسے آپ ضرور پڑھنا چاہیں گے

2000年12月10日

میں نے کہا کہ اس دوران مجھے سلیج نہ کھانی ہے کیا۔ وہ ناول
میں نے پڑھا تھا۔ وہ جدت پسند تھا۔ اسے آزاد کشمیر
میں لکھا تھا۔ سلیج اپنے ہسپتال میں
رہتا تھا۔ وہ کسی معزز برسرِ زمین کی طرح
تھا۔ سلیج کی جگہ پر آئیہ آج بھی
رہتا ہے۔

پہلے پانی ایک طرف نکال دیا جس میں میرے
سائلوں نے تازہ ترین مال توڑی رات کا لیک منتہی کے
صورتوں کا پتہ رکھ دیا۔ میرے پاس اعتبار یہ نہیں آتا
کہ ان تازہ پستوں میں کیا تھا۔ جو کہو میں نے سوچا اس پر
روانہ کے لیے یہ دونوں چیزیں کارآمد ہیں۔ میں نے اس
کا پتہ لگا لیا۔ یہ دونوں چیزیں نیچے سے خانے میں رکھی
گئیں۔ میں اٹھا اور کمرے سے باہر آ گیا۔ میرا منصوبہ مکمل
ہو گیا تھا۔ اس بات پر عمل درآمد کرنا باقی تھا۔

☆ ☆ ☆
 مجھے متراش ہے کہ کھرتے تھے وقت غمور سا
 جس طرح کہ وہ تھا لیکن اس کے باوجود آئینہ بے پرہیز
 کے لیے خود کو متشنی کرنے کے لیے بعد بڑی حد تک پر سکون
 ہو چکا تھا۔ اسی وقت میں خود کو اصل طور پر پہنچا ہوا
 حالات میں پا رہا تھا۔ اپنے بچپن کے دنوں کے اہم کردار
 یا کچھ نہ تو میں بھی اسی وقت میں کسی لباس میں لباس
 تھا۔ وہ تو کتنی سے برائی کیے ہوئے تھے۔ جو کہ
 سے ۔ اور چرم کر رہے تھے۔ ویسے میں اس وقت
 وقت میں ہی رہا تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ
 سے ۔ اور یہاں تک کہ میں نے کھڑی پر اٹھنا
 دل کی بات ہو رہا تھا۔

ایسا ہے مجھے بتایا تھا کہ دشمنی کی یہ بارانی آس کے
سب سے بڑے منصوبہ کی ابتدا ہے۔ بیٹے کی ہوس اب اس
طانت پر پہنچے ہو گسار گئی ہے۔ وہ کاکھریں کی منیت کے
لئے آتش کو لے کر آگے اور اڑا کر چلا تھا۔ اس کے متعلق دو
فیصلی ترقیبوں کے لئے لکھی گئی تھیں پہلی اس کا
انگڑیں سے لٹکی جائے۔ ایک دوسری ہی دوسرے دو
فصلیوں کے احکامات کا طعنہ زیادہ مناسب اور بہتر طور پر
کر لکھا ہے۔ کہ جس کو لٹکی دوں گے کہ وہ اب اپنے دل کے
جلا سے آگ لے لیں تو اس کے آس کا دل بڑھ سکتا ہے۔
یہ وہی آس ہے کہ اب منکر دیا۔ مرنے کے بعد واقعی انسان
کا دل بڑھ جاتا ہے اور اب میں اس کا دل بڑھانے کی
تلاش کرتا ہوں۔

بلکہ ان کے کندھوں پر سوار ہو کر دولت میں اپنے ناکارہ
ان میں سے قابو دہر قابو پانچو دہر دولت کے مالک
دن کی آ آسمان ہانے کی سحر کرتے ہیں۔ میں یہ کہہ کر
کہ کہ ہرگز نہیں میں ہر سوں کے دروازہ آگیا سے کہیں
باجا بجاتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ پانچویں گنی ایک آواز ہے۔
میں دوں کی طرف سے اور دوسری کام میں گناہوا گیا۔
میں آواز میرے شک کی تھی کہ تار تھا۔

تعلیم کے اعتبار سے دو سرے لیے خاصا حق
 تھا۔ واما بھرپور صلاحیت کے ساتھ آگے بڑھنے کے
 لیے جو جگہ ایک رہا تھا۔ الفاظ کے چار اور استعمال میں
 بہرہ واما بہت پہلا ہے۔ خوش کردہوں کے جوہرات
 الفاظ میں بیان کی جاتی ہیں اس کی ضرورت ہے کہ
 الفاظ پر گزریا نہیں ہوئے چائیں لیکن اس دن تک وہ
 واما کے سوت واما خلیفہ کے تھے۔ اپنا ایک ایک
 پھر فضیلت سے واما میں صحت کیا۔ میں سوچتا تھا کہ
 اس کو گراؤ دیا جائے تو کبھی سے اچھا ہو گا۔

میں اسے اپنے اس سفر میں بلوچستان کو اپنی اہلی ہی کہوں گا
 سوچتے ہیں کہ اگر ان کو ان کے وہاں تو وہ یہ ایک کام کرنے کا
 شاید وہی سب سے بہتر ہے جس میں کم سے کم ایک ہی خیال
 بہتر ہے کہ اس سے رابطہ کیا جائے بہتر ہے جب اس کی
 راہ سے ہٹانے کا کوئی اور راستہ نہ ملے۔ اس اور اس
 جیسے شاید جس میں کسی ہونے لگی۔ کیا فائدہ ہے کہ جس میں
 مفاد ہونے لگے ہوں۔ وہ تو میں دیکھتا ہوں کہ یہ گریہ کرنا
 ہوں کہ وہ ان کے سامنے رکھنا کہ فائدہ دینا سوچا ہوا ہے۔
 سب سے بہتر ہے کہ ان کو مفاد دیا جائے۔ یہ وہی ہے کہ
 یہ کامیاب ہو گا۔ میرے لیے یہ مفاد ہے۔ قبول ہے۔
 خیر۔

اسی دوران اچانک وہیں میں ہمارا کاروان آج پہنچا۔
مجھے ایک پارٹی میں شرکت کرنی تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر
میز پر رکھا۔ صحت نامہ اٹھایا۔ یہ پارٹی وہیں کے شہر کے
محفوظ زمین کے اتر اڑس میں دی گئی۔ دراصل اب وہ گھر گھر
کے انچکن میں حصہ لینے کا سوچا رہا تھا اور یہ پارٹی بھی اسی
سطح کی ابتداء تھی۔ اس نے مجھے خون بھی کھاتا اور نئے ذہنی
کا سودہ بھی ساتھ لے کر جاہت کی گئی۔ کبر ہاتھ میں لے کر
مجھ کے ساتھ آیا۔ وہ اس میں جا کر گئے۔ وہ کبر پارٹی میں
لے کر آیا ہے۔ بہت بڑا آدمی ہے اور تم بھی بڑی لڑائی
مجھے دکا اب وقت آجاکہ وہیں کا کام تمام کر لو
جائے۔ میں شہر سے اسی کی زندگی کو اب لے کر گئے۔

ہاول میں اس کردار کو انجی کے حوالے سے بیان کرنا تھا۔ وہ کہتی ہے کہ ویشل آسٹری سے پریشان ہوا ہے۔ دانا فکس نہیں۔ دو برس کی قیمت بل میں شامل کروانے تھا لیکن کمزور رہی ہوئی تھی کہ سہولت دینے کے نام پر اس سے کچھ مانگا نہ جائے۔ ایک دو بار جب انجی نے عائلی مرکز میں آنے والے مریضوں کو دیکھا ہے۔ والی سہولتوں کے بارے میں کہہ کر بتایا تھا جو پہلے ہی سے تھی ان کی کوئی لیکن جب انجی کا اسرار برپا ہوتا تو ایک دن اسے سن کر اس نے پہلے تو اسے کھانے والی انہر دلی سے صبر اور محراب جواب دیے ان کے بڑھ گیا۔ اس کے لیے شاید سچ ہوئی کی شکایت ہوگی۔ اسے یقین تھا کہ اس رویے کو کچھ کر دیا آئندہ کچھ کہنے سے کر دے کرے گی۔ لیکن وہ تھوڑا جہاں ہے ایسا اس کی مخالف ہوگی۔

اصل بات یہ ہے کہ جنگی زندگی میں ایک دو بار ایسا
..... نے اپنے پائسٹر ہاس سے کہا تھا کہ وہ غیر محدود
مقتضیٰ سے مال خرید کر دوسروں کو فروخت کرنے کا سلسلہ
ترک کر دے، لیکن وہ اس کی حوصلہ افزائی کرنے کی
کوشش کرے۔ ان سے مال انہی کے نام سے شائع
کرے اور مناسب رہائی بھی دے کرے۔ یہ مشورہ اسے
پسند نہیں آیا۔ پس ایسی بات اب میں بیان کر رہی آؤ گے
کہ بیان کرنے سے مارا تھا۔

آگے کے کرداروں میں رہنمائی دلاؤ۔ ایک بہادر دل
افسر خواجہ تاجی درویش کا بیٹا بھی تھا۔ آگے چل کر اسے بھی
کپتانی میں شامل ہونا تھا۔ یہ کردار بھی حقیقی زندگی سے متعلق
تھا اور انسانی سے میرا پڑاؤ بھی۔ اسی وجہ سے اس کی
شخصیت کو گہرائی سے سمجھنے کا سوچا ملا۔ ایک اور کردار
کرائے کا کامل نازک قلم میں اسے بھی جانتا تھا۔ اگر کسی
کسی سے انتقام لینے کا موقع آیا تو شاید میں اس کی خدمات
میں مل کر رہا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ایک کام بہت عمدہ سے کرے
گا۔ جو کچھ میں ایک بار چھوڑنے کے لازم میں ایک سال پہلے
چھوڑ چکا تھا، وہاں اس سے میری اپنی بات تو چلی تھی۔ رہائی
کے بعد بھی ہم اپنے دوستوں کی طرح رابطے میں رہے۔
اب بھی یہی گھبراہٹ ایک دوسرے سے ملنے رہتی تھی۔ ایک
اور بات! میرے اور ان کے دو سالانہ ایک مقابمت نے
پاکستانی کی قوم کو اس نے بے طے کر لیا تھا کہ وہ اور فریاد
نے متعلقہ کے ساتھ اس نے جو زیادتیوں کا بلور جلاش کر
تھا۔ ان کی ہر ضرورتوں کے۔

پتھر، پتھر اسی سبز یاد تھی اس کی مدد سے یادیں کی تھیں

نکتہ نگار

وایسی پر ہوتا آگاہی کا لیکن یہ یاد نہ رہا کہ وہ کب تک کھانا رہتا ہے، لہذا وقت ضائع کرنے کے بجائے سیدھا کھانا کھا کر رہ گیا۔ اسے بھرپور کھانے والے تمام تر واقعات پر غور کرتا رہا۔ مجھے یقین تھا کہ منسوبے کا پہلا مرحلہ خیر و خوبی سے ہوا۔ اب ایک مرحلہ اور باقی تھا۔ اس کے بعد میں اور ریسرچ اور مشاہدے کے لیے آواز دھام مارتا تھا۔ اس کے بعد میں اور ایک ماہ اس کے چھپنے میں تھا کہ... مجھے یقین تھا کہ وہ وقت آگیا جب میرا نام بھی مافی شمریت یافتہ انسانوں میں ہوگا۔ میں اپنے اس نئے ناول پر بھی سوچتا رہا۔ نئے چند مہینوں کے بعد کھانا تھا۔ میں سوچ رہا تھا جب لندن کی ادنیٰ کاغذوں میں مجھے کچھ پر از ترے نووازا جائے گا تو کیا محسوس کروں گا۔ یہ سوچتے سوچتے میں ہی ہار سکر یا نہیں تھا۔ اگر یہ اس وقت بھی میرا ذہن نئے میں قابلین غیر مجی سوچنے بھگنے کی صلاحیت ختم نہیں ہوئی تھی، تو مانع کام کر رہا تھا۔ ایسے برقی جگہ، اگر میرا بہرہ وسیع ہوتا تو سوچنے بھگنے کی بات ایک گویا کے بعد ہی ترک کر چکا ہوتا۔ یہ اس کی پرانی عادت تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ میرے گویا اور حسین مجید کے ساتھ بکھوسنا کھانا کھانے کے متروک ہوتا ہے۔

گھر پہنچ کر سیدھا عاصی میں آیا۔ بریف کس ایک طرف رکھ کر آرام کر رہی پر چنگر گیا۔ کچھ دیر بعد جب میری حالت کچھ سنبھل کر آئی اور بریف کس کھولا۔ گھر سے ہاتے ہوئے جو بریف کس میرے ہاتھ میں تھا، اس میں سنبھل اور شائع شدہ ایک ہائے ناول کے سوسے کے کاغذ تھے لیکن اس بریف کس میں ان دونوں چیزوں کے بجائے لکڑی کا ایک بڑا سا بڈل تھا۔ وہی میرے منسوبے کا پہلا مرحلہ کا سیلاب ہو چکا تھا۔ میں نے ماہے خوشی کے ایک بڑے دروازہ قوسیدہ لگا دی۔ اپنی خوش بھلی پر پیدا آنے لگا تھا۔ یقین ہو گیا کہ اب اچھا وقت آیا اور وہ نہیں۔

میں نے فوری پرانہ ڈالی اور کالی بنانے لگا۔ لیکن میں کھڑے حجرے ایک خیال آیا۔ اگرچہ یہ میرے طے شدہ منسوبے کا حصہ تھا لیکن اس اچھے نے خیالی نے منسوبے میں تو کم پر آگیا۔ اسے تین چار مہینوں تک میں اس پر سوچا رہا۔ اس دوران اپنی پہلی تخلیقیت پر قابو پانے کے لیے کئی کتب، ایک کالی میں لیا گیا تھا۔ اس سے ایک نادر یہ ہوا کہ میرا سارا فخر جرن ہوا اور مانع پوری کیسوی سے سوچنے بھگنے کے قابل ہو گیا تھا۔

آخر میں نے فیصلہ کر لیا۔ اپنا کچھ تر اور بہتر بیک کیا۔

تاکہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ وہ میری ہی کی مدد کے بجائے اپنے مہاروں سے مدد کرتے کہ خود کو سنبھال دیتے مگر یہ رکتا ہوا تھا۔ یقیناً یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری بھی ہنگامی صورت حال میں خود کو کس قدر پر سکون رکھتا ہے۔ شاید اس خوبی کی بنا پر وہ خود کو کاغذوں کی کوشش نہیں بلکہ مصداق رکھنے کا کتنی ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس نوجوان کہ محبت سے ہستی کالی کو کوئی چلاؤں اور اپنی آواز کے سامنے اسے موت کی خندہ ملا دوں، لیکن کے چاند کو وہ وہاں اپنے کی کوشش کر رہا لیکن ایک چاہے ہے۔ وہ وہی نووازش پر عمل نہ کر سکا۔ میں نہیں چاہتا کہ ایسا ہو۔ میں نہیں چاہتا۔ مجھے صرف ڈھیل کوئی اس کے اچھے وقت نہیں پہنچا تھا، کچھ اور بھی اہم کام کرنے تھے جس کے لیے ضروری تھا کہ اس وقت پر نہیں کی جاسکتی تھی۔

آخر میں ایک ہفتہ اور آواز دھانی آج تھا کہ میں نے کچھ فیصلہ کیا کہ بہت جلد مجھے اپنا کام ختم کرنے کا موقع ملے گا۔ اب وہاں جو ایک کچھ رکنا فصول تھا۔ سب یاد پورا کر ڈالنے کے لیے میرے واسے روزانہ سے کی طرف توجہ پان سے منتقل کر کے کی طرف کیا۔ کوئی پروا اور محبت اور آواز دھانی میرے قیام میں اس طرف توجہ نہ دے سکتا تھا۔

باقی سے ابھی کس کالونی کی آواز آ رہی تھی۔ جب میں وہاں پہنچا تو میرے بھائی اسٹیف اس پر بولے کہ سات سے آ رہے تھے۔ تو وہی دیر میں اس شخص کو وہاں منتقل کر دیا۔ میں ایک بڑے سے ستون کی آواز لے کر کھڑا تھا۔ مجھے ہی ابھی نہیں دیکھ رہی تھی۔ ڈھیل، ایک کا ہاتھ قلم کو داخلی دروازے کی طرف پلایا۔ موٹے آگیا تھا۔ مجھے وہاں کچھ سنا۔ وہی کیسویں کا طم تھا۔ لہذا اندر سے آواز لے کر کوئی جا رہی۔ یقین تھا کہ میری مدد کے بغیر یہ ہستی سے نکلے والی ہے آواز کوئی اور ہے۔ جب اسے میں میں کچھ ڈھائی کی بڑی تک ضرورت پڑی تو اس نے ایک ماہ ہو چکا تھا۔ ڈھیل اسنے انجام کو پہنچا اور اسے ڈھیل اب میرا ڈھیل تک میں تھا اور کم بھی تھوڑے کم میں تھی۔ اب وہاں رکنا فصول تھا۔ ایک دروازہ دروازے پر چلائی گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ہر طرف بکھرا ہوا تھا۔ میں بھی اسی اثر و نفوذ کی آواز لے کر ڈھیل گیا۔ آخر میں مجھے پست آفس میں جانا تھا۔ سوچا تھا کہ

فوراً بعد اثر و نفوذ کی بجائے والی تھی۔ میں نے کچھ کا تھا۔ اس کی زندگی کی آخری شام ہوئی۔ مجھے سوچنے کی حالت تھی۔ جلد ہی مجھے نئے والا تھا۔ اس وقت میں پیشور تھا۔ اس کے ذہن سے سوچ رہا تھا۔ کلاس میں ڈھیل کی رود کو دالے پہنچنے کی کیفیت خاری ہو رہی۔ وہ زمین پر گر کر چلا جس کے بعد مجھے یقین تھا کہ پانی میں اثر و نفوذ کی کوئی اور اس دوران موٹے مل جاتا۔ میں نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ سائنسٹر کا جدید ماسک کا خود کار ہسٹری اپنا کرتے کے لیے تیار تھا۔

ابھی میں عاصی اور اس کے قریب پہنچا تھا کہ ایک ایک ہائی کٹی کٹون سے گھری ہوئی تھی۔ میں نے کچھ پلایا۔ ایک شخص درخت کے درخت پر آواز دھانی۔ اس کے ہاتھ سے کچھ پھوٹ کر گر گیا۔ کچھ اور گیا تھا۔ اس کے منہ پر شدید کرب کے آثار تھے۔ وہ کچھ بولنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہاں اس کے منہ سے کچھ نکلا۔ اسے بھگنے کی ڈھیل اور اپنی بھتیجی جیسی اس کے قریب پہنچے۔ اسے دونوں بڑے اور پراثری تھے۔ وہاں ڈھیل نے اس کے ہاتھ پر گرفت کر کے کچھ بولنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا کہ "تم اپنا نام بتا سکتے ہو؟" ڈھیل نے اسے کچھ بولنے کی کوشش کی۔

جواب میں وہ کچھ بڑا بڑا سہرا لے لیا۔ لیکن کیا ہی میری کچھ نہ کیا۔ ایک کالونی اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے سنا۔ وہی دھانی تھی "ابھی نہیں بلکہ اس کے ساتھ وہاں یا سر کی آواز دھانی پڑاؤ۔"

اس دوران کمرے میں بھی ڈھیل کے بھی تھے۔ اگرچہ لوگوں میں ایسی اثر و نفوذ کی کچھ بھی نہیں کی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہاں موجود ہر شخص پریشان نظر آ رہا تھا۔ سب ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔

"نہیں اسے اٹھا کر کمرے میں لے جاؤ۔" ایک سے یہ کہہ کر ڈھیل نے سب لوگوں کی طرف دیکھا۔ "اٹھاؤ ایک آواز دھانی۔" وہ خود سے آواز دھانی۔

میں سوچ رہا تھا کہ ڈھیل نے میرے پاس میں ایک ایسی ہی کی ڈھیل لی ہے اور اسے وقت میں کہ جب ایک میری سامنے ہوا اور اسے فوری میں ادا کی ضرورت تھی۔ ڈھیل نے اسے بھوکہ کر دیا۔ چاہیے تھا لیکن وہ خود کو بہت خندے سے حیران

ڈھیل کا کمر بہت شاندار تھا۔ ڈھیل درمیان میں رہتے پر بنا وہ ایک چھوٹا سا محل تھا۔ بڑے بڑے لائن اور ان میں کچھ چری کے درخت۔ کئی کچھ اور ان میں کھڑی تھی کالونیاں، ہونٹ بول۔ کھڑی اور مزید سفید عمارت اور اس میں کئی بڑی بڑی کھڑکیاں، لیکن ہر طرف پر تھے ہی ڈھیل کی بے شمار دولت کی ایک جگہ نظر آ رہی تھی۔ میں کیت چہنچہا۔ اعلیٰ کھٹک بھائی۔ کچھ دیر بعد ایشیا تک کیت کھلا۔ کار کے بڑھائی۔ پورچ میں آواز دھانی جیسا چہہ کر رہا تھا۔ ڈھیل اور اس کے محلے لائن سے کچھ کمرے کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ اس طرح کے کمرے سب لوگوں کا سامان ماضی طور پر کمرے کے لیے مخصوص ہوتے تھے۔ میں نے بریف کس دیکھ کر کچھ اور ڈھیل کو کھٹک پرتا دیا۔ دیکھ میں وہ بریف کس پہلے سے بھائی تھے۔ میں نے ان پر ایک اچھی فخر دانی اور بے پروائی سے پتہ چلا اور باہر نکل آیا۔

ڈھیل فوری سے چلے۔ کھٹکی تاک۔ کسی مہرجن کے فخر کی طرح ابھرے گا لوگوں کی بڑیوں والا بے کشش انسان تھا لیکن اس کی دولت نے تمام تر صورتی پر ہوسے ڈال دیے تھے۔ اگرچہ میں سارے میں تھا لیکن کچھ بھی اتنا ضرور سوچ سکتا تھا کہ اس نے شہر اور پارٹی کا انتظام کیا ہوگا۔ دیکھتے ہی یہ پارٹی اسے سیاسی و عوامی کے طرف پہنچا نہ تھی۔

میں ہال میں داخل ہوا تو میرے بھائی کے لیے دروازے میں رک کر ستر پر نظر ڈالی۔ پارٹی ہل دی تھی۔ سب میں تھے۔ وہاں مقامی سیاستدانوں، کاروباری لوگوں اور دولت کے بنیادیوں کا انجم تھا۔ جیسے ہی آگے بڑھا، میرے برابر سے گزرتے دیر سے میرے کچھ شہر و بات کی ذمہ داری کر دی۔ میں نے اس اٹھا اور دو کھونٹ بھر کر سب لوگوں کے درمیان سے۔ مجھے تھوڑے قدم اٹھانا اس طرف چلنا تھا۔ ڈھیل ایک تھوڑے سے جگہ میں کھڑا تھا۔ اس کے قریب ہی ہال سے باہر نکلے کا ایک دروازہ بھی تھا۔ مجھے اپنے منسوبے پر عمل کے لیے کسی ایسے مقام کی ضرورت تھی جہاں سے فوراً کھٹکا جاسکے۔ دیکھتے تھے سے کچھ اس اٹھا۔ وقت ہی میں نے منسوبے پر عمل درآمد کی ابتدا کر دی تھی۔ یقین تھا کہ میں چند منٹ کی بات ہے۔ اس کے بعد مجھے موٹے مل جاسکے گا۔ میں ڈھیل کو کئی کرنے جا رہا تھا لیکن کچھ کچھ جہاں پارٹی ہو رہی تھی۔ وہاں کچھ دیر میں اس کے گل کے

تقسیم: 7

آوارہ گرد

پاکستان سب انسٹیٹیوشن

مندر، کلیسا، سینما گھر، دھرم، مذاہب اور
امائدہ آشورم... تنہا ہی اپنے اپنے عقیدے پر
مخالف بہت نیکہ بشر سے بنائے جاتے ہیں لیکن
جب مادیوں کے ہمد تکلیفیں ہیں والوں سے
ہاتھ آتی ہے تو سب کچھ بدل جاتا ہے... منجھڑ
ہرپ پال نے کلیمہ کے نام نہ اندر امدی کو خیمہ
گھنڈاؤ نے الزامات میں نشانہ ہے، ان کا ذکر بھی
شور مٹانے کے لیے ہو رہا ہے... استحصالی
حوریت کوئی بھی ہو قابل نفرت ہے... اسے
بھی وقت اور حالات کے وہاں نے ایک فلاح
ادارے کی بناء میں پہنچا دیا تھا... سکتے رہا لیکن
کچھ دن، پھر یہ بونے لگا جو نہیں پرنا جا رہا
تھا... وہ بھی منی کا پتلا نہیں تھا جو ان کے
مشکار ہو جاتا... وہ اپنی چٹائی چلتی رہی
اسی کھاتے لگا کر ان کو نیچا دیا تھا... ہر کچھ
اسی وقت تک رہا جب اس نے راز و خواتین ہو گئے
اور پھر اس نے سب کچھ ہی الٹ کر دکھ دیا... پہلے
راہ میں آنے والوں کو خاک چٹائی اس نے دکھائی
تہ طائف کی کھوت میں راج کا خواب دیکھتے
والوں سے بڑھ... بہت بڑی قوت وہ ہے جو
اسے انشائیہ والوں کو غور کے معاذ کا مہر
میتھ ہے... بل پل ونگ مدلی، تنے رنگ کر
مستمنی خیر اور رنگارنگ داستان جس میں
سفر سطر دیکھی ہے...

تقسیم... سنی اور کاشن مسیحی

ایکسپریز اور ہستائے سب سلسلہ...



PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

چلائی رو کے لیے پھرتی ہے میں آہ کو دہکتے کر مچھنے
ہوئے دوسرے کرے میں لے گیا۔

مجھ پر ہونے کی ہی دھشت طاری ہونے لگی۔ میں
نے اپنے جسم و جان کی پوری قوت صرف کرتے ہوئے اپنے
باتوں کی دہائیوں کو توڑنے کی سرکوبی کرنا شروع کر دی۔
میں۔ اسی قدر کہ مجھے اپنے باتوں کی کئی باتیں پھرتی ہوئی
محسوس ہونے لگیں۔ اپنے میں زخمی باز کو درد بھی پھرتی
شدت سے جاگ اٹھا۔ مگر میرے دل و دماغ اور جسمانی
دھیمانہ ہونے طاری تھا۔ ایک آنکھ میں شالیں تراکھائی ہوئی، منگنا
ہوا اور مچھنے اور ادا لگنے کو بے ممکن ہو رہا تھا۔

”اولیٰ خیر... اس مردور شیطان کو سمجھنا... اسے
بنا۔ یہ ایسا مذکر ہے۔ یہ اندر اپنے شیطانوں کو اس بات
دراکھنہ موسم عورت کے ساتھ ایسا نظر کرنے سے روکتا
ہے۔“ میری حالت پاگلوں میں ہوتی ہوئی تھی۔

مستاز خان سامنے موڑتے تھے۔ ہر ایک پر تکیہ
پر جانے بیٹھا تھا۔ اندر میں منگنا منگنا کر میری طرف
دیکھ رہا تھا۔

”مستاز خان! جو بیٹیا ایک باب کی اولاد نہیں ہو
سکتا... ورنہ انہی تری ہوئی غیر اخلاقی حرکت نہ کرتا جس
سے انسانیت بھی لرز اٹھے۔ اب تو اور قصود کہ... مجھے سب
تیری اپنی کوئی لوشاپ کے ساتھ ہونا... مگر تیری کیا حالت
ہوتی؟ ہول مستاز خان...؟“ اولیٰ خیر لپ لپ لپ لپ لپ لپ لپ
گیا۔ وہ بھی بقیہ باقی میری طرف دیکھتی ہوئی جہان میں جتنا تھا مجھے
اس پر جاگ بھگنا کا درد پڑا۔

”مستاز خان! اندر فرما دو کہ آہ میں نہیں... تیری اپنی
لوشاپ ہے۔ قصور کہ... وہ تیری بیویوں میں سے ہے۔ وہ کہ
لے اپنے خوں اور کتوں کو۔“ دھشت ہونے میں اس کی آواز
پھٹنے کے قریب آگئی۔

میرا اچانک اپنے لگا تھا۔ میری بے چین چلتی سکتی
اکارہ نظریں بار بار اس شیطان کی حرکت کے دوڑنے کی
طرف اٹھ رہی تھیں۔ میرا اس میں غلام وفاقہ کہ میں شہر کی
طریقہ فراخ اور اندر جا محسوس اور ان شیطان بیگزروں کی
لانی ہوئی راتوں سے بھگنہ ڈالوں۔

آہ میں چار کے تو سامان و گمان میں بھی نہ ہوگا
کہ اسے کھانا والی میں میری ایک ”کلام“ دیکھ کر کھپ
بٹانے کا کھانا افسانہ بکھٹ پڑے گا۔ اگرچہ بعد میں اسے
احساس ہو گیا تھا کہ جو منگنا اس نے کھپ بند کیا ہے وہ فلا
تھا۔ تب سے اس نے اپنی اس مٹھی کا ازالہ کرنے کا حرام کر۔

”بہت حرا رہا ہے مجھے... شہری! تیرا اس طرف
میرے سامنے ہے بھی تے دائرہ کار...“ دھشت اٹھاتے
ہوئے انجان کی کھینچے سے منگنا آکر ہوا۔

”یہ دائرہ کار نہیں ہے... مستاز خان! اسے چھوڑ
دے۔“ میں نے سستی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
”اندروں میں تیرے“ مستاز خان نے راستہ میری
طرف سے دھیان بناتے ہوئے کھینچنا میں نے کہا۔
”مٹی ہاں جتاہ! صحت تیرے۔“ جس خان نے
جواب دیا۔ مجھے اس غیبت کے کی آواز میں حیوانی مٹھو کی
... مجھ کو ہر دہائی تھی۔

”اوسے... خیال رہے تھارے پہرے نہیں لگنے
جانتیں مانتے... یہ ایک... کھپ ہوگا... مجھے
نہ... مگر اس لٹری پرور کا چہرہ واضح ہو چکا ہے... اور
سب کہ فری اسٹائل ہونے چاہیے... کچھ تو بگڑا؟“

مستاز خان نے اسے دانت دئی۔ جس خان کی چھٹی
چھٹی آنکھوں میں مجھے یہ بھی چمک چمک کر آئی تھی۔ وہ کہ
کو چنا کھانے کے لیے میرا ہوا جارہا۔ اسی نے مجھ
اثبات میں اپنے سر کو جھنجھکیا۔ مگر مستاز خان نے میری
طرف بھری اپنا کارخانہ لانے والے انداز میں منگنا کر
دیکھا اور ہر شخص اشارہ کر دیا۔

جس خان نے آہ کو کھر کے کی طرف کھینچا۔ چار
ساعتی اس کے پیچھے تھے۔ ان کا رخ اس کر کے کی طرف تھا
مگر میری شیطان کی کھینچا جانے والا تھا۔ آہ میں جیتنے پڑانے
گئی۔ مجھے پھارنے کی ”م... مجھے بچاؤ شہری... مجھے
بچاؤ۔“

شہریت خیلہ غضب سے میرا دماغ مٹنے لگا۔ آنکھوں
سے خون اچکا ہوا محسوس ہونے لگا۔ دل پیچھے لپکتی سکتی کھینچوں
پہرے کھینچنے لگا۔ کھینچنے سے پھٹ جائے گا۔
”مستاز خان...“ میری آواز بھٹ گئی۔

اولیٰ خیر نے لب کشائی کی۔ ”مستاز خان...! ایسا
مست کہ... ایک شریف لڑکی کے ساتھ... مست بھول کر تو بھی
ایک جہان میں کا پا ہے۔ اوسے کلام... جو لڑکوں بیٹوں
والے اوسے ہیں انہیں تو ہرگز کی اپنی اپنی ہی کے روپ میں
نظر آتی ہے۔“

”با... با... مجھے بہت لطف آ رہا ہے تھارے
فرار میں... تھارے میں سچا نہیں کہ... ہلو اور ہلو۔“
مستاز خان کو دیکھتے تھیں ہلا۔
جس خان اپنے چار شیطان ہر کاروں کے ساتھ چلتی

میڈی کیمرہ

بلیج کریم

خوبصورتی سب کے لئے



New Pack
with Extra
Qualities.

میڈی کیمرہ بلیج کریم

آپ کے چہرے پہ لائے ایسا نکھار کہ آپ کو خود سے ہو جائے پیار۔

f PAKSOCIETY

”کھتا... اپنی زبان بند رکھ... ورنہ تیرا بھی اس
لنڈی پر لڑیسا شکر کروں گا۔“
”وکیل... کسے... شرم نہیں آتی تھے... بڑی
ذات سے ایسا سلوک کرتا ہے۔ اپنا ناپاک پاؤں بتا دے
میری بیگنی کی گردن سے۔“
شوکی نے ٹپک میں آنکر اسے نگاروں حواری کے
چہرے پر پہلے خندے چمکے گئے اور پھر چرخش تاثرات
اگرے۔ وہ ٹکیل سے بہت کراہی کی طرف بڑھا اور شوکی
کے ارد گرد لڑائی کی بارش گروی۔ وہ کراہے گا۔ ٹکیلہ دینے
گی۔ میں کا بھڑا کر دیا۔
”وکیل نسل کے انسان... بندھے ہوئے پر لڑائی
چلا رہا ہے۔ یاد رکھا ایک ایک سے حساب لڑی گا جم سب کو
صبر کا ٹھونڈنا دوں گا۔“
یہ سن کر چار پائی پر بیٹھا وہ اس کا دوسرا نکل پر دار
ساجھی بھی خوئی کی اندر میں خیرات ہوا میری طرف بچکا۔ راہ
میں اولیٰ خیر پڑا تھا۔ اس نے بندھے ہونے کے باوجود
جانے کس طرح اپنا جسم سوزا تھا کہ قریب سے گزرتا ہوا
حواری اس کی ہانگوں سے الجھتا ہوا میری طرف لڑکھڑکیا اور
اپنے توازن پر قراںہ رکھا۔ ٹکیلہ وہ منہ کے قلی ہمارے
درمیان آن کرانہ داخل اس کے ہاتھ سے بھوت کر دور
جا گری۔ میں اور اولیٰ خیر ایک دقت بکڑ بندھنے کے
باوجود حرکت کرنے کی ایک بے بسی کوشش کرتے ہوئے
اس پر جا پڑے۔ مگر وہ چوکی کی طرح تڑپ کر یک دم اٹھ
کھڑا ہوا اور سب سے پہلے گری ہوئی اپنی رائفل پر قبضہ
بنایا۔ اس کا دوسرا ساجھی بھی ٹکیلہ کو چھوڑ کر ہماری طرف
لپکا۔ ہماری بے مروت کوشش کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ ہم
شیطان کے چیلے کی ٹکیلہ کی طرف سے خود بنانے میں تو
مزدور کا مقابلہ ہو گئے تھے مگر خود پر غلبہ آگئے۔ ان
دونوں نے مجھے اور اولیٰ خیر کو رائفلوں کے کندھوں اور لاتوں
سے بیٹھا شروع کر دیا۔ جب تک مجھے تو ایک طرف
کھڑے ہو کر ہانپنے لگے۔
”اب تم لوگ اپنا منہ بند رکھو۔“ یہ کہتے ہوئے
دونوں چار پائی کی طرف بڑھ گئے۔ میرے اور اولیٰ خیر
کے ہاتھ اور منہ سے خون جاری ہوتا تھا۔ شوکی سے ہماری
یہ معاف نہ رہی تھی۔ وہ جا کر بولا۔ ”ٹکیلہ! ان کا خون بہ
رہا ہے... یہ میرے تو اپنے باپ ممتاز خان کو کیا جواب دو
گئے؟“ ان دونوں پر جوں تک نہ دیکھی۔ ہمارا خون بہہ رہا
کر ایک قدرتی عمل کے تحت ہم کر خود ہی بہنا بند ہو گیا۔

اس دوران مجھے اولیٰ خیر کی ٹکیلہ سرکشی سائی۔
”کھتا... اگر یہ خون شاخ نکلیں کیا۔ میں چاہتا
میں تیرے قریب ہو گیا ہوں میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو
گئے ہیں... تو اسی طرح پڑا رہ میری طرف نہ اپنی پشت
کیے۔“
اس کی بات سن کر میں سانسے میں آ گیا۔ پھر وہ
آزادی کو ایک ذرا دھکا دیا بھلی دی کہ میرے اندر کا سب
درد و بیدار ہونے لگا۔ اولیٰ خیر جانے کب سے اپنے
دونوں ہاتھوں کی دھبوں پر پروا نہ دانی کر اٹھا۔ مجھے
وہ کیسے ہی گول پاتا تھا۔ ٹکیلہ ایک کوشش میں بھی اسی طرح
کی کر پکا تھا اور سب سے اہم تو اس کی کمالی ہانپنے کے پکر
نہ کر رہا تھا۔
”تو ایک کام کر... کھانسنے کے بجائے اپنی پشت کو
حرکت دے کہ میرے ذرا اور قریب کر لے اور تیرے
پاؤں کے پھیلنا اور بدلتی ہوئی ٹکیلہ سے یہ دونوں جڑو
تھک میں پڑ جائیں گے۔“
مجھے جانے اس کی یہ بات پر عمل کیا اور زور دے
کھانسنے لگا۔ ساتھ ہی اپنی پشت اس کے مزید قریب
کر لی۔ میں نے کھانسنے کی صورت میں ایک طرف گردن
اٹھا کر خون بھی تحریک والا۔ تاکہ چار پائی پر بیٹھے ہوئے
دونوں بھی کہیں کہ خون غلطی میں بہنے نہ دے کھانسنے پر
مجبور کیا۔
دونوں نے میری طرف دیکھا بھی تھا اور پھر دوبارہ
اپنی طرف دھیان کر لیا تھا۔ ان کی چار پائی کا قتلیم میں
تقریباً آٹھ فوٹ کے فاصلے پر بیٹھے تھے ساتھ اور دروازے
کے قریب تھا۔ میں نے اپنی پشت پر بندھے ہاتھ کی دھبوں
پر اولیٰ خیر کے زخمی ہاتھوں کی حرکت محسوس کی اور ایک لمبے
لڑا تھا۔ اولیٰ خیر کے ہاتھوں کا کس بھیے یوں محسوس ہوا تھا
جیسے گوشت کے چیلے ہوئے لہو سے ہوں۔ میرے خدا
اس نے مانے کسی اذیت کے ساتھ جان توڑ کوشش سے اپنے
ہاتھ میری کی گرفت سے آزاد کیے تھے۔ بہر حال وہ کوشش
میں دھارہ ٹھوڑی درجہ میرے ہاتھ آزاد تھے میں نے
بند بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اور وہی سادی صحت کا دست
جالی۔ ہاتھ آزاد ہونے کے باوجود ہم نے اپنے دونوں
ہاتھوں کی پوزیشن دیکھی تو وہی رہی تھی۔
میں نے دیکھ ہار کر کھانسنے کا عمل کیا اور اپنے جسم کو
اس طرح طی و یا جیسے پھیلوں میں درد ہوا۔ اس طرح
لینے لیٹے میری پوزیشن بدلی۔ اب میری دونوں ٹکیلہ

خیر کی پشت کی سمت ہو گئیں۔ وہ ان کی رہی کھانسنے میں
مشتعل رہا تھا۔
یہ سب کچھ میپ چھپاتے اور نہایت راز داری سے
آپنا منہ پھینکتا۔ اب میں آزاد تھا۔ اولیٰ خیر کی کچھ ٹکیلہ
صورت حال بھی کہ وہ اپنی ہانگوں کی رہی نہیں گول نکلتا تھا۔
یہ فریاد ہی انعام سے نکلتا تھا۔ دونوں کا بے جا ہے
ہماری طرف بھی نظر ڈال لینے تھے۔ اگر ہم ابھی کھانسنے اپنی
پوزیشن بنانے کی کوشش کرتے تو ان دونوں کو شبہ ہو سکتا تھا۔
لہذا میں دونوں خیر کا منہ اور اپنے جسم کو ش دیا۔
اسی دقت میں دونوں نے ہماری طرف دیکھا تو اولیٰ
خیر ہانپنے کے انداز میں راز داری جیسی ہانپتی آواز میں بولا۔
”ہم... مجھے... ایک... دیکھ... دیکھ... پائی تو چلا دو...
خون... غلطی میں اتر رہا ہے۔“
”اپنے خون سے ہی پیاس بجھا لو... باا... باا...“
ان میں سے ایک نے زور پھر کھڑے کیا مگر ہمارا مقصد پورا
ہو گیا تھا۔ اولیٰ خیر نے اپنی ہانگیں انکڑوں انداز میں سوز کر
پشت کی طرف سوزائی تھیں اور میرے پشت کی طرف بظاہر
ہانپتے ہوئے ہاتھ اس کی ہانگوں کے جھل بندھ چھوئے
تھے۔ میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔
اس دوران میں نے شوکی کی طرف دیکھا تھا۔ وہ
مجھے اپنی ہانگوں سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ شاید
ہماری ہانگوں کا اسے ”خوش کن“ قسم ہو چلا تھا۔ جس وقت
میں اولیٰ خیر کی رہی گول پکا تھا ایک اسی وقت باہر سے
گھڑی کے گھٹنے کی آواز ابھری۔ ہم بری طرح حائل
ہو چار پائی پر بیٹھے وہ دونوں تھامتے چوک کر اٹھے۔ اپنی
ٹکیلہ منہ میں اور دروازے کی طرف بڑھے۔
”اا... چل کا کالہ کام لے آگے بڑھ بھی
توئی سے۔“ ان دونوں کے باہر نکلتے ہی اولیٰ خیر نے اپنے
ہاتھوں سے میں مجھ سے کہا۔ اور پھر ہم دونوں نکلی کی رہی
تھیں۔ ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ٹکیلہ تو تھوڑی دیر
مکث یہ بارے اس کے غلطی سے بھی کسی سسکاری بھی
نہ نہ رہی تھی۔
اس کی طرف تڑپ بڑھ کر دقت تھا۔ دونوں کسی بھی
دقت اور نہ دیکھتے تھے۔ ہم دونوں ایک ایک کھال کرنے کے
دراز سے کی طرف بڑھے۔ دروازہ کھلا پڑا تھا۔ اس
دوران میں ہی خیر اپنی ہاتھوں پر چڑھا۔ وہ بری
طرح ہانپتے ہوئے تھے۔ میں نے بھی آواز میں کہا۔
”اا... خیر! تیرے ہاتھ دیکھی جیسا۔“

آوارہ بگرد
”اا... خیر... کھانسنے... میرا تو منہ بند ہو رہی تھی ہوا
ہے... یہ دھم بھرتے جوش اور طاقت کو ہوا دیتے ہیں۔“ اا
ہوا۔ ”میں بھی تیری آنکھوں میں شکر بھی چمک اور جیتے جیسا
جوش دیکھ رہا ہوں۔ خود کو منہ لانا زیادہ جوش دینا یا ٹکیلہ
بگاڑ دے گا۔“
”تو خیر نہ کر۔“ میں نے کہا اور باہر بھاگا۔
مغصہ سے برآمد ہے کے باہر قلم کے احاطے میں
رات کی سانی اتری ہوئی تھی۔ مجھ کی دھاروں پر کچھ
بلیب نصب تھے جن کی روشنی میں مجھے سب اظہار آ رہے تھے۔
مگر میری امیدوں پر اویں پڑ گئی۔ ان میں سے ممتاز خان تھا
قی جیسی... البتہ وہ چاروں مرد و حواری ضرور تھے جو کھلی
کے ساتھ آپ کو اپنی بربریت کا نشانہ بنانے کے جرم کے
مرتب ہو گئے تھے۔ وہ شاید بد نصیب آپ کی ایش ٹکانے
لگا آئے تھے۔ ایک جیب کھولی تھی وہ چاروں اسی میں سے
اترے تھے اور وہاں احاطے میں کھڑے ہاتھوں میں
مصرف تھے۔ میں نے اولیٰ خیر سے کہا۔
”ابھی ان کے اندر آنے میں کچھ دیر محسوس ہوتی
ہے... تم جلد ہی سے شوکی اور ٹکیلہ کو آزاد کر دو۔“
اولیٰ خیر نے ایک لمحہ بھی حائل کیے بغیر میری ہدایت
پر عمل کیا۔ جب تک وہ اپنے کام سے قاصر نہ ہوا میرا دلی یہ
دیکھ کر ٹکیلہ کو زور سے دھڑکا کہ وہ سب ٹکلی آواز میں ٹپتے
ٹپتے ہوئے اسی ال کرے کی طرف آ رہے تھے۔ ان کی
تعداد اب چھ تھی وہ سب نکلتے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ
ہال کرے میں ان کی ٹپتی موت کا ساتھ دینا چاہتا تھا۔
بندھے ہوئے نہ تھی شہر آزاد ہو چکے تھے اور کسی کو بھی بچہ چار
ڈالنے کو کھلے خیر سے میں دندا رہے تھے۔

تک خون ریز متاثرہ کے میں مغصہ میں نے ٹکیلہ اور
شوکی کو اندر دکرے میں جانے کا کہا تھا مگر شوکی اپنی بکن کر
کمرے میں چھوڑ کر دوبارہ ہمارے ساتھ آن ہوا تھا۔ میں
نے اور اولیٰ خیر نے خیر کھڑے اس کی طرف دیکھا تو
وہ ٹکیلہ سے غلط آواز نکالا۔
”اا... مجھے متاثرہ کے میدان میں خود سے اٹھ
کرنے کا بھی صبر نہ تھا اور شوکی تم دونوں کی روشنی کو ہوا دیتی
کرنے میں ایک لمبے کی دیر نہیں دے گا۔“
شوکی کے لیے اور آواز میں گزرتے گزرتے دقت کا
سوز بھی تھا اور آنے والے فیصلے کی ہڈی میں ڈٹ جانے کا
جوش بھی۔ اس کی آواز میں اس کی پھر جوش قہر بہت گی کہ

”شہر کی کدھر ہے۔۔۔۔۔“ میں نے سر ہٹوئی میں پرچہ۔
 ”میں نے اسے اسے وہاں ہائی میں پہنچ دیا تھا۔ وہاں
 ٹیکسٹ ہے۔ اس کی وہاں ہم جو دیکھ رہی تھیں۔ وہ یہی ہے کہ وہ
 باہر اچالے میں مسجید جیپ پر بھی نظر رکھ رہے تھے۔
 یہ کہ وہاں آخر کی دکان فراہم ہوئے کی کوٹھنی۔ کرے۔“ اچھی
 اس کی بات مکمل ہی ہوئی تھی کہ میں ایک برست کی خوفناک
 ترنوارت نے بری طرح پر نکلا دیا۔ یہ آواز ہالی کی طرف
 سے ابھرنی لگی۔ یکھت ہم دونوں کے شہر پر پر نشوونما کی
 ہر دوڑتی۔ ہم دوبارہ ہالی کی طرف بھاگے۔ کھڑکی سے اندر
 جھانک کر کوئی نظر نہ آیا۔ اندر گھپ اندر اچھا سمجھا تھا۔ یا تو
 جلیوں کو دھندلے تھے۔ بنایا گیا تھا یا پھر میں سوچ کر آف کیا
 تھا۔ سر سر کرنے آواز کیوں۔۔۔“ یہ سوائے نشان اکثر نے
 طرف میں سے ملنے میں ابھ گئے۔

”جنس کا ایک سانچہ تھا اور وہی ذخیرے لیے
 ہو کر کچا ثابت ہوا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس
 ذخیرے کے کئی اقسام سے واقف تھا اور ہم جاہل رہے۔ ہم
 صرف محدود حیثیت حرکت پر ہی ہمارے کے بعد دوبارہ وہ
 موت آنے پر مجبور ہوا جاتے۔ ہمارے شوکی کو ہولنے سے
 بھرا اور مجھے تیز تیز سانسوں کی ہزار گشت سنا کی۔ پھر اپنی
 وہ جسم و جانی میں ایک چرومکھڑی سے اپنی جھول گیا۔ وہ کچھ
 کر گیا اور بولی خیر دھکی سے روٹھنے۔ وہ گنڈا بھی۔ ہمارے
 نے نور اُفت سے متعلقہ اور باہر پھینک لیا۔ اٹھک بھی۔
 ”شوکی کہہ کر بولہ... اور یہ برست کس نے فائر کیا

تھا؟" میں نے چوڑھا۔
 وہ اپنے کئے انداز میں بولی، "بھائی کو دشمن کا جنگ
 فتح ملی تھی... وہ ہمیں نشانہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا...
 بھائی سے انٹرنیشنل پلائی وائیڈ، اس نے چانگر بھیج دیا وہ
 گمر کے کی طرف بھاگے تو اپنا پورا ایک لائٹ آف ہوئی
 تھی بالائی کی... بہت دیر دشمن نے چلایا تھا کہ ہم جیتے بھر
 رہتے بھائی کی دھڑتے قدموں کے آواز سنیں، چٹھیا...
 گدھر جاتا تھا۔"

ہو گا کہ اس کے تمام ادھر ہی غمخوار ہو جائے گا۔ اول خیمہ بننے سے پہلے کروڑوں
کرا اور تیزی سے ایک طرف ڈھیر ہٹ گیا۔ لنگھلے میرے
ساتھ گئے، میرا دمیں تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اچانک ایک
لڑکار سے سنا ہے آواز ابھری۔

"تم یہ کیوں جانتا کہ میں بھی جو۔" سامنے احاطہ کی
بونی میں اکٹھے ہو جاؤ۔ تمہارا سامنی شہر کے دم واکرم

اولیٰ خیر اور شوکی بھی ایک کر میرے عقب میں ہو گئے۔
 ہائی وڈوں ایسی جانت کہاں غائب تھے۔
 "کیا؟" مانتے جیپ کھڑی ہے۔ "بھئی یہاں سے
 اچانک ہٹ گیا۔" "اول خیر ہوا۔ شاید میری طرح اس نے
 مجھ پر اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ باقی ماندہ دو بیٹے بچتا
 نہیں۔" "جیپ رستہ غلط یا جگہ غلط تازہ صورت حال کی
 جانچ کر سب گئے۔"

جلد ہادی نہیں کرنی اولیٰ خیر۔ ”میں نے کہا: ”اے
محبوب میں بھی یہی اندیشہ ہو گا کہ تم سب سے پہلے سامنے
اور میں کوئی جیب کارڈ نہیں کریں گے۔ انہوں نے اسے
”خیر تمہارا ہو گا۔“
اسی میری بات سے مجھ ہوئی تھی کہ اولیٰ خیر چاہا۔ ”مگر

میں نے نور اور خود کو دشمن پر گرد کیا، برست کاڑھوں،
خفہ توڑ میں خود چھٹی ہونے سے کسی قاتل کا دھول تھرنے
مجھے کیا۔ پھر جی سے اپنے سمیت ساتھ کمرے شوکی کو بھی
دو جی نور اندہ بال کمرے میں سمیت لیا۔ اگرچہ میں اب
مجھ کو اندہ دور کے وہم کمرے پر قاتل کو اس سے قتل کی اول تھیک
تھیں اور ایک بڑی یاد تھی مجھے اپنے سیدھے دو چھوٹے
دو بار سے جانی دہی اور میں ایک کمرہ ہال کمرے کے
دو بار سے جانی طرف اکلا۔ دوسرے ہی لمحے میں تینوں ایک
بار کمرہ تھے۔

[illegible]

دروازے کی طرف دیکھا تو وہ چاروں انیس بی بی طرغ
 لنگ گئیں۔ اور اس بی بی طرغ بندے کے کہ انہوں نے اپنی
 انیس کا دست بھریا دیا۔ یہ ان کا حصہ ہے بڑی ہوئی بدحواسی کا
 یہ شایعہ تھا تو کیا کسان کے بھی سامان آسمان میں گپ یہ تھا کہ
 اللہ بندے ہوئے ہے پس بڑے برفانی ایسا اچانک
 آکشیں بھی لے بیٹھے تھے۔ جیسا ان کی بدحواسی کا نشانہ اور
 تھے اپنے ہی دو دونوں بھتیجے بہرے وارہے۔ گولین کی
 بیجا یک تر تہا بہت میں ان دونوں کی کہ یہ نہیں بھی شامل
 تھیں۔ ان کے کرتے ہی میں اور اور خبر رہا کشمیر سے
 کر کے بلبلدی رہا ہے۔ جب ہم دونوں کی تحوں نے پہلے
 رفت آنشیں تھیں اچھے... محض ایک دن وہ خاندان جاگن
 اگلی چلا گئیں۔ اور پکے تھے۔ ہم نے بھی ایک لمحہ صاف کیے
 پھر دروازے سے باہر نکلا روکی کے ساتھ چھا

گرو گیا۔ ایک برست فائز ہوا۔ جس میں دو اور گرو گئے۔
 پہلے میں میری کچھ سولی غصوں نے بال کی سیڑھوں کو کھینچ کر
 کے اچھٹے کے شیشوں کے ہت کے پار سارے لہراتے دیکھا۔
 اچھے سے دیکھا کہ کتھ مار کر شیشوں نے کی آواز ابھرتے
 ہی تھیں اپنی داخل کی بال اس طرف سے کر چکا تھا۔ میری انگی
 ٹریڈ پر متحرک ہوئی۔ گروہوں کی آتشیں بھڑکائی ہوئی
 گھڑکی کے پار مجھے شش پانچ کی کوٹھنیں کرتے ہوئے
 ابلیس چیلو کو بری طرح باٹ تھی۔ ایک اور چمکا کے کی آواز
 ابھرتی۔ میں جھولتا تھا انداز میں آواز کی سست چلا۔ اس
 وقت اول خبر کی گن کر گئی اور دوسرے ابلیس چیلو کی کوٹھن
 چمکا میرے جسم پر جان کو برسر مار گئی۔ کوٹھن کی من گھڑکی
 ساتھ ہی ایک دوسرا چمکا چلا گیا۔ برقیہ قبضہ موقوف آسے لگا
 مجھوں کو موت کے گھاٹ اتار کے میرے دھک دے چکا۔ میں لم
 کی گردش میں پارا دوڑنے لگا۔ میں اپنی دو ابلیسوں کو کچھ
 زندہ نہیں چھوڑا چاہتا تھا۔ لہذا اپنی طرف کی ڈھکھولائی
 اولی گھڑکی کی طرف پھپکا۔ یہاں سنا تھا۔ یہ تو اپنی اچھا
 ویران تھا۔ باہر صحت کی پیشانی پر نصب باب کی روشنی چمکا
 ہوئی تھی۔ میں آتشیں گولا کی طرے چلا اور بال گھڑکی کی
 طرف دوڑا گوی۔ دھرا اس خبر سے پار نہجائے کس سرخ
 اپنے تھی انھوں سے دھک کو سنبھالے ہوئے تھا۔ مگر اچھا

وہ اس شوکی نے یہ مفری کا مڑا چھو لیا اور ہار پائی
ہوشیاری سے اس خیمہ کی طرف کی گئی تو فوراً مفری سے بچ
کر ایک سرے سے جوئے ایسٹین بیٹے کی کن افٹ سے چلے
گئی۔ دو واڑے کا طرف لپٹے ہوئے میں نے اس کی
اصیاب مستعدی پر اسے اگھٹا دیا کہ بہت آخر کی کی

مگر مجھے یہ سوال خیر کو اس سے کچھ کہنے کی صحت نہ ہو سکی۔ ہم
دوسروں کی طرح تو بھی ان انہیں صفت روا لیں گے ساتھ دو
دو ہاتھ کرنے کے لیے بے ہمتی ہو رہا تھا۔ اپنی یاد اور تحفظ کا
چند پرہیزی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایک عام انسان کو بھی بہت
کچھ سکھاتا ہے۔

میں نے دیکھا۔ اور غصے سے جڑھ سے میں آنکھوں پر
 مجھے تھے۔ اب ان کی باتوں کی آواز صاف سنائی دیتا تھی۔
 مذکورہ عبادوں میں سے ایک نے دونوں ہتھیرے دار
 صاحبوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

جیسی خان بھی ان کے ساتھ ہے۔ ہم ایک ٹکڑے پر قیادتیں پر
خواب لیا پھر ڈیرے کی رہا دیں گے۔ ویسے سب ٹھیک تو
ہے ناں۔۔۔ انا دھرا؟" جینی نے کہا اس آواز نے اہانت کے منہ
چلا کر رکھا۔

”سب ایک ہے تو... بگڑی ہوئی ہیں۔ بس ذرا اور
زمانی چٹاب کرنے کے لیے شور مچا رہی تھی، ویسے اس کا
اب کر دیا ہے؟“

”سب ان لوگوں کا فیصلہ کرنا میری ہی ذمہ داری ہے۔“
 ”ہو جائے فیصلہ تو چھوٹا ہے۔ اس ذیلی سے جان
 چھوٹے۔“ دوسرے نے بوجھایا۔ ”اویسے کرنا کیلئے ہے اس
 کا؟“ میرے کان کھڑے ہو گئے۔ پہلے شیطان نے سلا کی
 سے کہا۔

”چودھری صاحب نے ہسپتال میں روٹوں کو خون کر دیا ہے۔ دو بجے کو کے پولیس کی بھاری نفری کے کمریوں پہنچے گا۔ شہزی اوداس کے ساتھ اول خیز کو تو جیل میں پولیس مقابلہ دکھانا شروع کر دیا جائے گا کہ جبکہ ان دونوں صاحبی بہنوں (شوکی اور رشید) کو توڑے پرے کر کے جا کر گولی مار دی جائے گی۔“

[illegible]

لوٹ پڑے۔
خوبنک تمراؤ کی ابتدا اوچکی تھی۔ وہ جاہلوں کوئی
سٹیج برکارت میں آئے دونوں بہرے اور ماٹھیوں کے
عقب میں اندر آئے۔ سچے ہندو سب کچل کی سی بھرنی سے
کرنے کا سہارا بنی تھا۔ اسی کو خوش حال کے تھماروں پر فخر
زدن میں قہر بنا: انگلیاں جھین کر آگیاں داہل

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

آوارہ گرد

کی اور جنگی کی دونوں باتوں کو یکساں کر دیا تو جیسے سے جیسے تھا۔ وہ سب کے لیے وجہ سے گرا، اس کے ہاتھ میں ہتھیار تھا، جو تاریکی میں کسی تر کر کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے بیٹھے نے حرکت کی، میں اب سزا ہو چکا تھا، ایک زوردار گھبراہٹ سے اس کی بات پر سید کر دیا۔ اس کے منہ سے اس کی آواز اٹھی وہ کئی قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوا۔ لیکن اسی وقت میں نے کارڈ سے ایک چوڑے کو پکڑ کر اس کے ساتھ اچھلتے دیکھ کر اس کے ہاتھ میں ایک گولہ تھا۔ وہ لڑکھا کر گولہ اس کے پیچھے پڑ گیا، میں نے جتنی جان کی طرف متوجہ ہوا وہ سب کی میں "گولہ لنگ" کے انداز میں اپنا ہتھیار ڈھونڈنے کی کامیاب کوشش کر رہا تھا۔ اس کے تصور میں یہی تھا کہ کارڈ کے اندر سے مجھے کون سی بات لکھی گئی تھی۔ میں نے اس کی کمر پر زوردار لاٹ رسید کر دی۔ اسی لمحے ہاتھ میں ایک فٹنٹا پڑا تو وہ فرار ہو گیا۔ اس کی اول خیر سے شاید بیٹھے کی گردن پر پڑی تھی۔ اور جنگی میری بات کہ کر اس کے کی طرف الٹ گیا۔ میں نے چار کر اولیٰ خیر سے کیا۔

"اول خیر اسی کا ایک ساتھی سلسلے سے ملے گا۔" بیٹھے نے کہا، اسے "کارڈ" "اول خیر" جیسی سے متبادل کرنے کے لیے میری درخواست کو آجایا تھا۔ میری ہدایت پر کارڈ وہ رائل سنہلے آگے بڑھا۔ اس انڈیا میں شوکی اور کھیل بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں جنگی پر زوردار دھمکے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے بھی فرار ہونے کی کوشش کی، لیکن میرے ہاتھ پر وہ دھمکے کہا۔ میری خوشحالی پر اس کا کھنسا پڑا، اس کی تعریف غیبت اور صفت انہیں جتنی جان سے نبرد آزما ہونے کی آتش غضب میں بھسک ہوئی۔ اس مردود سے خبردار ہونے کے دوران بار بار آسید کا مصمم چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گردش کر رہا تھا۔ اس کی جھپک جھپک کی تھی اور وہ فریاد میری سنسنی مامتوں میں گونجنے لگی۔ گھولنا کھانے کے باوجود میں نے اپنے دائیں ہاتھ کے نشیے میں اس کی گردن دھمکی اور ساتھ ہی اپنی سیدھی آنکھ کی زوردار ضرب اس کے سینے پر رسید کر دی۔ گردن پر میری جھپک جھپک اس طرح جاگ کی ضرب اس کے لیے ضرب شدہ جاہت ہوئی۔ اس کے منہ سے فریاد اٹھ رہی تھی اور وہ جیڑی ہٹ کر دھمکی اور میری ہاتھ کی پکڑ کو پکڑا۔ آجایا کر مجھ پر تو جیسے اس وقت اتریں جنوں سوار تھا، میں نے اس کے چہرے پر قدرت سے اچھل کر اپنے گردن پر رسید کر دی اور اس کی گردن دبا چلا گیا۔ وہ زور سے بیڑا بکا کر تھا۔ میرے ایک ہی ہاتھ کے نیچے

میں خود، دو چاروں میں سے میں نے جواب دیا تھا اور یہی سب کسر بات کی طور پر لکھی تھی کہ گردن کی۔ اول خیر کی اس پکڑ کی سے دشمن چمک سکے تھے اور ہمارے اندر سے خائب کی رو میں کافی آگے جاتے۔

ہاتھ مجھے قریب ہی وجہ وجہ کرتے قدموں کی آواز میں سنا دی۔ دشمن دوڑتے ہوئے قریب آ رہے تھے۔ میرا دل سینے میں بے شمار اوجھڑاؤ تھا۔ اچانک اپنی رائل کو پیچھے اپنے پیلوں میں لگا دیا تھا۔ قدموں کی آواز میں قریب آ گیا۔ میں نے گویا سانس بند کر رکھی۔ اس وقت تو اس کی باتیں کرنے کے بھی آواز میں آ رہی تھیں۔ پھر میں اس کے ہاتھ قریب آگے ہماری قدموں کی وجہ وجہ سے تم کوئی۔ میں سن رہی تھی کہ وہ کیا کہتا تھا۔ اپنے قدموں کے قریب کارڈ پر کسی قسم کا شہرہ تھا؟ میرے اندر وہ کھانا شہرہ پڑا۔ پھر اپنے میں ایک کمرہ شہرہ آواز ابھری۔ "میں اور خیر اور میری دیکھ لیا۔ پیچھے کھد وجہ لارہا۔" تم لوگ آگے جاؤ۔ یہ جنگی بات تھا۔

میں اترتے دیکھا۔

"وہ وجہ سے اگر کوئی ہمارے خائب میں آ رہا ہے۔" میں نے اول خیر کو خبردار کر دیا۔

"آگے بڑھتے ہو۔" میرے چپے۔ "اول خیر کی آواز سنا دی اور گردن میں کی گولہ چر گئی اور اوپر سے روشن آسمان میں ہمارے صرف حرکت ہر سے نظر آ رہے تھے۔ اول خیر نے ہاتھ میں سے پھیلایا اور شوکی جھے۔ میں نے خود کو اٹھ بچھے رکھا تھا۔ رائل میرے ہاتھ میں تھی۔ ایک بار تو میں اس کی کچھ پکڑ کر قریب میں آتے ہوئے دشمنوں پر گولیوں کی پکڑ پکڑ کر دوں۔... مگر یہ نہیں میری جڑی سونگ کی۔ اس کا خطرہ نہ ہو گا۔ ہمارے کئے ہمارے نقصان ہو سکتا تھا۔ دشمنوں کو ہماری سب کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ اب کم از کم وہ وجہ کے ذریعے ہمارا خائب کر دیتے تھے۔ قاسمی تھے مگر یہ میری خام خیالی ثابت ہوئی، کیونکہ کھد دشمن پیدل ہمارے خائب میں آتے کے بعد اسی وجہ میں رہا وہ دھمکے کی طرف ہٹ گئے تھے۔ وہ جیتے پکڑ کر کے دوسرے کرڈ سے پڑا تھا چاہے تھے۔ دشمن تھا اس میں صرف دو رائج رہی ہوتا۔

اور جب تک ہم کالے کی ریشم اور بھر بھر رہی تھی والی دھمکان سے لڑ سکتا تھا۔ ہونے شیب میں جا پیچھے اور یہاں سے ہم نے انکو کمرہ سبب و دھمکا کر دیا۔ یہاں پر کھد کھدوں کے سلسلے تھے۔ ان کے انتہام پر پڑی پکار پڑی۔ (دوسرے کھدوں کو پالی پکڑتے والا کھانا) ان پر بھی کئی خور و چھانیاں آئی ہوئی تھیں۔

مجھے نہیں لگ رہا تھا کہ ہم اس طرح بھاگتے ہوئے دشمنوں سے بچ سکتے تھے مگر دوسرے ہی لمحے اول خیر کی آواز ابھری۔ "اس کارڈ کے اندر تمہارے نمونے قاسمی سے چت لیٹ جاؤ۔" اس کی یہ تدبیر مجھے بھر پور لگی۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔

دیکھا گئے۔ "اول خیر چھو۔" ہم تیزی سے بیپ سے اترے۔ میں رائل ایسا جیسے بھولا تھا۔ ہاتھ کے کراڑے پر پتھر روکھی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں مجھے آٹھ دس سٹ افراد دکھائی دیے۔ یہ کوئی اونٹنہ ڈال لیٹنڈ کر ڈیڑھی۔ جس کی بہت اڑا کر اسے بھی چھاری بیپ میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ہم پر تو گولوں کی پکڑ پکڑ ہوئی۔ ہم سب تک لپٹا کے اندر کس گئے۔ اول خیر آگے تھا۔

"میرے پیچھے آتے ہو۔" کہتا ہوا وہ زور۔ ہم اس کے پیچھے تھے۔ رکنا جیتا جیت موت کو دعوت دیتا تھا۔ اس کا احساس میں تھا۔ ہم سے زیادہ اول خیر کو ڈانٹا تھا۔ اس کے اندر کھیں کھیں کچھ کچھ تھا۔ خور و چھانیاں بھی آئی ہوئی تھیں۔ کچھ آواز آئے اور کچھ شور مچاتے اور دھمکے دھمکے۔ اس میں ایک دھمکے خور و چھانیاں دھمکے ہوئے تھے۔ اول خیر نے اپنی رائل کو پالی سے پکڑ کر لڑکی طرح بھاگ کر ان پر ضرب لگائی تو وہ کون کون کر کے ایک ہاتھ کے کراڑے کی طرف بھاگ اٹھے۔ رات سا آٹھ اور کچھ زوردار... اس پر جیسے گردن کی کراہت اٹھی۔ ہمیں بھی ہاتھوں کو وجہ سا چڑھ رہی تھیں۔ دھمکے مقب سے گاڑی کے کئی کی خراتی ہوئی آواز ابھری۔ ہاتھ کے دھمکے کراڑے پر دھمکوں کی وجہ ہمارے خائب میں آ رہی تھی۔ اگر وہ ہمارے قریب پہنچ جائے تو آسانی سے ہمیں اس ہاتھ کے اندر ہی بھد کر کے گولیوں سے بھونک دیتے۔

اول خیر ہم سے آگے تھا۔ وہ ایک جگہ رہا۔ اور ہاتھ کراڑے کی دھمکان پر ایک خور و چھانیاں کو پکڑ کر اس پر چڑھنے لگا۔ ہم نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

اب مجھے اول خیر کی چال کی کا اندازہ ہوا۔ وہ اب دشمن کو حریف میں ڈالنے کے لیے تھا کہ آیا وہ پکڑا کر کے کراڑے پر سے اڑا خائب کر دے۔ رائل ہاتھوں کی طرف سے۔ اب جبکہ ان کی گاڑی کی آواز دھمکے کراڑے سے ابھرتی ہوئی تھی تو اس نے اعلان کیا کہ کراڑے کا رخ کیا تھا۔ ہم سب ایک دوسرے کی مدد سے ہاتھ تھامے۔ دائیں کراڑے پر آگئے۔

"خیر وار... کھڑے مت ہونا، لیٹ جاؤ۔... سینے اور کنبوں کے بل جیتی جلدی ہو سکے۔ کراڑے سے بچے اتر جاؤ۔" اول خیر نے ہدایت دی۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ ایسا کرتے ہوئے میں نے مقب میں دوسرے کراڑے پر بھی لگا ڈالی۔ دشمن نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ یہی سب تھا کہ انہوں نے بیپ روک لی تھی اور میں نے کئی سبب کرڈوں کو ہاتھ

اچانک سے

طے ہوا اور اول خبر کے مطابق... اب ہم موشی محل والے

کے اس مذکورہ ہم پائے رہتے پر گامزن تھے۔

میں بار بار کلب الموشی مل رہا تھا۔ آسے کے ساتھ

شرمنگ اور انصافیت سوز علم کرنے والے اللہ چاروں

ایلیس جلیان تو جنم واسطی کرنے کے بار جو مجھے بھی خان

کے سینا وقت پر اپنے قبیلے سے نئی کرکٹ جانے کا بے حد

رہی تھا۔ آسے کی ایک لاش کے بدلے، ممتاز خان کو کئی

اشوں کا قہر دیا تھا مگر میرے لیے یہ سب کافی تھا۔

ہمارے پاس رہا جیل کے لیے کوئی مل فون تھا۔ وہ

سب ہم سے چھپانے لگے تھے۔ وہاں میں ابھرنے

والے ایک خیال کے تحت میں نے خانہ دہی سے گاڑی

ڈرائیو کرتے ہوئے اولیٰ خبر سے پوچھا۔

”مگر وہاں کارنگ کرنے سے پہلے ہمیں بیگ صاحب سے

رابطہ کرنا چاہیے تھا۔ مگر...”

”اس کی ضرورت نہیں۔“ وہ جواب دیا۔ ”اس وقت

ہمیں خودی کا سارا زور ملے پلڑے میں بنگالی آدمی پر

گاہ۔ ای۔۔۔ یہ ضروری ہے کہ ہمارا بھلے والے سے ایک

موشی قاصد ملے کرنے کے بعد اس جیب سے چھٹکارا پانا

ضروری ہوگا۔“

میرا ارادہ ابھی اس جیب کو چھونے کا نہیں تھا۔ نیز

میں چاہتا تھا کہ بیگ صاحب کا کارنگ کرنے سے قبل ہم شوکی اور

بھیلہ کے مگر کا رخ کرتے... وہاں سے انا کا ضروری

سامان چھینے میں ان کی مدد کرتا... اور بیگ صاحب کی کران

دوں لیکن مجھ کو بھلائی کے ساتھ ساتھ اس سے لاہور روانہ کر

میں اس غریب معصوم پر ان سفاک درندوں نے حکم دیا

تھی تو چاہتا ہے ممتاز خان کی حریف سمیت چڑھنے کے

پانچ لاکھ کی محنتیں جو محنت ڈالوں اب میرے دل و

دماغ کو کچل کر خیر ہوگا۔“

”کا کا...“ بانیہ آسے لیکن جرأت مند اور بہادر

میرے تھی اسی کا مجھے بھی انتہائی دکھ ہے۔“ وہ بھی سخوسم

کے میں ہوا۔

”مگر یہ دو اپنی مللی کا ملہ سے جلد الزام کرنے کی

دشمن میں تھی... مگر شاید میری طرح تو نے ایک اور

ذہنیت بھی نوٹ کی ہوگی گا کہ... وہ آخری حد تک صدق

دل سے تجزیہ کر کے کہنے کے لیے کوٹاں تھی، اور اس کی خاطر

... اپنے سختیر بھان کی دوری کرکھی برداشت کیے ہوئے

تھی۔“ اول خبر کی اس آخری بات نے مجھے ایک بار پھر

آہیدہ مار کر دیا اور میں نے سر جھکا دیا۔ عقب سے شوکی

نے میرے کان سے یہ پھر کر کہا تھا۔

”خوش کرو دشمنی! ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم

سب تم کو ان دھڑوں دھڑوں کا خون سے آسہ دینے کے لیے

تھے تمہارے بدلے میں گے۔“ بھیلہ نے بھی اس کلام کا اعتراف کیا تو

میں رونا کے ہوا۔

”میں اور بیگ صاحب... ہم قتل دھڑوں کو اس آگ سے

اور رکھنا چاہتا ہوں... یہ صرف میری جنگ ہے۔ یہاں

سے لڑنے کے بعد تم دھڑوں کو چھوڑنا پڑے گا۔“

جیب میں بھیلہ کا دھڑی مچا تھی۔ اولیٰ خبر دستوں کا

بھی تھا۔ اولیٰ خبر نے جو بیگ صاحب کا قہر تھا اس کے مطابق

پانچ لاکھ کی محنتیں جو محنت ڈالوں اب میرے دل و

دماغ کو کچل کر خیر ہوگا۔“

”کا کا...“ بانیہ آسے لیکن جرأت مند اور بہادر

میرے تھی اسی کا مجھے بھی انتہائی دکھ ہے۔“ وہ بھی سخوسم

کے میں ہوا۔

”مگر یہ دو اپنی مللی کا ملہ سے جلد الزام کرنے کی

دشمن میں تھی... مگر شاید میری طرح تو نے ایک اور

ذہنیت بھی نوٹ کی ہوگی گا کہ... وہ آخری حد تک صدق

دل سے تجزیہ کر کے کہنے کے لیے کوٹاں تھی، اور اس کی خاطر

... اپنے سختیر بھان کی دوری کرکھی برداشت کیے ہوئے

تھی۔“ اول خبر کی اس آخری بات نے مجھے ایک بار پھر

آہیدہ مار کر دیا اور میں نے سر جھکا دیا۔ عقب سے شوکی

نے میرے کان سے یہ پھر کر کہا تھا۔

”خوش کرو دشمنی! ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم

سب تم کو ان دھڑوں دھڑوں کا خون سے آسہ دینے کے لیے

تھے تمہارے بدلے میں گے۔“ بھیلہ نے بھی اس کلام کا اعتراف کیا تو

میں رونا کے ہوا۔

”میں اور بیگ صاحب... ہم قتل دھڑوں کو اس آگ سے

اور رکھنا چاہتا ہوں... یہ صرف میری جنگ ہے۔ یہاں

سے لڑنے کے بعد تم دھڑوں کو چھوڑنا پڑے گا۔“

جیب میں بھیلہ کا دھڑی مچا تھی۔ اولیٰ خبر دستوں کا

بھی تھا۔ اولیٰ خبر نے جو بیگ صاحب کا قہر تھا اس کے مطابق

بھی تھا۔ اولیٰ خبر نے جو بیگ صاحب کا قہر تھا اس کے مطابق

بھی تھا۔ اولیٰ خبر نے جو بیگ صاحب کا قہر تھا اس کے مطابق

پانچ لاکھ کی محنتیں جو محنت ڈالوں اب میرے دل و

دماغ کو کچل کر خیر ہوگا۔“

”کا کا...“ بانیہ آسے لیکن جرأت مند اور بہادر

میرے تھی اسی کا مجھے بھی انتہائی دکھ ہے۔“ وہ بھی سخوسم

کے میں ہوا۔

”مگر یہ دو اپنی مللی کا ملہ سے جلد الزام کرنے کی

دشمن میں تھی... مگر شاید میری طرح تو نے ایک اور

ذہنیت بھی نوٹ کی ہوگی گا کہ... وہ آخری حد تک صدق

دل سے تجزیہ کر کے کہنے کے لیے کوٹاں تھی، اور اس کی خاطر

... اپنے سختیر بھان کی دوری کرکھی برداشت کیے ہوئے

تھی۔“ اول خبر کی اس آخری بات نے مجھے ایک بار پھر

آہیدہ مار کر دیا اور میں نے سر جھکا دیا۔ عقب سے شوکی

نے میرے کان سے یہ پھر کر کہا تھا۔

”خوش کرو دشمنی! ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم

سب تم کو ان دھڑوں دھڑوں کا خون سے آسہ دینے کے لیے

تھے تمہارے بدلے میں گے۔“ بھیلہ نے بھی اس کلام کا اعتراف کیا تو

میں رونا کے ہوا۔

”میں اور بیگ صاحب... ہم قتل دھڑوں کو اس آگ سے

اور رکھنا چاہتا ہوں... یہ صرف میری جنگ ہے۔ یہاں

سے لڑنے کے بعد تم دھڑوں کو چھوڑنا پڑے گا۔“

جیب میں بھیلہ کا دھڑی مچا تھی۔ اولیٰ خبر دستوں کا

بھی تھا۔ اولیٰ خبر نے جو بیگ صاحب کا قہر تھا اس کے مطابق

بھی تھا۔ اولیٰ خبر نے جو بیگ صاحب کا قہر تھا اس کے مطابق

بھی تھا۔ اولیٰ خبر نے جو بیگ صاحب کا قہر تھا اس کے مطابق

پانچ لاکھ کی محنتیں جو محنت ڈالوں اب میرے دل و

دماغ کو کچل کر خیر ہوگا۔“

”کا کا...“ بانیہ آسے لیکن جرأت مند اور بہادر

میرے تھی اسی کا مجھے بھی انتہائی دکھ ہے۔“ وہ بھی سخوسم

کے میں ہوا۔

”مگر یہ دو اپنی مللی کا ملہ سے جلد الزام کرنے کی

دشمن میں تھی... مگر شاید میری طرح تو نے ایک اور

ذہنیت بھی نوٹ کی ہوگی گا کہ... وہ آخری حد تک صدق

دل سے تجزیہ کر کے کہنے کے لیے کوٹاں تھی، اور اس کی خاطر

... اپنے سختیر بھان کی دوری کرکھی برداشت کیے ہوئے

تھی۔“ اول خبر کی اس آخری بات نے مجھے ایک بار پھر

آہیدہ مار کر دیا اور میں نے سر جھکا دیا۔ عقب سے شوکی

نے میرے کان سے یہ پھر کر کہا تھا۔

”خوش کرو دشمنی! ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم

سب تم کو ان دھڑوں دھڑوں کا خون سے آسہ دینے کے لیے

تھے تمہارے بدلے میں گے۔“ بھیلہ نے بھی اس کلام کا اعتراف کیا تو

میں رونا کے ہوا۔

”میں اور بیگ صاحب... ہم قتل دھڑوں کو اس آگ سے

اور رکھنا چاہتا ہوں... یہ صرف میری جنگ ہے۔ یہاں

سے لڑنے کے بعد تم دھڑوں کو چھوڑنا پڑے گا۔“

جیب میں بھیلہ کا دھڑی مچا تھی۔ اولیٰ خبر دستوں کا

بھی تھا۔ اولیٰ خبر نے جو بیگ صاحب کا قہر تھا اس کے مطابق

بھی تھا۔ اولیٰ خبر نے جو بیگ صاحب کا قہر تھا اس کے مطابق

بھی تھا۔ اولیٰ خبر نے جو بیگ صاحب کا قہر تھا اس کے مطابق

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

20 اگست 2014ء



ایکینہ

ترک وفا کا تے دار
نایاب جیلانی

نگہت سبھا کے خوب صورت دل کا گھر
عاقبت جاوید کے نال رنگ خلش کا ایک ناک

زائدہ پروین کا روایتی انداز میں پڑھائی ناول جنگل کا پھول

ناہید سلطانیہ اظرا ایک انوکھی کہانی کے ہمراہ

ناہید فاطمہ حسنین اور سیمیا یاسمین محبتی کی پُر شکوہ تحریروں
ماہرہ طاہر، فرحین اظفر، فرح طاہر، شاہدہ ملک
روشنائے عبدالقیوم، روزگار، زینت، شائستہ کی حسین کہانیاں

شائستہ زریں ایک خوبصورت ناول کے ساتھ

پروفیسر سیماسراج

کے خوشی و غم کی ایک نئی روایت

وقت تک بات نہ کرنا کرتا رہے جب تک کہ... اس کے
بند دروازے کا کھلا کھلا ہوا دھڑکا دھڑکا کر رہا تھا۔
میرے اس قیاس کی تصدیق ارشد نے بھی کر دی تھی۔
یہ میرے لیے لڑکی بات کی کہ ہمارے حلقے میں قیام
ساحب نے اسے کسی عام آدمی کے بھائی کیل دانا کوئی کار
رکھا تھا۔ مجھ سے کیل وادار کے فارکمانے کی ایک وجہ یہ تھی۔
ارشد سے گفتگو ہوئی، سب سے پہلے تو میں نے اس
سے تکرر صاحب کے بارے میں دریافت کر دیا اور وہ بولا۔
”سچا تم بتاؤ، اچانک کدھر صاحب ہو گئے تھے...؟“
تکرر صاحب تو بھلاں پورائی جسکی تمہاری لڑکی؟ اور یہ دونوں
کون ہیں...؟ کدھر دیکھے جاملے تھے جیگر کوئی آ رہا ہے۔
اوارڈ والی ہم میں ارشد... کی لکھلک سے بات کرتی تھی
اور غائبانہ تعریف بھی تھا۔ میں نے پہلے شرم کی اور پھر جھلک
قاریف کر دیا اور ارشد کو یاد آ گیا۔
اس کے بعد میں نے اسے اب تک کی ساری تفصیل
بتادی۔ وہ سب سن کر دنگ رہ گیا۔ آہستہ آہستہ گئی
دکھانا۔ پھر جب میں نے اس سے تکرر صاحب کے حلقے پر چھا
خود جواب دینے کے بجائے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر بولا۔ ”پہلے
میں ذرا اس مردار کو ڈھکیل ڈاؤں کوئی تفصیل بتاؤں...“
اس کا تکی حکم نہ تھا اور اس سے آکر ہم نہیں کرتے ہوں۔“
میں چونکا پھڑکا۔ ”خیریت تو ہے ناں... یہاں
پر...؟“
”ابھی آکر بتاتا ہوں۔“ وہ پھر میرے سوال سے
پہلوئی کر گیا، میں دھمکن میں بٹا ہو گیا۔ میرے سامنے
وہ صوفے پر شوکی اور لکھلک اپنے چروں پر سوائے نشان
لیے بیٹھے میری جانب ہی تکی رہے تھے۔ ارشد جلد ہی لوٹ
آیا۔ اس کے ہمراہ ایک بڑی فادہ بھی تھی۔ جو کیک خزان
دھکیلی ہوئی اندر لے آئی۔ اس میں کچھ کھانے بیٹے کی
چیز تھیں۔ وہ خاموشی سے ہمارے درمیان خزان کو لڑکی کر
کے چلی گئی۔ ارشد نے میری طرف دیکھا اور میری بے چینی
بھانپ کر بولا۔
”اے بچہ پانی جاتا تھا تکرر صاحب کو لینے... اسی لیے
مجھ کا تکی کی تھی کہ میں تم سے مختصر احوال کے لئے است
دوں۔“
میں چپکا۔ ”اچھا...؟“ کیک کیا ہوا تکرر صاحب
کو...؟ خیریت سے تو ہیں...؟“ میں خوشی میں چپکا ہو
گیا۔
”شاید جیسے نہیں معلوم۔“ اس نے ایک اہم اطلاع
میرن بات پر وہ دھمکی کی معنی خیر مسکراہٹ نکلا۔

قیدی بناتا تھا۔

جیسے اس کی ہرگز توقع نہ تھی کہ آخر یہ سب اس کا ایک اور اچھی چیز کی کے ساتھ ہوا کیوں کر تھا؟ جیکو والا میں تو چڑیاں بھی پر نہیں مار سکتی تھیں، چہ جائیکہ... انجینئر روشن خان اپنی ایک بیس پارٹی سمیت دھولے کے ساتھ دھوا دھوا کر صرف اندر داخل ہو چکے تھے۔ جیسے کسی گرفتار کر لیا۔ ضرور اس سلسلے میں پہلے سے اس کی راد بھلا کی گئی ہوگی... اور راد بھلا کر کے دلاستار خان کے علاوہ اور کون اوستا تھا۔ میں نے جیسے انداز حالات کا پڑیکہ بھی سے تجزیہ کیا تو کسی سوالوں کے جوابات مجھے بنا نہیں ملے چلے گئے۔ پھر میری افسانہ خان کا کیا تھا۔ انتقال، جیکو صاحب کا اسپتال باپ کی عیادت کو جانا، یقیناً ممتاز خان بھی وہاں گیا ہوگا۔ اب تک کے حالات کا ممتاز خان کو تو قسم تھا مگر جیکو صاحب کو اس کا اندازہ تو تھا کہ نہیں۔ پھر ممتاز خان سے دودھ پانکڑے کے دوران میرے سامنے اس کا اپنی بیمن (بیکم صاحب) کے خلاف خفیہ ایک جرائد کا انکشاف کر دیا۔ یہ کہتا تھا کہ ممتاز خان نے باپ کی تو گئی دالے کو بھی نہیں بٹھا اور الال مردود نے جیکو صاحب کو نقصان پہنچانے کی کوشش چاہی ہوگی، اپنے بیٹے کی ملاکت کے بعد وہ بھی میں اس قدر اندھا ہو گیا تھا کہ انتقام لینے کے لیے کسی بھی طرح کو اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

اس کم صفت رازیل انسان ممتاز خان کے لیے یہ انداز والے اکون کی ششک بات تھی کہ... میں اس کے صفت انجین خوار جو اس کو موت کے ٹھکانے اتار دے کے بعد پتا کے لیے کہاں کا رستہ کھسکا ہوں۔ چنانچہ اس نے... مگر یقیناً جیکو صاحب کے ساتھ کوئی کھسکا لایا ہوگا اس کے بعد اپنے ہاتھ پر نور روشن خان کو جیکو والا پر دینے کا "منہری" فریضہ ہے آکا ہو رہا ہو۔

میرے پاس اب سوائے تنہا کے اب کوئی کام نہ رہا تھا جس کو کرنا تھا۔ اس دوران غائبہ کا خیال ایک کے لیے بھی میرے دل و دماغ سے کوئی نہیں ہوا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مجھ سے دور تھی۔ بہت دور... کچھ دور... اور جو اتنی دور ہوتا ہے، وہ اتنی ہی قریب ہوتا ہے... راہ محبت کی کھسکا ہوں کو سینے والوں پر شاید قسم کا قدرے کی ایک حمایت دینی ہے کہ وہ محبوب کو غافل سے دور کر کے کسی حد قریب کر دیتا ہے کہ محبوب اپنے دلوں کے حواہوں اور خیالات پر بھلا ہوتا ہے۔

وقت کا اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا البتہ جیکو کے باہر سلسلہ کار پر روشنی آتا تھا میرا سا تو کچھ کر اندازہ ہوتا

"ایک عورت اور سولے جی جناب... دو دلوں خروکو ہیں برائی تھیں۔" وہاں میرے ایک ساتھی نے سواد بانہ کیا۔ وہ میری خدائی پر اندازے والی سطوروں میں حریفانہ ہوتے۔ اور یقیناً شہر کی اور گلی کی بات کر رہے تھے۔ میں نے پھر اس بات پر ذرا دل مفت دھن خان کے باہر دھڑکے۔ اس کے کھروہ کے لیے شہر کے کا جانا کچھ میری نگاہوں نے فوراً ہنس پڑا کہ... اسے یہاں شب خوں مارنے کی ہدایت سے پہلے ایک طرح "برائی" کہا گیا تھا۔

یہ تو میری... روشن خان کی بڑھ کر رہی تھی۔ میں نے انجینئر روشن خان کی طرف مہرے ہوئے تھا۔ "اسے... اور اپنی قانون کے جرم نہیں ہیں۔ انجین جیوز... میرے بلے سکتے اور لاوا لگتے۔" جیکو پر روشنی نے ایک نئے تانے بانی کیڑے سے جیسے کہ دن سوز کر میری طرف دیکھا۔ اس طرح برائی نظر میں مجھے لیے ہوئے ہندو قدم چلے جانے سے بالکل قریب آن کر رہا تھا اور میرا۔

ایک گھر ہے... لے جاؤ اس کو! "اسی جانی جانی میرے ہفتوں کی طرح حرکت میں آئے۔ اور اس باہر کمزری ایک پولیس سوائل میں سرور کر رہی تھی۔ وہاں ایک سیاہی کے علاوہ حریف ایک اور پولیس سوائل میں کمزری تھی۔

تینوں دن بعد تین گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی سڑک پر تھیں۔ سب سے پہلی پولیس ویز کار مارے جانا گیا تھا اور وہاں ایک تک و تار یک اور کئی انٹوں والی بیک میں ڈال دیا گیا۔

سب دن گرفتہ جیکو کے ایک کونے میں دیکھارے بہت تھکا۔ نہ گیا۔ بھانے جیوری تنہا میں کیا لکھا تھا؟ "میرے باپ کا بھائی دینی تو تین وقت پر سب دیکھو جانا کرتا تھا۔" آہستہ جیسے میری تھک رہا تھا کہ جڑ جاتی تھی، تھک رہی تھی میری دو ماندہ دن کی ایک دائرے کی قیدی تھی تو رہے تھے، اس جہاں سے چلا کر دھڑا آ جاتا۔

اب ایک بار پھر روشن خان کے کھروہ پر تھا اور یہ بات کہ وہ تھک رہی تھی کہ وہ میری موت کا خوف تھا۔ "ہر گز میری موت کے" "ناک" کے مطابق جیسے کسی بھی وقت ہوتا تھا۔ اس کی قید میں جانے کا مطلب موت کا

اسی وقت کی بھاری قدموں کی دھمک سنائی دی۔ شاید پولیس اہل داخل ہو گئی تھی۔ سامنے ایک دروازہ تھا۔ ارشد اس کی طرف دوڑا۔ میں اس کے عقب میں تھا۔ اس نے فوراً کہا کہ اتو ہم دلوں میں بڑی طرح تھک کر رہ گئے۔ چار پانچ پولیس اہلکار اچھلیں تانے چرکس کھڑے نظر آئے۔ "اب تم کہیں بھی جاؤ گے۔" "اب تم کہیں بھی جاؤ گے۔" "اب تم کہیں بھی جاؤ گے۔" "اب تم کہیں بھی جاؤ گے۔"

میں نے ایک منٹ ہی سکرپٹ شاپات میں سہارا دیا۔ ہماری حالت نہایت خست ہو رہی تھی۔ ہم تینوں نے قسطنطنیہ و کر کے سے پڑے زہر تھک کر لیٹے تھے۔ جیکو والا میں ہر وقت ہر قسم کی ایسا جو رہا تھا تھا۔ ایک دھڑکنے پر گزرتے۔ جیکو صاحب نہیں لوثی تھیں۔ میں اپنے کمرے میں تھا۔ شہر کی اور گلی کی ایک کھڑا کر رہا تھا اور اس کوئی کا اور تھا کہ جیسے لپٹا لے گئے اور میں بیٹے پر ہم دروازہ... سوچوں میں مستغرق رہتے رہتے جانے کب سر گیا۔

کسی کے ہمنو زدن پر میں بڑی طرح ہڑبڑا کر رہا تھا۔ یہ ارشد تھا۔ اس کے گھر سے پہلے یہاں اور ہی تھیں۔ "اٹھو... شہر کی اٹھو... کھل جا کر..." اس نے بڑھ کر مجھ سے کہا۔

میں ہنسنے سے اٹھ کر رہا اور نہانے کیا اور اپنا کچھ آن پڑی تھی جس کے باعث میرا دل بڑی طرح دھڑکنے لگا۔ "تھک... کیا ہو...؟ خیر تو ہے...؟" میں نے ارشد کے بدحواس اور پر تشویش ہنسنے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

وہ ہلکا... "منہری اور خیریت بالکل نہیں ہے، سب ورہم پر ہم ہو چکا ہے۔ تم اٹھ چلو... آؤ میرے ساتھ... وقت بالکل نہیں؟" اس نے کہا اور کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ میں اس کے پیچھے دوڑا۔ "منہری اور بھلے کدھر تھا...؟ اور اول خیر؟" میں نے اس کے پیچھے تقریباً دوڑنے کے انداز میں تیز چلتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی ان کو چھوڑ دو... اپنی خیر مناد، انجینئر روشن خان جو کہ بھڑے کی طرح تم پر چبھنے کو ہے۔" وہ ہلکا... اور مجھے ایک بڑے ہال کمرے سے لایا ہوا... جیسے ہی کچھ دوا کے بنے دیکھ لان کے ایک کھلے کونے میں آیا تو

یاد کو کھڑے میں ڈال کر بھاگ گیا۔ "روشن خان! وہ شہر انداز میں فرمایا۔ اس کا خیال خلاصہ تھا کہ اس نے اپنے جیسے جیسے حیرت تھی، اول خیر کہاں گیا...؟ یہ اور ایسے ہی سے سوالوں کے جوابات تھے صرف ارشد ہی دے سکا تھا۔

"بے فکر ہو۔ اول خیر کو تم جیسے آدمی کی سفارش حاصل ہے۔ اسے شاد و غیرہ پہنچا دیا گیا ہے۔"

اس کے بعد وہ سونے سے اٹھتے ہوئے ہلکا... "تم لوگ آرام کرو... مجھے ذرا کچھ دینی کے حالات کا جائزہ لینا ہے... ممتاز خان سے کچھ بھی بیڈ نہیں... اور ہاں... میرا ایک مشورہ ہے جب تک جیکو صاحب نہیں آجائیں، اول خیر سے ملنے کی کوشش مت کرو۔ یہ نہیں ادا کا قسم ہے میں نہیں چاہتا کہ باوجود یہاں تمہاری کسی آدمی کے ساتھ نہ ماری ہو۔"

میں نے ایک منٹ ہی سکرپٹ شاپات میں سہارا دیا۔ ہماری حالت نہایت خست ہو رہی تھی۔ ہم تینوں نے قسطنطنیہ و کر کے سے پڑے زہر تھک کر لیٹے تھے۔ جیکو والا میں ہر وقت ہر قسم کی ایسا جو رہا تھا تھا۔ ایک دھڑکنے پر گزرتے۔ جیکو صاحب نہیں لوثی تھیں۔ میں اپنے کمرے میں تھا۔ شہر کی اور گلی کی ایک کھڑا کر رہا تھا اور اس کوئی کا اور تھا کہ جیسے لپٹا لے گئے اور میں بیٹے پر ہم دروازہ... سوچوں میں مستغرق رہتے رہتے جانے کب سر گیا۔

کسی کے ہمنو زدن پر میں بڑی طرح ہڑبڑا کر رہا تھا۔ یہ ارشد تھا۔ اس کے گھر سے پہلے یہاں اور ہی تھیں۔ "اٹھو... شہر کی اٹھو... کھل جا کر..." اس نے بڑھ کر مجھ سے کہا۔

میں ہنسنے سے اٹھ کر رہا اور نہانے کیا اور اپنا کچھ آن پڑی تھی جس کے باعث میرا دل بڑی طرح دھڑکنے لگا۔ "تھک... کیا ہو...؟ خیر تو ہے...؟" میں نے ارشد کے بدحواس اور پر تشویش ہنسنے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

وہ ہلکا... "منہری اور خیریت بالکل نہیں ہے، سب ورہم پر ہم ہو چکا ہے۔ تم اٹھ چلو... آؤ میرے ساتھ... وقت بالکل نہیں؟" اس نے کہا اور کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ میں اس کے پیچھے دوڑا۔ "منہری اور بھلے کدھر تھا...؟ اور اول خیر؟" میں نے اس کے پیچھے تقریباً دوڑنے کے انداز میں تیز چلتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی ان کو چھوڑ دو... اپنی خیر مناد، انجینئر روشن خان جو کہ بھڑے کی طرح تم پر چبھنے کو ہے۔" وہ ہلکا... اور مجھے ایک بڑے ہال کمرے سے لایا ہوا... جیسے ہی کچھ دوا کے بنے دیکھ لان کے ایک کھلے کونے میں آیا تو

حقا کہ سورج اٹھنے والا ہے۔ میرے کسی میرے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔

رات آگئی۔ میری جھپک کے قریب اب تک کوئی نہ تھا۔ میرے پاس محسوس ہوئی۔ میں اٹھ کر سلاخوں کی طرف آیا اور گردن کی طرف منہ کر کے چایا۔ میں نے پانی اٹھنے کے لیے کسی کو اٹھا کر کسی نے میری طرف توجہ نہ دی۔ میرا خیال تھا وہ شخصوں روشن خان تو سرور۔۔۔ میری سزاوت پر ہی آگاہ ہے کہ کمرے میں میری حرکت بھی وہ مجھے ڈالی کر تھامے گا اور قاب ہو گیا تھا۔

دوسری رات میں بھی گورنگی۔ کوئی بھی نہیں آیا۔ اس طرح اگلے اگلے جانتے جانتے انہیں بھی میری رات گویا آنکھوں میں ہی کٹ گئی۔ صبح کھینچا جا کر ایک سنتری کی صورت دیکھا نصیب ہوئی۔ وہ ایک چھوٹی سی فرشتہ میں پانی کا کلاس اور پائے کا ایک جوتے سا کپ سلاخوں سے پار تھا کر لوت کینا۔

ایک گھاس پانی کا ٹیلا تھا۔ میں نہ ٹٹ چکا تھا کیا پھر چائے پینے لگا جو خاص ہی بد مزہ تھی۔

آج بھی بے نظری آئے والے کر رہا میں اب دن کی روشنی چھیلے گی تھی، اچانک کسی کے بھاری قدموں کی آواز ابھری۔

آئے والا شاید تھا تھا۔ اس کے سیدھے اچھ میں ایک اخبار تھا۔ وہ گردن سے سلیٹن زدہ فرش پر ڈالت اپنے بھاری جوتوں کی دھمک پیدا کر کے اس پرک کے سلاخ دار دروازے کے بائیں قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ یہ ایکشن روشن خان تھا۔ اس کے سرور سیاہ روچرے پر تیشی اور غصہ کی کے ہر چوتھا ثبات مرتب تھے۔ میری جتنی تسلی نظر میں اس کے ہنرے پر دم کر رہا تھی۔ اس نے اخبار میری طرف بڑھا دیا۔ میری شلٹ بار آنکھوں میں پریشان کن آنکھوں کی حیرت کی کر جانے اس غیبت نے اب میرے خلاف کون سا تیر آڑا تھا۔ نظریں اس کے چہرے سے بہت کر عباد پر پڑیں۔ جو میں نے اس کے ہاتھ سے لے کر دیکھا۔ اخبار آٹا کا ہی تھا۔ پہلی ہی صفحے پر کل سہ ہفتہ نگار پر پڑنے والے نہیں رہنے کی خبریں لکھی تھیں۔

میں سوچتی نظروں سے خبر پڑتا تھا کیا۔ جس کے مطابق جو میں نے حکم لایا پر یہ کرنے کے بعد میرے چند خطرے بکرموں اور شد بخوشی اور خلید کو گرفتار کر لیا ہے جبکہ اصل مجرم۔۔۔ یعنی میں نہیں کا کھیرا تو ذکر فرما ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

یہ خبر چونکہ دینے والی تھی ساتھ ہی اس میں مجھے ایک روشن خان کے لئے ریک کے بھی علم ہوا۔ میرا اس طرح دھیان ہی نہیں کیا تھا۔ وہ اب ترقی پا کر ڈی ایس پی بن چکا تھا۔

اخبار اس نے میرے ہاتھوں سے جھٹ لیا۔ مجھے بھی ہوش آیا۔

”میری حالات اور میرے اختیارات کا مجھے اندازہ ہو ہی گیا ہوگا۔۔۔ شہزی اس میں ہر طرح سے تیزی پر کھڑے تھے۔

وہ بھیجے دینے کے انداز میں فرمایا۔ اچھ میرے دل کی داغ میں آنکھیاں سی میں دیکھا تھا۔۔۔ گویا میرا ایک

اتھ پڑا تو درست ہی لگا تھا۔ یعنی میری گرفتاری کو ناکارہ رکھا گیا تھا بلکہ راز میں کیا۔۔۔ میرے سے ہی مجھوت پہنچا کہ میں جھگڑا سے چلیں گا کھیرا تو ذکر فرما ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ دشمنوں کا میرے خلاف ہر ایک ایک خطرہ ایک مزام کا صاف بھلا تھا۔

”ایک خبر کے سامنے اسٹیشنر نہیں ایک ڈی ایگس لیا۔۔۔ ایک خاتون کین انسر۔۔۔ روشن خان کھڑا ہے۔۔۔ شہزی

اچھ خان حرف نہ بولی۔ اس کی ہڈی جلدی رہی۔

”اس مجھوت اور لوگوں کو گرفتار کرنے کا مقصد جان سکتا ہوں۔۔۔ ڈی ایس پی روشن خان؟“ میں نے جی

الغہ ورا ہے اندر کے آتش فشاں ابالی پڑتا ہو پائے ہو

کہا۔ جواب میں وہ کھڑو انداز میں ایسا بولا۔

”اس میں حیران کنہ ہو گیا ہے۔۔۔ اور تھکان میں

”فائدہ۔۔۔ اور آخر۔۔۔ میں نہ ہر ختم لگے میں

”ہاں فائدہ۔۔۔ اس صورت میں کہ مجھے صرف قبول کرچ ہو گا کہ۔۔۔ چودھری صاحب خان کے اٹھنے سے

فرخ کا قتل تو نے کیا تھا۔“ وہ کھڑے پھر اسے غصہ سے بات کرتے ہوئے بولا اور تیرے حق بدن میں جیسے آگ لگا

لگا کی تحرات بھڑکنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس میں حیرت کی بات ہے۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

آوارہ کدو

رہنے پر مجبور کر گئی اور جو ہاتھیں میں نہیں جانتا تھا وہ اس سے فوری طور پر آگاہ ہو رہا تھا اور دشمنوں کی کاوشوں سے روشن خان لاپرواہ اور دشمنوں کی کاوشوں سے واقف تھی۔

”اب اس روز دلی کے گھر میں سب بدمعاش سکا تھا۔

”کیا تیرے صاحب کو بھی گرفتار کیا جا چکا ہے؟“ میں نے بھونپ کر پوچھا۔ میرا خیال تھا کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا جڑا وہ اپنی سوتی توند پر بھٹن کی ہیلت درست کرتے آئے اس کی دونوں جھپوں میں ہاتھ ڈال کر بولا۔

”اب اسے بھول جاؤ اور اپنی فکر کرو۔“

میں اس کی بات پر اندر سے لرز گیا۔ آخر کیا کچا ہوا تھا بھگم صاحب کے ساتھ۔۔۔ جبر کی وجہ سے بدبخت اسے بھول جانے کو کہہ رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ بھگم صاحب نے میری بہت حد تک کی، دوسرے لیے ایک مہربان خانوں ثابت ہوئی دی تھی، اولیٰ خیر جیسا جاں نثار اور دغاوارہ ماسکی اس کا تین ثبوت تھا۔ بلاشبہ بھگم صاحب کے مجھ پر احسانوں کی ایک طویل لسٹ تھی۔

میں اس ذلیل صفت لڑکی اپنی جانب بڑھتی ہوئی نظروں سے اپنی اندرونی کیفیات چھپاتے ہوئے بھاگ کر لاپرواہی میں ہوا۔

”آفسیر! ان حالات میں ہر انسان کو اپنی سی فکر ہوتی ہے مگر میں جانتا تھا جاہلوں کا کہ آخر تم صبر نہیں اٹھو۔۔۔ اذ کویت خانم شاہ کے گیت کا مخاطب کی آتن تک بھلا تک نہ رہا۔ اس نے جتنا بھگم لڑکی دیا کر کے چھوڑا۔۔۔“

تہہ چہے ہوئے بھی میرے اندر کا ڈر بڑھ گیا تھا۔ ان کی صورت اگل ہی پڑا۔ میری بات پر اس کے سیاہ رنگ پٹیلی پر سٹوٹیں ابھریں۔ خیر یہ میرے کاٹ دار نظروں کا اثر تھا کہ وہ دانت پیٹتے ہوئے بہت ڈرا۔

”خانم شاہ نے اگر اب درمیان میں آئے کی کوشش کی تو اسے بہت بھیا تک عساکر کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔۔ فی الحال۔۔۔ وہ ہمارے راستے کی روچھ نہیں ہے۔“

”بھگم صاحب کے ساتھ آخر ہو کیا ہے؟“ میں اپنے اندر کی تشویش تک بے چینی سے باقوت توجہ دے کر پوچھا۔

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اور ہر کرد

(صدمت) کا کامٹ بیٹے گی۔ میرا جیسے خیالی اپنی بہن کی موت کی خبر سننے کے بعد وہ ہم سے آگاہ کیا کہ اس نے تیار کرنے کے لیے اس میں شادی چاہ کر کے قتل کر دیا۔

"تمہاری بات سچی ہے۔" زہیر خان نے سادہ کیا۔ "مگر وہ ایک قابل دیکھ بھی ہے بقیہ مضبوطی اصرار کی بات کر دی۔ اپنی چوٹی کی بہن کے اس بیان کی کئی کئی بار بھی ممتاز خان سے لیا جا ہے گی۔ کئی ملاقات میں اس کی... ایک روز بعد ہی... اب اس کی کوئی مشورہ دے سکتی ہے۔"

نظر اورت شائع کیے زہیر خان نے اپنے سلی فون پر ایڈووکیٹ خانم شاہ سے رابطہ کیا مگر فون اٹھے تھوڑا۔ میرے دل و دماغ کی عجیب سی حالت ہو رہی تھی۔ وہ کئی بار ہاتھ دھو کر آئینہ تلاش کیا تھا، پھر سے ہی سب سے پہلے اپنی اہم نصیب بنانے کے بارے میں غور کر رہی تھی۔ پوچھنے کی اور ہوا میں دیکھنے کی میری آواز سننے کی دھڑکن سے گھٹنے ٹیک کر لی۔

"میں... شادی... اتنے... تم... فیک تو ہو...؟" آپ نے میرے پاس سے گزرتے ہوئے کہا کہ آپ کا نام غائب ہو گئے تھے پر اگر آپ کو کیا ہے...؟ اس کے اندر سے اس کی ہوا میں گھبراہٹ جاری تھی جس کا میں نے سہرا دست ایک جواب دیا۔

میں نے ان پر آپ کو زیادہ تفصیل نہیں دے سکتی۔ میں اس قدر جان بچنے کے... اب ہمیں آپ کے مشورے سے اور وہ کی زیادہ ضرورت آن پڑی ہے۔ آپ ٹھیک کر سکتی ہیں... زہیر صاحب کے پاس..."

"ابھی آج ہی ہوں۔ فون نہ اٹھیں۔" دوسری طرف سے اس کی منظر پر آنے والی ابھری۔ میں بھی جیسا چاہتا تھا دراصل زیادہ دیر تک میری ان سے بات کرنے کی بہت نہیں ہو رہی تھی۔ انہوں نے خود کی میری مشکل آسان کر دی۔ لہذا میں نے فوراً سلی فون پر زہیر خان کی طرف بڑھا دیا۔

دونوں میں مختصر سی بات ہوئی... جس کے مطابق خانم شاہ کو اس کی رہائش گاہ سے لانے کے لیے زہیر خان اپنے آدھی رات کو گھر چاہتا تھا مگر خانم شاہ نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اب وہ خود ہی کچا اپنی کمرش میں جا کر ٹھیک ٹھیک دیکھنے والی تھی... ہم دونوں اس کی آمد کے لیے منتظر تھے۔

میں نے اس کی بات سنی تھی۔ میں ان سے... عابدہ اور ان کی بہن عارفہ کی خیریت و غیرہ معلوم کرنا چاہتا

میں غور و خوض میں تھا اس بات کا اعتراف کر لیا کہ میرے لیے ثابت رہا ہے کہ میں میرا ارادہ خانم عارفہ کی طرف سے نہیں کر سکتا۔ میں نے قانونی طور پر بھی نہیں کیا۔ میرا ارادہ پورا تھا۔ مگر یہ بات ممتاز خان کے مطابق تھی۔ وہ بھرپور کمر میں نے اس کی عقلی پرکھ کر... لہذا اب اس مسئلے میں مجھ کوئی بہت سہرا کر رہی تھی۔ میں نے اس بات کو رد کر دیا۔ وہی بات ممتاز خان کے اپنے تئیں کی جس کا ان کا تمہاری اور تمہارے قریبی ساتھی اور بچے کے سر پر تھوڑا سا بار ہے... اس مسئلے میں بھی نہیں غور کرنے کی چھٹاں ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس کی اپنی فوجی تعلیم کے لیے اس کا بھائی فرخ خان کا دل اس کی تعلیم کے لیے تھوڑا سا بڑھتا ہے۔

"مگر اس مسئلے میں ممتاز خان کا جواب بڑا اچھا ہے۔" میں نے اسے یاد دلایا۔ "وہ اس کی وجہ کی بجائے ہی کہتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہم فرخ خان کو کھلی آواز دے چاہتے تھے۔ اسے آزاد رکھنا۔"

"اس بار جو تمہاری تاویل کے... قانونی طور پر بھی اس کی وجہ قیام کی گردانے جاؤ گے۔ میں اس مسئلے میں نہیں فرس پر خانم شاہ نے میں تیار نہ کیا تھا کہ چکا ہوں۔ اب جو بات ہے کہ آپ آج میرے ساتھ اس مسئلے میں وہ اچھے بات کر رہی ہیں۔ میں نے اس کے بعد بہت سی قانونی چیزیں دیکھی ہیں۔ میں نے اس کے ساتھ بہت سی باتیں دیکھی ہیں۔ ایسا

میں نے کہا۔" آپ کے بعد خانم شاہ کو ہمارے لیے زہیر صاحب سے کمراب وہ میری اس مسئلے میں ٹھیک کر رہی تھی۔

"میں اس مسئلے میں بہت مختصر کر جانے پر آمادہ نہیں تھا۔" وہ کہہ اٹھی۔ "زہیر خان کو اب تو یہ سوچ سیکے ہیں کہ وہ اپنی ایک وکیل خانم شاہ کو یہاں لانے کا ارادہ کر رہی ہیں۔ میں نے اس سے بات کر لیا تھا۔ یہ بات کہنے کے بعد انہوں نے ہوا میں لے لی۔ اور اچھے طرح کی کمرش میں اس قانونی چیزوں سے آگاہ کر دیا جاسکتا ہے۔ مگر ابھی فون پر ہم اس کی موت کا پتہ نہیں بتاؤ گے۔"

"میں اس کی بہن کی موت کا پتہ تو جاننے کے لیے اس نے سوالیہ نظروں سے زہیر خان کی طرف دیکھا۔ جب وہ نہیں آئے گی تو اسے بتا دیا جائے گا۔" مگر یہ دیکھ میری خبر اس کے لیے زہیر خان کی

خان کی بات کافی غور تھی۔ آپ کی موت کے بعد میری ہی میری قانونی معاملات میں مدد کر سکتی تھی۔ وہ ایک وقت کے بعد کے ہوا۔

"خانم شاہ سے تمہارے مسئلے میں میری بھی کیا ہو سکتی تھی اگر مختصر سی کمرہ اور چھ مہینے کی اپنی چوٹی کی خبر آپ کے شہن پر... میرے دل و دماغ میں کافی دیر تک ایک سوال کی طرح گھبراہٹا۔ زہیر خان کی اس بات پر مجھے سوال پوچھنے کا موقع مل گیا۔ میں نے پھر زہیر خان سے زہیر خان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جواب! آپ نے بھی تو میرے مسئلے میں اپنی ذہنی اور اخلاقی اس سے کتنی فرق پڑا ہے۔"

نکلت اس کے چہرے پر کچھ بھرا ہوا تھا۔ میرے پاس سوال تھا کہ اس کے چہرے پر ایسی قریب کے ہو کر وہ دور دورہ واقعات کے حوالے سے کئی سانس لہرا گئے۔ وہ خود اپنے منظر پر ان افراد میں میرے کے کے بعد دیکھ کر دو تین سانس لگے مگر نہیں قسم کی سنگ مرمر کی انہیں نوٹ میں اسے سلی والا۔

"میں تو اسی وقت تمہارے مسئلے میں اپنا بیان پورا چکا تھا کہ... میرے لیے شفقت دیا جائے گی میں تمہارا دل نہیں اور اب آپ کی دوزخ کو موت سے بھی خالی کر دیا ہے کہ وہ اپنی حقیقت میں جو درد اور غم تھا میرا بہت بڑا ہے۔ میں نے اسے دل سے لے لیا چکا میرا... کیونکہ اس کی قیام کلب کی تردید اور حاکم کی کرنے کی خاطر آپ کو اس کے لیے لے کر پڑ پڑے تھے جبکہ ممتاز خان نے پائین تک کو بھی کر دیا تھا اور اسے اس ایک کلب کی اپنے دل کی جھلکی پر تھوڑا چلائے یا دکھائے سے کئی کے ساتھ منہ کر دیا تھا۔ آپ کے مختصر بیان کے حوالے سے بھی ممتاز خان کی میرے ساتھ ہمت کی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ میں اس وقت تک دیکھنا کر خالی بنائے دیکھوں جب تک اس کا اصل وطن میں تھا۔

میں نے اس کے ساتھ ساتھ اس کا اصل وطن میں تھا کہ اس کے اپنے بیٹے کے اصل وطن کے مسئلے میں اس صنعت سے کام نہیں لوں گا کیونکہ میں نے اپنے اپنی ذہنی سے جان لیا تھا کہ میرے بیٹے کے دل میں میری حالت طوط نہیں تھی۔" وہ دہکا۔

"اس کے بعد میری تم سے فوجی کا جواب قسم نہیں دے سکتا ہے اس لیے میں نے صرف دیکھنا کو چھوڑ دیا تھا۔ تمہاری مدد کرنے کا بھی فیصلہ کر لیا تھا اور وہ تمہارے لیے

کے ساتھ لڑائی ہے۔" میں نے جیسا چاہتا ہوں کہ آپ کو اس حقیقت کا کیسے علم ہوا کہ میں زہیر خان کی قید میں ہوں۔ جبکہ میری گرفتاری کو بھی اس نے کسی مذہم و مصلحت کی خاطر راز میں رکھا تھا۔

"وہ زہیر خان... ممتاز خان کا بڑا بڑا کاٹ ہے۔" وہ بولا۔ جیسے میری رنگ بھر گئی اس کی موت کی موتی انگلیوں میں حرکت رہا تھا۔ "وہ اس کی شہ پر بڑے دھولے کے ساتھ پولیس کر دی کر رہا ہے... مگر تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ انہوں میں کچھ دلا پر پولیس رہنے کی خبر پر میں چونک پڑا تھا۔ اس میں تمہارے ساتھیوں کی گرفتاری اور تمہارے پولیس کو کھیرا تو ذکر فرما رہے تھے۔ اس کی خبر نے مجھے کمرہ کر دیا تھا۔ اس میں بھی کچھ تھا کہ کئی فرما رہے تھے... مجھے تمہاری گرفتاری کے لیے میں خود اپنے حوس سے تم سے ملاقات کرنے کے انتظار میں تھا۔ مگر اس دوران ایک خبر نے مجھے چکا دیا۔ اسپتال میں اپنے باپ کی عیادت اور انتقال کے بعد وہ اس کے وقت اس کی بیٹی زہیر خان کو دیکھ صاحب پر نا معلوم سب افراد نے مل کر دیا۔ وہ ڈراما کہ... میرے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔ میں ان کے ہونے کا بے چینی سے منتظر رہا۔ وہ آتے کچھ شہر دیا ہوا۔

"اس کے بعد زہیر خان کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ کمرہ غائب ہو گئی؟ کچھ پتا نہیں۔ اب تم ہی تمہارے ساتھ کیا صورت حال ہے؟"

میں نے صاحب کے متعلق بات مکمل نہ پائی۔ تاہم میں نے ایک کمری سامنے خانہ کر کے انہیں اب تک کے سارے اصرار نہیں اور آپ کی وردہ کو موت سے متعلق ساری حقیقت بیان کر دی تھی۔ مگر زہیر خان کی آنکھیں پھٹکی تھیں۔ چہرے پر میری کجیور تھا۔

"مجھ میں تو اتنی بھی بہت نہیں ہو پاری ہے کہ اس کی وردہ کو موت کی خبر... اس کی بڑی بہن اور دو کنبہ خانم شاہ کو دے سکوں؟ مگر سوچا ہوں... یہ کڑا آجھوتہ ہے ہی چاہا بڑے گا۔" میں نے کہا۔ آپ کے ذکر پر میرے لیے میں کیونکہ اس کی تھی۔

"اس کی اطلاع تو جیسوں دیا ہی پڑے گی کیونکہ جیسوں اب بیٹے سے زیادہ خانم شاہ کی مدد کی ضرورت پڑ سکتی ہے جبکہ اب جو رول تمہارے حق میں آکر رہا ہے وہی رہی تھی۔ اب اس کی بڑی بہن خانم شاہ کرے گی۔" زہیر

پہا کتا: ۱۲۰۰

تھوڑی دیر کے احوال پر پتہ چلا کہ خاں خاں نے غلام شاہ کو پانی پڑا اور اسے پونچھنے کے لیے اسے تھوڑی دیر دی۔ غلام شاہ نے کہ جسے چاہے پر چڑھتا ہے۔

”آپ کیا سمجھتی ہیں تیسری لاش باز یاب ہونے کی صورت میں ممتاز خان اور اس کے ایک اہم کارکن سے... جتنی خان کے خلاف کوئی قانونی گرفت مضبوط ہو سکتی ہے؟“

”یہ آپ کیس بات کر رہے ہیں؟ دوسری صاحبہ؟“

”شاید ایک دم اس کی طرف دیکھ کر کہوں گی۔“

”آپ تیسری لاش کو باز یاب کرنا باز یاب نہیں ضروری ہے۔ اس کا پچھلے دنوں کو بہت کم میں خود ممتاز خان کے خلاف ایف۔ آئی۔ ڈی کرنا کوئی اور شہید احمد... اور اس کے صاحبوں کی حیثیت پر ختم دینا گوارا نہیں کیا جا سکتا۔“

”انگوہ سے بات نہ کرو سب سے پہلے آپ کو شہزی کے
سٹے میں قاتل کی غور پر چھ آمانیاں پیدا کرنا ہوں گی۔“
زہیر خان نے کہا تو مسکرایا۔

”اگر آسیہ کی لاشیں برآمد کرنے میں متاثر خان کے خلاف کیس مضبوط بن سکتا ہے تو یہ کام میں خود مداح خان کی جاگیر سے پھنکا کر دینا گروں کا اور اس کی طرح آسیہ کی لاشیں برآمد کرنے کی کوشش کروں گا۔“

"ختم اب یہ سب سچو کرنے کی پوزیشن میں نہیں
 شہزی... خانم! میری طرف دیکھ کر بولی۔ اب اس کی
 آواز میں ذرا مضبوطی آئے گی۔ "میرے پاس ایک
 آسمان لٹاؤ گاؤں ہے۔ لاش کی برادری کے سطلے میں ابلیس
 تختہ خیمہ کی سریریں لٹک کر ہے۔ تمہارے دو ساتھی جو حکم دیے
 گئے وہیں کی حیثیت رکھتے ہیں... یعنی شوکت حسین (شوکی)
 اور اس کی بہن شکیلہ... چلتے نیا پیمیں کی حراست میں
 تھے... پتلا..." وہ اتنا کہہ کر خود ذرا سانس لینے کو رکی پھر
 میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "شہزی! تم کو کچھ پہلا
 مضمون دے کر تمہاری پیش کرنا چاہتی ہے"

خانم شاد کی بات سُن کر میں ایک دم سٹاپے میں
آگیا۔

خونی رتھوں کی خود مرضی اور پرانیے بن
جانیے والے ایسوں کی سے فرق محبت صبی
پرورن پانیے والے نو جوان کی سنسنی خیز
سرگزشت کے مزید واقعات ائمہ ماہ

جاسوسی ڈائجسٹ - ﴿137﴾ - دسمبر 2014ء

☆☆☆

ایز دیکھتے غلام شاد ایک گھٹنے کے اندر ہی رہا اس کو
 چھو دیکھتے ہی اس نے اپنی ہنسی اس کے ہار سے
 ہٹا کر کھینچ دی اور کچھ بول کر آسہ بھی میرے ساتھ
 لے کر دیر غلام خان کو جو درقا جس غلام شاد سے مانو چھوٹا
 جسم تھیں تو جلد اٹھنے لے اسے دھیرے دھیرے اب تک
 کے لئے نہیں آدرا اتفاق سمیت اس کی ہنسی اس کے
 ہار سے ہٹا دیا پہلا تو وہ بھر کر ایک دم کھینچ کر آئی
 اس کی ہنسی تک تک کھینچ کر پھر چھوٹا ہنسی سے میرے
 چہرے کو صاف کر دیا۔ دیر غلام خان نے یہ عمل منہ کی کچی
 کہانی نہ کرنا تھا تو کچھ دیر رہا بلا لیا تھا اور غلام شاد
 نے اس کی طاقت بھی کر دیا تھی۔

وہ شاد ایک تیز اور کم زد کی مسکراہٹ خارج کر کے بولے... وہاں سفلیا کے لیے اسے نیلی خاتون مہربان سے ہی رانی ہوئی شاد کو اپنے ساتھ لینا کہ وہ بولے ہوئے اس کا کاندھا جھک کر اسے تسلیاں دینے کی کوشش کرنے لگی۔ بائول ایک دم السرد اور کچھ عجیبی ہو گیا تھا۔ ایشہ خانم شاد ایک مضبوط اعصاب کی مالک تھیں۔ لیکن اس طرح کی طائشاز موت نے اسے رانی اور اسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ اس کا آبدیہ وچہرہ... عزیز دلانہ مرضی سے بھی تھا اور دلچسپی کو سے رہا تھا۔

تو نے کہا کہ میں نے اس کے لئے جو کچھ کرنا ہے اس کے لئے کرنا ہے۔
 تو نے کہا کہ میں نے اس کے لئے جو کچھ کرنا ہے اس کے لئے کرنا ہے۔
 تو نے کہا کہ میں نے اس کے لئے جو کچھ کرنا ہے اس کے لئے کرنا ہے۔

میں نے کہا کہ یہ سب کچھ خالص طور پر سنی فکر ہے۔
 "یہاں تک کہ یہ سب کچھ خالص طور پر سنی فکر ہے۔"

ابن سید کا نژاد باڑی کا کیا ہوا؟ خانم شاہ ابراہیم
 میری بہن میرے اپنے آپ میں آئے گی مگر آواز اس کی
 اب اپنے لیے جو مجھے مگر اس کی محسوس ہوئی تھی۔

میں نے کہا: "میں نے تم کو آزاد کیا ہے۔" میں نے کہا: "میں نے تم کو آزاد کیا ہے۔"

[illegible]

اختیار روہاںسی ہونے لگی۔ میں نے اسے تسلی دی کہ یہ
لچک کر خیر و برکت پائے۔

”خاید! تمہارے بڑا پیرا بھی میںاں حال ہے مجھے
 ماہ وازہ غریب لڑکوں کے لیے انسان کو چھوڑ دے کہیں
 بھرتے ہیں پڑتے ہیں حوصلہ رکھو... اپنی ٹھونڈے والی عورت
 خود تھے ہیں تمہارے امریکہ سے واپس میں... میں
 نے اسید بندھائی۔“ مارفہ باقی کا حکایت کو ختم کر اور باقی

”ہاں شیخ! ان کے پر امید ہیں۔ ایک نئے بھرانے
آپ شیخ کے خیر توبہ کی پروا نہ کی۔ پھر روز کے
خیر بیست کے بعد... وہ اکل جائے گا۔“ وہ اپنی خوش
کی بات جانتے جانتے جھوٹے ہنس پر ہنس پڑا۔
جس نے مجھے بے یقینی کر دیا۔

"مگر کیا جاوے؟ آگے بڑھنا...؟ سبھنا وہاں پہنچیں۔"

”جانتا نہیں کیوں تمہاری سزا میری اولیٰ مرتبہ سے عفو ہو گئی ہے۔“
 صوفی کا دل بڑا ہلکا ہوا۔ ”جی نہیں، تم نے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے
 یہاں میرا دم گھٹ جائے۔ کچھ نئی کہوت ہے میرے پروردگار
 آگئیں اور۔۔۔ اور۔۔۔ میں اذکر بہت کچھ تمہاری بے پائی
 آباؤں۔“ اس کے لبوں سے شکر و شہادت جاری ہو رہی تھیں۔
 ”میرا دل جو رست سے منحرف ہوا اور جلا۔“

”عابد دین علی میرا بھائی ہے۔ میرا بھی وہی کرتا ہے کہ تم جیل سے جیلز پاکستان واپس لوٹ آؤ۔“ وہ میرے پاس... میرے پاس... میری آنکھیں پتھر بن گئیں۔ کوئی نہیں۔ سہوہہ بانے مجھے کہتا ہے کہ میں جنگلات سے ہواؤں خود مجھے ایک سوپ ڈیسٹ سے بات کرو اور مجھے جس میں ہم دونوں ایک دوسرے کو کھینچ رہے ہیں۔“

”تمہارے سسٹے کا کیا ہوا شہر ہے؟“ پہلی بار ہم نے
 بچے بہت امید والی تھی کہ بہت جلد ہم اپنے مسافرت سے
 ہمارے گھر پہنچ جائیں گے۔“ وہ ایک دم جوں۔

میرے دل میں ایک بکوری تھی کہ میری بیٹی انھیں
 کہے۔ میرا دانت ہوتا ہے۔۔۔ ہاں! اہم! کوئی کہہ
 ہوا۔ تم مجھ کو دیکھا کرو۔ اہم! سنو۔۔۔ میں کسی اور کے ہوتے
 ہوا۔۔۔ اخی دور لمبی بکھڑا کرنا مناسب نہیں۔۔۔ بہت بلے
 میں تم سے اتنا سچ پر بات کروں گا۔۔۔ تمہیک ہے۔۔۔ وہ
 خیال کر۔۔۔“

پھر دوسری جانب سے عابد و کائنات میں جوامہ ملتا
کر میں نے رابطہ بنی کر دیا۔

تھا۔ ظاہر ہے مجھے زیادہ بے مینی مادہ کا خریدیت معلوم کر کے کی اور سی ٹی وی میں بھی سرحد یا خوراجی میرے لیے ٹھکانہ ہوا۔ گے۔ ذبیح خان سے میں نے اس کی درخواست کی۔ انہوں نے فوراً کارڈ فیس سٹرا آفر میرے ہاتھ میں جما دیا۔ میں اپنے کمرے میں آ گیا۔

دعوت کے دل کے ساتھ سرد ہوا کے سرخ ہونے کے۔ ان سے بات ہوئی۔ دو دفنی میرے لیے کھڑے تھے۔ میں نے عارف اور بانٹوس عابد کے حلقے میں دل سے خیریت پوچھی۔ خدا کا شکر تھا وہ ان کا کام میں اور دل کی خیریت سے تھیں۔ سرد بابا نے میری فحاشی میں ان پر ہشامیال قسم ہونے اور میرے ہمنے سے جلد مقرر ہونے کی ذمہ داری دے دی۔ اسی کے بعد وہ اپنے مشفق ہو گیا۔ عابد کی طبیعت معصوم کرنے کے بعد... شاید اس خود کو بہت اذکار پہنا محبتوں کرنے کا کچھ میرا دل اسی سے بات کرنے کے لیے ہے۔ طرح طرح کے مزاح و افاقہ۔ البتہ سرد بابا کا رد و ان سے ملنے قیوں پر اظہار ہوتا تھا۔ عارف کی اذیت کے میں اس کا دل میں عارف پر اس کا فحاشی پر میرے پاس تھا۔ میں نے دعوت کے دل کے ساتھ ضمیر لایا۔۔۔ وہ میری عارف۔ عابد کے سنا خون پر جو جی نے وہی جانے کے بعد با صلا کی فحاشی میرے عارف اور عابد دونوں ہی استدلال کرتی میں اس پر بھی لایا۔ دوسری طرف نکل جاتے تھے۔ عابد سے بات کرنے اور اس کی مشرق آواز سننے کے لیے میرے دل و دماغ کی عجیب کیفیت ہوتی تھیں۔ بابا خود میری جانب سے عابد وہی کی آواز ابھرتی۔

”ہیلو۔“ اس کی آواز اسرت و حاراً کی طرف سے مرقا
ماغوس میں گڑی جس نے مجھے مرقا پاسر مار دے، غور سے نہ کر
دیا۔ میں اپنی دلی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے توبہ اولیٰ کا
میں گھر آنے سے پہلے۔

”خاجو۔۔۔ ایں تھرا اڈھری۔۔۔ جو کسے ہو؟“
 ”شش۔۔۔ شش۔۔۔“ دوسری جانب سے عابد کی
 ہڈیات سے معمور لرزیدہ آواز ابھری۔ ”تم۔۔۔ کھانا
 ہو۔۔۔ کیسے ہو۔۔۔“ فیکہ نے پوچھا۔ ”اے کس آواز میں میت کی
 سرشاری تھی اور تیرے میں۔“

میں نے کہا: ”ہاں، ماہرہ! میں ایک ہوں تو تم تو ایک اور...“ یہ اسب کہتے ہوئے جیسے مہرہ روزہ روزہ اپنے گرد و پیش سے متعلق سامنے لگے۔

"میں جی ٹیک ہوں شہزی مگر تھوڑے بغیر بہت
 کڑا اور بولا، میرا ساں مانگ لئی نہیں رک رہا۔" وہ بے

جایابی دانشجو - 136 - - شماره 2014



تکمیل

مطلب: ایمان

روح کے اندر کے خزانے انسان کے چہرے پر جسم میں گر چھلکتے ہیں۔ دلہیز میں محبت اور عقیدت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ لہو کی روح اس کے چہرے... اس کی انگلیوں اور لبوں کے جسم کی ہر جھنجھٹ سے عیاں ہو جاتی ہے۔ ایک ایسے ہی مسیحا خنجر، پسلا رنگوں کی دنیا میں رہنے والے فنکار کی کھٹا۔ اس کا کیمو اس کی انگلیوں کی قوت اور روشنی کی امین شمع لمحہ میں ایک جیسی جتا گئی تصویر میں منظر دکھاتا تھا۔ اصل حلیہ اور جذبات کے فطری عکاس اس کی کمزوری تھے۔ ان کی کھینچ کر حسد چل اسے بردہ پہنکاتی رکھتی تھی۔

پیشانی پر چھوٹی سی لکڑی کی تھیلی لٹائی ہوئی تھی۔

دونوں کی رنگ کے... کاندھ میں لپٹا ہوا ایک فریم تھا۔
 انجم نہیں جانتی تھی کہ وہ کون سا مڑی کے ذریعے آئے
 وہ اس کے نام کا یہ پیکٹ کس نے بھیجا ہے اور اس فریم میں کیا ہے؟
 وہ اس دن اپنے گھر میں اٹھائی جا رہی تھی جب یہ تمام عقدہ
 موصول ہوا۔
 اس کے گھر والے کسی کے مقرر عزت کے لیے گئے
 ہوئے تھے۔ ایک ملازمتی، وہ بھی اس دن کام پر نہیں
 آئی تھی۔ وہ اپنے گھر میں تھکی لی وی دیکھ رہی تھی۔
 جب کسی نے تھکی بہا دی۔
 اسے کمرے سے دروازے تک جاتے ہوئے بہت
 خوش ہو رہی تھی۔ دروازے پر کوریر سروس کا ایک
 نو جوان ایک پیکٹ لیے کھڑا تھا۔
 "تم فرما کیے۔" انجم نے حیرت سے پوچھا۔
 "انجم حسین صاحبہ؟" نو جوان نے پوچھا۔
 "جی ہاں، میں ہی ہوں۔"
 "یہ کیس۔ اس فارم پر سائن کر دیں۔" اس نے وہ
 پیکٹ اور ایک فارم اس کی طرف بڑھایا۔
 کوریر والے کو فارم کر کے وہ پیکٹ لیے اپنے
 کمرے آگئی۔ خدا جانے اس فریم میں کیا تھا۔ اس نے
 پہلی بار سے اسے کو پھاڑ کر دیکھ کر دیا۔
 جو کہ اس کے سامنے تھا وہ بہت ہی حیران کن تھا۔
 وہ ایک فن تصویر تھی۔ کچھ ماہر مصور کے فن کا شاہکار اور وہ
 تصویر ایسی تھی۔ کسی نے انجم کو یہ بتایا تھا۔
 کیا خوب صورت پینٹنگ تھی انجم کو کہہ کر اسے
 دیکھتی رہ گئی۔ جیسے کسی ماہر نے نوکرانے اپنے گھر سے
 اس کی تصویر بنائی ہو۔
 آدمہ ملکی کی خواب دک آئیں، گولی چرو، ستواں
 ہاک، دونوں کون پر نظر آنے والے ڈسکو ڈانوں تک
 حباب سی ڈانچہ۔ 138۔ نومبر 2014۔

کی۔ "انجم بتا کر بولی۔" نہ جانے کون ہے؟
 "ایک بات تو ہے کہ اس کی بنائی ہوئی تصویریں
 تلاش میں آئے کے کاغذ ہیں۔" تارا نے کہا۔
 "ہاں، آرٹسٹ تو بہت ذرا دست ہے۔" باپ نے
 بھی ہنسنے لگا۔
 اس شام انجم نے اپنے بگیر فیروز کونوں کر کے اسے
 ان تصویروں کے بارے میں بتایا۔
 "انجم ان دونوں پینٹنگز کو لے کر میرے پاس
 آ جاؤ۔" اس کے بگیر نے کہا۔ "جگ ایسا کرو، میں خود آ رہا
 ہوں۔ بگیر سب لوگ بھی آئے۔"
 "جانا ہاں سب آئیں۔" انجم نے بتایا۔ "لیکن بات
 اس بابا، مجھے تو اب ذرا کتنے کا ہے۔" انجم نے
 کہا۔ "نہ جانے کون ہے؟ کیا پتا ہے؟"
 "وہ جیسی تھوڑا ایسا لگتا ہے کہ اس کا کام صرف آپا کو
 دیتا ہے۔" انجم نے بتایا۔
 "کیوں؟ اس کی پرزورت پوچھیں تو کہہ دیتی جانتے؟"
 برنٹا نے شور دیا۔
 "ب توئی کی بات۔" باپ نے کہا۔ "انجم کیا
 بات کر رہی ہے؟ رو بہت تو کسی جرم کی ہوئی ہے لیکن
 انجم تو ایسی ہی تھیں ہوں۔"
 "اس کے علاوہ تو کچھ میری پردہ ہی ہو جانتے۔"
 جاسوسی ڈانچہ۔ 139۔ نومبر 2014۔

کیا ہے، ہم کیوں اسے سنبھالیں ہو گئے؟
"یہ سنا کر بتاؤں گا۔" فیروز نے کہا۔

انجم اور فیروز کی ایک سال پہلے ملٹی ہوئی تھی۔
دونوں نے کالج کارنامے ساتھ گزارے تھے اور اب جین بھی
ایک ساتھ گزارنے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔

فیروز کا شاد و خوش رنگہ تھا جس لیے انجم کے بعد انجم
نے ایک بڑی فرم میں ملازمت شروع کر دی تھی۔ ان
دووں کا یہی خیال تھا کہ چنگی کے اس طوفان پر گھری میں
گھر اسی وقت چلنا ملے گا جب یہاں سماجی ماحول کے
سماجی بھی بن جائیں۔

شام کے وقت فیروز ان کے گھر آگیا۔ اس کے
ساتھ ایک بالوں والا ایک شخص تھا۔ فیروز نے اس کا
تعارف گروا دے ہوئے بنایا۔ "یہ وسام تھا۔ بہت
زبردست اور بڑے مصروف تھا۔"

انجم کی سبھی سہیلیاں آدھا کھا کر فیروز اسی مصروف کو ساتھ
لے کر گئیں آج ہے۔ بہر حال جب سب بیٹھیں تو فیروز
نے بتایا۔ "مادارے یہ وسام صاحب تقریباً ہفتے کے کام
سے واقف ہیں۔ ان تصویروں کو دیکھ کر اندازہ لگائیں
گئے کہ کس نے تصویریں بنائی تھیں۔"

اب بات سمجھ میں آئی تھی کہ وسام، فیروز کے ساتھ
کیوں آیا ہے۔

دونوں تصویریں سامنے اکر رکھ دی گئیں۔ وسام
بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔
"بہت خوب صورت، پر رنگ کام ہے۔ دونوں کا استقبال
بہت خوب صورتی سے کیا ہے۔ خاص طور پر چہرے پر
جس قسم کے جذبات اور جذبات چیت کیے گئے ہیں، وہ
کسی عام مصور کے کام کی بات نہیں ہے۔"

"اور جو تم نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ تصویریں کس
نے چیت کی ہیں؟" فیروز نے پوچھا۔

"نہیں، اس بات پر تو حیرت ہے کہ بالکل مختلف
اشیاء دیکھیں۔" وسام نے بتایا۔ "میں تقریباً ہر مشہور مصور
کے کام کو جانتا ہوں لیکن یہ اسٹائل بالکل نیا ہے۔ اس مصور
نے ہلکے لکے دائروں کی صورت میں عجیب سی طرح چیت کر
دیا ہے۔ یہ ایک زبردست فن ہے۔"

"مخالف دیکھ کر یہ وسام صاحب۔" انجم نے کہا۔
"وہاں ہے جہاں تصویریں بننے لگی ہیں؟"

"نہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اتنا
ضرور کہہ سکتا ہوں کہ جس نے یہ تصویریں بنائی ہیں اس نے

آپ کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ آپ کے اندر حال کا
جائزہ دیتا رہا ہے۔"

بات یہاں تک وسیع رہی۔
انجم نے اپنے دفتر والوں کو بھی ان تصویروں کے
بارے میں بتا دیا۔ وہ سب بھی حیران رہ گئے۔

"ممیت تو ہے سرکہ میں پوچھوں وغیرہ کے پاس
جا کر اس کی حقیقت جان لیجی کر سکتی۔" انجم نے اپنے باپ
سے کہا۔

"ظاہر ہے کسی کی حقیقت کر دینی۔ کیونکہ اس کو نام
آرٹسٹ لے ابھی تک کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے
تکھان چھٹا ہو۔"

"ہم سب میں میں سوچ کر تھا، وہی اس کے تین سر۔"
"ایک بات تو میں آ رہی ہے۔" اس نے کہا۔
"میری سہیلی دیکھتی ہیں کہ اس تصویر پر فیروز کی تصویر
غیر گئی ہوگی۔ یہ جڑو سا دیکھنا دینے پر سامنے آجائی
ہے۔ ہر ممکن ہے کہ ان تصویروں میں کئی ایسی کئی باتیں
ہوں۔"

انجم اور اس کے پاس کی جھنگو پاس کے کمرے میں
بورسی تھی۔ اس دوران میں دفتر کا چیرا ایک برکت ان
دونوں کے لیے جانے لے کر آگیا۔

وہ ایک اور مضمون تھا جس کے ایک ہی میں بلکہ سارے
لنگ تھا۔ چلتے ہوئے اس کی پوزیشن بہت مضحکہ خیز لگی ہو
جائی تھی۔

سیر پڑنے کی ترے رکھ دینے کے باوجود وہ کمرے
کا۔

"کیا بات ہے، پھر کہا پانچ ہو؟" اس نے اس
سے پوچھا۔

"صاحب نی! ابھی وہ خیبر صاحب بتا رہے تھے کہ
انجم نی! کے پاس وہ تصویریں آئی ہیں لیکن کسی کو نہیں
معلوم کہ وہ تصویریں کس نے بنی ہیں۔"

"سرا! میں نے خیبر صاحب سے بھی پتہ نہ کر لیا تھا۔"
انجم نے بتایا۔

"تو پھر جیوں کیا کہتا ہے؟" اس نے برکت سے
پوچھا۔

"صاحب نی! اگر آپ اور بی بی کسی تو میں بتا کر دیا
سکتا ہوں۔" برکت نے کہا۔

"تم کیسے معلوم کر سکتے ہو؟"
"صاحب نی! اگر میرے ایک مرشد ہیں، پانی

والے۔ وہ وطن پرست کرنا سکتے ہیں۔" برکت نے کہا۔
"بی بی شان والے ہیں صاحب۔"

"کیوں کہ اس نے۔" پاس ہلکے انداز۔ "جاؤ یہاں
سے۔"

"جہاں۔" برکت کمرے سے نکلی گیا۔
"سرا! ایسا کہتے ہیں انہوں کی چہانت ہیئت اسی
فرق ہے گی۔" انجم نے کہا۔

"پاس، بہر حال اب تم بھی کسی سے اس کا ذکر مت
کرنا۔ انکار کر دینی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ معاملہ ہو
جائے۔"

انجم اس شام صبح اٹنے کے بجائے اپنی ایک دوست
خانم کے پاس چلی گئی۔ مادر بہت لمبی موبی اور کچھ دار
پوشی تھی۔ اسٹائل اور کالج کارنامہ دونوں کا ساتھ گزارا تھا۔
انجم نے فون کر کے صبح والوں کو بتا دیا تھا کہ وہ
نے پاس جا رہی ہے۔

مادر نے بہت خوش دلی سے اس کا استقبال کیا۔
"کی بات آتے۔ اسے دونوں سے بعد کیسے یاد آگئی؟"

"پارٹنر ایک انجمن میں ہیں۔" انجم نے بتایا۔
"آؤ کرے ہیں مل کر بات کر رہے ہیں۔" مادر
نے بتا دیا تھا کہ۔

وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔
ان کمرے میں ہر طرف پورے پورے پورے ہوئے
نے اور سب ایک ہی چہرے کے تھے اور وہ پورے انجم کا

فائن اسٹیل بک پینٹنگ، مختلف شیز، مختلف آئینے،
ایک ہی بلور، ہر طرف ممبر اور بہت سی تصویریں اور موسیقی
کمرے کی مکمل حالت میں تھی۔

انجم کو مختلف انداز سے دیکھا گیا تھا۔ کبھی ماڈل کے
تصویر میں، کبھی پھر اپنے والی تصویر میں، کبھی انداز میں،
کبھی نہ غریبی نہیں، کبھی جادوئی ہاتھ سے ہوئے۔ ایسا
فائن۔ ان مصور کو صرف اس ایک چہرے سے عشق ہو۔

اور اسے ہر وہ چہرہ دیکھنا چاہتا ہو۔
ایک تو نے اس میں ایک چہرہ بنائی اور دوسری میں
کئی تصویریں بنائے وہاں مصور اسی کمرے میں رہتا

تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا، ایک آدمی کمرے میں داخل
ہوا۔ اس کے ہاتھ میں دو شاہ پڑتے تھے جن میں کچھ تھا۔
پانی کے پاس کچھ برقی دے ہوئے تھے۔ اس

نقصیل
نے شاہ پڑ میں سوچ دیکھا اور برتنوں میں نکالا اور ایک پیٹ
لگا کر ایک اور صوری تصویر کے پاس لگی تھی۔

دو تصویر ابھی تک کے سر سے تھیں تھیں۔ اس کا ابھی
صرف چھوٹی مٹی ہوئے تھا اور بتانے والے نے اس
چہرے کو کہنے میں شاید اپنی پوری مہارت صرف کر دی
تھی۔

اوجھلے چہرے سے چہرے ہوئے، انجم دا خواہش وہی
آکھیں۔ ہر کام اور حوالہ نظر آتا ہے جہاں کا۔ ہر سمت تیری
ہم دیکھتی کا سال ہے۔

"تم ہر اشیاء کو نہیں دیکھو؟" اس شخص نے اس تصویر کو
غائب کیا۔ "وہ تصویریں، میری سبھی کچھ مجھ پر ہیں ہیں اسی
لیے اس نے میری ہوتی ہے۔ تم کو چاہی ہو کہ میں پیٹ
کرنے کا حق رکھتا ہوں؟" یہ دیکھو۔ "اس نے پیٹ
ایک طرف رکھ کر ایک برقی لگا دیا۔" یہ دیکھ رہی ہو۔ یہ
خاص قسم کا برقی ہے۔ اس سے ان تصویروں کے تاثرات و اس
کے جاتے ہیں اور پانی ہو یہ برقی کتنے کا ہے، ہندو سو
کا۔"

ہوتے ہوئے ایک کمرے اس نے کمرے کے چاروں
طرف لگا دی پھر صبر سے غائب ہوئے۔ اس نے لگائے۔
پورے پندرہ سو کا اور خود لگے۔ اس قسم کے کتنے برقی
تھے۔ اندازہ لگ کر کہ یہ کتنے پیسے خرچ ہوئے ہوں
کتنے تو چاہتی ہو کہ میں ایک قریب آدمی ہوں۔ کہاں سے
یہ سب ہو کر اس لیے دو دو کر لیں کر رہی ہوں۔ اب
تو سمجھیں کہ کتنے اس میں کیوں دے ہو جاتی ہے۔"

تصویر تو پھر تصویر ہوتی ہے۔
اس آدمی نے پھر کہا۔ "تم مجھ سے لڑتی کیوں نہیں؟"

کی تو یہ نہیں دیکھیں کہ میں نے اپنا سارا ہنر قہارے لیے
دھنک کر دیا ہے۔ جب برقی لگا رہا ہوں، جہاں تصویر
بہت لگ رہی ہوں۔ تمہارے سوا کسی اور کو چیت میں نہیں کرتا۔
"انجم میرا ساتھ نہیں دے گی؟ فیروز یاد کوئی بات نہیں۔ دیکھنا
ہوں کہ کب تک ہمارا عشق رہتی ہو۔"

تصویروں کے پاس سے بہت کراہنے نے اپنی پیٹ
لگائی اور کچھ اشرور کر دیا۔

یہ بتا دو۔
اس بار جو تصویر آئی، وہ پھر پڑ چلا۔

اس تصویر میں انجم کو نکالی گئی تھی دیکھا گیا تھا۔
ایسا لگا کہ اس نے خود بخود اپنا استقبال کرتے ہیں۔ فرق یہ تھا کہ اس
میں چہرہ چھپا ہوا نہیں تھا اس لیے تصویر کا چہرہ ہی طرح

نہیں تھا۔
اس بار جو تصویر آئی، وہ پھر پڑ چلا۔

اس تصویر میں انجم کو نکالی گئی تھی دیکھا گیا تھا۔
ایسا لگا کہ اس نے خود بخود اپنا استقبال کرتے ہیں۔ فرق یہ تھا کہ اس
میں چہرہ چھپا ہوا نہیں تھا اس لیے تصویر کا چہرہ ہی طرح

نہیں تھا۔
اس بار جو تصویر آئی، وہ پھر پڑ چلا۔

اس تصویر میں انجم کو نکالی گئی تھی دیکھا گیا تھا۔
ایسا لگا کہ اس نے خود بخود اپنا استقبال کرتے ہیں۔ فرق یہ تھا کہ اس
میں چہرہ چھپا ہوا نہیں تھا اس لیے تصویر کا چہرہ ہی طرح

نہیں تھا۔
اس بار جو تصویر آئی، وہ پھر پڑ چلا۔

داغ تھا۔ اس بار گھر والے سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔
 "صورت حال بہت خطرناک اور پراسرار ہوئی
 جا رہی ہے۔" انہم کے باپ نے کہا۔
 "اس شخص کا بیٹا چاہنے کی ایک ترکیب میرے
 ذہن میں آئی ہے۔" انہم کے بھائی نے بتایا۔ "میں کو ریز
 والوں کے پاس جا کر معلوم کر رہا ہوں کہ یہ تصویر کہاں
 کے یہاں کون چھپ کر رہا ہے۔"
 "ہاں، اس طرح شاید معلوم ہو جائے۔"
 "کو ریز سرورس والے ایک فارم پر کھڑے ہیں
 جس میں چھپ کر رہے والے کا پتہ نہیں لگتا جاتا ہے۔"
 "پھر تو یہ کام پہلے ہی کر لیا جاسکتا تھا۔" انہم کی ماں
 نے کہا۔
 "وہ نہیں میں نہیں آتا تھا۔ سبھی اب میں جا رہا
 ہوں۔ وہ دیکھیں تو کسی کو نہ پتہ ہے یہ کون سا
 کو ریز سرورس والوں نے بنایا۔" "جی ہاں، یہ
 تصویریں ہمارے ہی یہاں سے چھپی جاتی ہیں۔ میں اس
 لیے یاد ہے کہ آج تک اس اصطلاح کے طور پر ہم بارہا
 کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔"
 "تو پھر اس کا پتہ نہیں ہو سکتا؟"
 "جی ہاں، پتہ نہیں چلے گا۔ لیکن ہمارے پاس
 ہوتی کہ ہم اپنے سفر کا پتہ دوسروں کو بتا سکیں۔"
 "وہ نہیں میں یہ بتا چکا ہوں کہ یہ کیسا معاملہ ہے۔"
 اس کے بھائی نے کہا۔ "وہ شخص ہم کو ریز والوں کو پریشان
 کر رہا ہے۔ ہم نہیں میں وہ چھپ کر رہے ہیں۔ پہلے اس
 کے بارے میں اطمینان کر لیا جاسکتا تھا۔"
 "میں اپنے طور پر آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو
 تیار ہوں۔" کو ریز سرورس نے بھائی کے کہا۔ "لیکن مجھے
 یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جو تصویریں چھپی جاتی ہیں وہ آپ کی سسٹر
 کی ہیں؟"
 "آپ نے وہ تصویریں خود دیکھی ہیں؟"
 "جی ہاں، لیکن یاد۔ اور وہ چھپ کر میرے ذہن میں
 نقش ہو کر رہ گیا ہے۔"
 "اوکے۔" انہم کے بھائی نے بھائی کی طرف اشارہ کیا۔
 "اگر وہ تو آپ کے سامنے آجائے تب تو چھپ کر آجائے
 گا؟"
 "ہاں، میں اس وقت آپ کو اپنے دیکھ دے دوں
 گا۔"

تکبیل
 "میرا خیال ہے کہ یہ دونوں چھپ کر آپ ہی کے ہیں۔"
 "جی ہاں، میرے ہی ہیں۔" انہم نے کہا۔
 "مجھے بتائیں، میں اس شخص کی کڑواہٹوں ہوں؟"
 "یہ دونوں تصویریں آپ کے گھر کے اندر رکھ کر
 رکھتی ہیں۔" انہم کے باپ نے بتایا۔ "میں کو ریز سرورس
 کے ذریعے وصول ہو گیا اور پتہ چل گیا کہ یہ۔"
 "کمال ہے، یہاں کون سے تصویریں بنائے
 گئے؟" اس نے حیرت کا ہر کی اور اس کی حیرت معلوم کی
 "میں ان کی دیکھ رہی تھی۔"
 "کیا آپ کسی آرٹسٹ کو نہیں جانتے؟" انہم کے
 بھائی نے پوچھا۔
 "نہیں، چاہے بالکل نہیں۔" اس نے کہا۔ "مجھ
 نہیں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہے۔ اس گھر میں میرے علاوہ
 کسی اور شخص کا ہاتھ مار نہیں تھا۔ ایک پتہ نہیں ہے کہ وہ
 کس بہت چھپ رہا ہے۔ کسی نے اس گھر کے اندر نہیں کو تلا
 دیا ہے۔"
 "ایک اور شخص ہو سکتا ہے چاہے۔"
 "نہیں، میں تو آپ کے لیے اطمینان ہو گئی لیکن اب
 یہ سب یہ بھی ہو سکتی ہے۔" بھائی انہم نے کہا۔ "اگر
 آپ چاہیں تو میں اپنے کلاؤں کو آپ کے سامنے کر دیتا
 ہوں۔ آپ ان سے معلوم کر کے دیکھ لیں۔"
 "نہیں، چاہے دیکھنے والی۔" اس نے انہم کے
 آپ کے مکان کا اندر نہیں استعمال کیا ہے اب کو ریز
 میں انہم کے تعاون سے پتہ چل سکتا ہے۔"
 "اوکے۔"
 "وہ پھر کوئی نہ کوئی تصویر پیچھے کے بے گد پڑ سرورس
 پر لگا۔ اس دور ان لوگ ہمیں خاموشی سے فون کر کے
 تار تار اور کسی بھانے اسے روک کر رکھیں۔ اس طرح
 شاید ہم ان کو پکڑنے میں کامیاب ہو سکیں۔"
 "تسا، یہی ہو سکتا ہے۔" بھائی انہم نے پوچھا
 "میں اس بات کو یقین رکھتا ہوں۔" اور دیکھیں وہ بھی ہرگز نہیں
 وہ ضرور بتا کر آپ کو خود دیکھیں اس معاملے سے
 متنب ہو گئی ہے۔"
 "خوف سے زیادہ اہمیت تھی۔"
 اس حیرت نے اس کی زبان بند کر دی تھی۔ اس کے
 "تسا، یہی ہو سکتا ہے۔" وہ بول چال رہی تھی۔ "چنانچہ چاہتی
 کہ یہ باتیں دیکھتی ہیں لیکن اس کی زبان اس کا ساتھ
 نہیں دیتی۔"

تنتھیل

ہا ہوں کے سامنے رہتا تھا۔ اسی لیے تمہارے چہرے کی شکل آؤت لائن بر وقت میرے ذہن میں رہتی تھی۔ اسی بنا پر میں تمہیں پیٹ کرنا چاہتا تھا۔

"اور تم وہ تصویریں مجھے بھیج رہے ہیں۔"

"ہاں۔"

"لیکن وہ ایڈر ہیں۔"

"خاطر ہے کہ وہ ایڈر نہیں ملتا ہے۔" برکت نے بتایا۔ "وہ ایڈر ہیں اس مکان کے جس کے اگلے کے ایک کوارٹر میں میرا طبی ڈرامہ دوست رہا کرتا ہے۔"

"اب بھی۔ لیکن تم میرے بچے کیوں پڑ گئے؟"

"اس لیے کہ برسوں کے بعد میں نے تمہارے چہرے جیسا کلاسک چہرہ دیکھا ہے۔" برکت نے کہا۔ "تمہارے چہرے کے نقوش میں غلطی نہیں ہو سکتی تھی۔" "تمہاری اور کرکس پایا جا رہا ہے۔ تم خود کو آئینے میں دیکھو تو تمہیں یقین ہو جائے گا۔ یہ تمہیں تصویروں کے لیے ایسا چہرہ بہت کامیاب ہوتا ہے، بہت اہمیت ہوتی ہے اس کی۔ اسی لیے میں تمہیں بروپ میں پیٹ کرنا چاہتا تھا۔ پورا دن کے روپ میں۔ ٹیڈا کی کے روپ میں، مارن لڑکی کے روپ میں، ان میں سے جو پیشہ میں سے نہیں بھیج سکتی تھی۔"

"کیا مطلب، ایک اور تصویریں بھیجنا ہی تھا؟"

"بہت آؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔" اسرار کرکس ابراہام

استدراج ہے۔

"انہم اس دوسرے کمرے میں بر طرف اپنے آپ کو کھڑے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ ہر طرف ان کی تصویریں تھیں۔ ان کے پورے بدن پر۔"

بہت سی تصویریں بائیں میں تھیں اور بہت سی مکمل تھیں۔

"میرے خدا۔" انہم نے ایک گہری سانس لی۔

"تم تو واقعی ایک بے مثال آرٹسٹ اور ایک ایک بات میری کھوشی نہیں آتی۔ جب تم مجھے برا لایے سے پیٹ کر گئے تھے تو پھر مجھے یہاں لانے کا کیا ضرورت تھی؟"

"ضرورت تھی۔ کیونکہ ایک تاثر ایسا تھا جس کو میں اب تک پیٹ نہیں کر پایا ہوں۔"

"اور دیکھا ہے؟"

"خوف۔" برکت نے بتایا۔ "بے پناہ خوف۔ ایسا خوف جو پھر سے پھر تم کو رو گیا ہو۔ اسی لڑکی کی سرت میں لکھا ہوا ہے کہ۔"

جاسوسی ڈائجسٹ - 144 - نومبر 2014ء

"کیا؟"

"جس نے میرا نام شہر پار ہے۔" اس نے بتایا۔ "اور میں ہاں تھا۔ انسان ہوں۔"

"اور۔" انہم نے ایک گہری سانس لی۔ "اس کا ادراک مجھے ہو گیا تھا۔ جب تم نے یہ کہا تھا کہ تم اپنی مکمل سرت پر۔"

"ہاں میں پڑھا تھا وہاں ہوں۔" برکت نے کہا۔ "میرے ساتھ کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جو آپ کو چھپانے کے لیے ہم تک بدلنا پڑے۔ پورا مکمل کام تک چھپانا پڑا۔"

"روک لیں۔"

"اس لیے کہ میرے ہاتھوں ایک لڑکی کی سرت پر لگی تھی۔" برکت نے بتایا۔ "اور میری بد قسمتی سے لڑکی کے کمرے میں اور وہ شے داروں کو پتہ چلا گیا حالانکہ وہ سرت تک عورت تھی۔ میں نے جان بوجھ کر اسے نہیں مارا تھا۔ میں نے یہ خیال تھا کہ میں نے اس کا خون کیا ہے۔ وہ میرے لیے پڑ گئے تھے۔ پتا چلتے فرار ہوئے۔ اچھے۔ اب آپ آج پتہ پڑ گیا اور میں نے تمہارے دفتر میں برکت لائی تھی۔ تو کوئی نہ کریں۔"

"خوف۔" اس نے اس خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

"یہ کیا محسوس کیا تھا؟"

"خوف۔" وہ لڑکی کی سرت پر لگی تھی۔ "انہم نے پتہ پڑا۔"

"ان وقت پر گاڑی کا بڑیک لگائی ہو گیا تھا۔" برکت نے بتایا۔ "میں گاڑی روک کر کس مسافر کو روکنا چاہتا تھا۔" "جوتھی سے جو لوگ یہ دیکھ رہے تھے۔ ان کی نگاہیں مجھے گھبراہٹ کر رہی تھیں حالانکہ وہاں میں یہ پتا نہ تھا کہ کیا تو گاڑی کو بڑیک لگائی ہو گیا تھا۔ اس لیے مجھے دوسرا ٹیکسی ہائی کو ہال کرنے کے جرم میں روک لیا ہے۔"

"تو کیا وہ لڑکی؟" انہم نے پوچھا۔

"جوتھی ایک ماڈل۔" برکت نے بتایا۔

"تو وہ لڑکی؟" انہم کو یہ سن کر شاک۔ مانا۔

"کیا وجہ؟"

"انہم میں ایک آرٹسٹ ہوں۔ ایک جھڑپ۔"

"تو ایک بے مثال پیٹر۔"

"اور وہ تصویریں۔"

"خوف۔" برکت نے بتایا۔ "بے پناہ خوف۔ ایسا خوف جو پھر سے پھر تم کو رو گیا ہو۔ اسی لڑکی کی سرت میں لکھا ہوا ہے کہ۔"

"کیونکہ دفتر میں تمہارا چہرہ دن بھر میری نگاہوں میں تھا۔"

"کیا؟"

"میری سرت۔"

برکت نے انہم کو اشارہ کیا۔ وہ جیسی سے اُٹھ گئی۔

"اس طرف چلو۔" برکت نے ایک کچے مکان کی طرف اشارہ کیا۔

"انہم کی آنکھیں کانپ رہی تھیں۔ آنکھوں کے آگے اندر سے پھوٹتے تھے۔ یہ سب کچھ تو بہت جرات آمیز تھا۔"

پریشان کن۔ کیا ہو گیا تھا اس شخص کو۔

اس کے قصور میں بھی نہیں وہ کہہ سکتے تھے۔ انہم کی کیا جا سکتی ہے اور انہم کو نہ دانا ہوگی اور میں اس کے دفتر کو چھو رہی تھی۔

ایک کمرہ اس میں ایک چار پاؤں اور دو کرسیاں تھیں۔ اس کمرے کے برابر دوسرا کمرہ تھا جس کا دروازہ بند تھا۔

"انہم کو پتہ نہ تھا کہ میں نے مار کر بھاگ کیا تھا۔"

"انہم۔" برکت آنت سے لکھی سے غصہ کر رہی تھی۔ "سب کچھ تمہارے لیے بہت جرات کی بات ہوگی اور ہوئی بھی چاہے کہ تمہارے لیے یہ تو ایک لڑکا ہے۔"

انہم کو پتہ نہ تھا کہ میں نے اس کا ایک لڑکا ہے۔ جس میں اس طرح دھما کرے آئے۔

"برکت تم چاہتے ہو کہ انہم نے پتہ پڑا۔"

"سب بتا دوں گا۔" برکت نے کہا۔

اس بات کا یقین کر لو کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کے لیے نہیں آیا۔ ایک ایسا مکمل کے لیے آیا ہوں۔"

"تم یہ جملہ پہلے بھی کہہ چکے ہو۔ کیا مطلب ہے اس کا؟"

"۳۵۱ ہوں۔" برکت نے ایک گہری سانس لی۔

"لیکن یہ تم تمہیں ان سے دیکھ جاؤ۔ پانی لی لو۔ اب سے تمہارے حواس قابو میں آجائیں گے۔"

انہم اسے بھر جرات سے دیکھ کر رہ گئی۔

برکت نے سینے سے پانی نکال کے گلاس میں اس سے ساتھ ساتھ دیا۔ "لو پانی پی لو۔ اس کے بعد باتیں ہوگی۔"

انہم کو ملحق ٹھک ہو رہا تھا۔ اس نے ہر گاہ اس ایک سانس میں نکالی کر دی۔

"ہاں۔ اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔" برکت اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ "میں بات تو یہ کہہ رہا ہوں کہ میرا نام شہر پار ہے۔"

انہم کو پتہ نہ تھا کہ میں نے اس کا ایک لڑکا ہے۔ جس میں اس طرح دھما کرے آئے۔

"۳۵۱ ہوں۔" برکت نے ایک گہری سانس لی۔

لیکن یہ تم تمہیں ان سے دیکھ جاؤ۔ پانی لی لو۔ اب سے تمہارے حواس قابو میں آجائیں گے۔

انہم اسے بھر جرات سے دیکھ کر رہ گئی۔

برکت نے سینے سے پانی نکال کے گلاس میں اس سے ساتھ ساتھ دیا۔ "لو پانی پی لو۔ اس کے بعد باتیں ہوگی۔"

انہم کو پتہ نہ تھا کہ میں نے اس کا ایک لڑکا ہے۔ جس میں اس طرح دھما کرے آئے۔

"۳۵۱ ہوں۔" برکت نے ایک گہری سانس لی۔

برکت نے بتایا۔

انہم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اس قسم کا جملہ کوئی نام آؤ تو نہیں ہو سکتا تھا۔

کانی پانی جیسی قرب ہے۔ جیسی جی۔ اس کا ڈرامہ ایک جرم اور اصرار تھا۔ انہم نے پتہ پڑا۔ یہ جیسی کا بچپن اور وہ لڑکی لایا۔ اس کو مطلب یہ تھا کہ وہ جیسی والا برکت کو بھاتا تھا۔

"پتہ چلا۔" برکت نے انہم سے کہا۔

"دیکھو۔" انہم نے پتہ پڑا۔

"انہم۔" اس بار برکت کے سینے میں خرابی تھی۔

"وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔ جلدی کرو۔"

انہم جیسی میں دھڑکتی۔ برکت اس کے ساتھ جیسی جیسی جیسی میں بیٹھے تھے۔ اس کا چہرہ ہوا پھول جیسی بائیں آگ تھا۔ شاید اس نے انہم کو یہ بار کرانے کی کوشش کی تھی۔

خوف نہیں کر رہا۔

جیسی کسی زمانے کے راست کی طرف چلی جا رہی تھی۔ یہ شہر کے دو ملاتے پتے جن کی طرف سے انہم کا بھی تزار نہیں ہو رہا تھا۔

وہ کمرے لٹاق اور دفتر آجانی۔ پھر دفتر سے گھر چلی جاتی۔ یہ پتہ پڑا۔

انہم نے پتہ پڑا۔

برکت نے جیسی دوسرے کو منزل کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ شاید وہ جانتا تھا کہ اسے کہاں جانا ہے۔ اب جیسی ایسے ماڈل سے روٹھ ہو گئی تھیں چہرے چہرے مکانات بنے ہوئے تھے۔ جیسی کچھ راستوں سے گزرتی ہوئی ایک سیدان میں داخل ہو گئی۔ اس سیدان میں ایک بڑا سا ماڈل بیٹھ رہا تھا۔ اس ماڈل کے ساتھ ساتھ کچھ دوسرے ماڈل بیٹھے تھے۔

جوا لگے آئے کے بعد جیسی روک گئی۔

"ہاں۔ اب اتراؤ۔" برکت نے کہا۔

انہم نے پھر پتے کی بہت کی۔ "یہ تمہیں کہاں لے آئے ہو، کیا چاہتے ہو؟"

"پریشان نہ ہو۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"برکت میری بات مان لو۔" جیسی ڈرامہ کرنے لگا۔ "کوئی تعزات ہو جائے۔"

"کوئی نہیں ہوگا۔ تو قبول جاؤ تو کسی کو میرے ساتھ یہاں لایا تھا اور اب میں اس کو چلا جاؤ۔ یہ کام ختم ہو گیا۔"

جاسوسی ڈائجسٹ - 144 - نومبر 2014ء



THE UNIVERSITY OF CHICAGO PRESS

[illegible]

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

نقشِ اول

انجمنِ دانش

وہ کمالِ کامِ منصوبہ ساز تھا... ان کو پوری احتیاط سے بیرونِ کار لانا اس کے سامنے کی فکری داری ہوئی تھی... سارے حضرات سنا رہی تھیں لیکن انہاں اس کا حصہ نہی زیادہ ہوتا تھا... وہ خود بھونچے جسم سے شغف کو رہا... مگر طمع نے انکسار اور اس کی نقل پروردہ نازل دیا... زیادہ فتنہ کے لیے اس نے پہلی بار خود ہی اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا... منصوبہ مندر اور یہ واقعہ تھا، وراثت بھی مکمل... مگر تظہیر کا نقشہ ڈال دیا تھا...

قانون کے رکھوالوں میں کثرتِ پختہ "وہ کہ" کے نام سے مشہور تھا، کثرتِ ایک لفظ ایک نظر تھا۔ دولت کے حصول کے لیے مختلف غیر قانونی کاموں میں لڑتا تھا۔ وہ ایک نیک قانون کی کثرت سے اس لیے دور تھا کہ وہ ایک ضابطے کے تحت کام کرتا تھا۔ ایک تو دھند دار شخص وراثت خیزی سے دور رہتا تھا۔ وہ ایک نیک کا قائل نہیں تھا۔ مگر وہ جی کہ اس سے اس کو پاؤں نہ پڑتا تھا۔ جہاں اسے سوتی خیر و بھی خیر آتا تو وہ اس کو آگے رکھ کر



کام سے لیا۔ "رائف نے کہا۔
 جم نے پہلی بار چاندنی پانی میں ڈالنا شروع کر دیا۔
 رائف نے سر ہلاتے ہوئے چاروں طرف کا بغور جائزہ لیا۔ وہ پانی تک کوئی دھری گئی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔
 "اب کیا کرنا ہے؟" جم نے پوچھا۔
 رائف نے تھکے بازوؤں سے پانی کو پھینک دیا۔
 "میں ایک گھبراہٹ مٹاؤنگے کے بعد ساتھ ہی اسے نکالتی تھی۔
 لہجے کے ساتھ دیا۔
 جم کے جسم نے پانی میں ایک ڈبکی مٹائی۔ پھر نہیں دوسرے پر ابھرا تو چاروں طرف رائف نے اس کے اہمیت پر اس کے جسم پر حیرت انگیز آوازیں بھینک دی۔
 "تم میرے افسانے میں جیت نہیں دے رہے تھے۔
 جم: جب میں اپنے کام پر جا رہا تھا تو تم میری بیوی کی طرح ساتھ رہ کر دیاں مٹاتے تھے۔"
 "رائف، پلیز۔"
 جم نے انھوں نے سختی کے پہلو پر ہنر کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے ہاتھ خون میں مغموم ہو گئے۔
 تھے اور گھر پہنچا تو پھر معلوم ہوا تھا۔
 رائف نے جم کے گھر کے اوپر حیرت انگیز آوازیں دی۔
 جم اب کیا کرنا چاہتا تھا۔
 "وہ وہ کہتے رہے، وہو، جم! رائف نے منکرانے ہوئے کہا۔
 "تو کہہ کر حرکت کرتے ہوئے دھڑکتے ہوئے کہتا ہے۔"
 "ایسا کہہ کر وہاں پہنچا۔ میں غم سے ہاتھ نہ دھو رہی تھی۔
 "بیتھر ہوگا کہ تم معافی مانگتے میں کثرت سے کام کر رہی تھی۔
 میں دیکھ رہی تھی کہ تازہ سے ماسی آٹھ شراعت ہو گئے تھے۔
 جم نے پختہ کیلے منہ دیکھا۔
 پانی کے اوپر لٹکا ہوا شادک کا تھمنا پر تیزی سے اس کی جانب آ رہا تھا۔
 "پلیز، رائف! تم نے کہا تھا کہ تم مجھے اپنا ایک اچھا دوست سمجھتے ہو۔"
 "سودی! مجھ سے اتفاق کے اتفاق میں غلطی ہو گئی تھی۔ میں درحقیقت یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں تمہیں ایک اچھا دوست سمجھتا ہوں۔
 "CHUM" کہتے ہیں۔ تم اس کا مطلب درست سمجھو۔
 میری مراد چار سے تھی۔ "رائف نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔
 اور پھر جب سمندر کا پانی سرخ ہونے لگا تو فدا شدہ رائف کے قہقہے کو بچھنے لگے۔

اور سے کہہ سکتے ہیں کہ ایک اچھا موقع مل رہا ہے۔ مندر نے بتایا تھا کہ جس میں پہلی کے شکار کا شوق ہے؟
 جم نے اثبات میں سر ہلادیا۔ "میں زیادہ تر فیصلے پانی کی پہلی کا شکار کرتا ہوں۔ جس نے پہلے سمندر میں پہلی کا شکار کرنا ہی کیا ہے۔ ویسے تم یہ کیا کائنات کی پہلی کا شکار کریں گے؟"
 رائف نے اپنی ٹیکس کی لونی درست کی اور بولا۔
 "پہلے تو میرا ارادہ صاف تھا اور میں اس کے شکار کا حق لیکن ایک عرصہ پہلے میں نے ہک کا شکار کر لیا تھا۔"
 "ہک کا شکار؟"
 "شادک، جم۔" رائف نے وضاحت کی۔ "کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟"
 "یقیناً نہیں مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"
 "پہلا قدم ساتھ ساتھ مان سے لیں ہو جائے۔" رائف نے بڑی ہی لائف جیکٹ اٹھاتے ہوئے کہا جس پر کھوسا اور ٹکڑوں کا آخر چھریاں مل گیا تھا۔ یہ کپڑے اور پکڑ سے خشک ہو گئے اور تھوڑے سے تھوڑے سے تھکے نہ پائے اور گرفت میں رہے اور یہ سراسیمگی سے خشک رہے کہ تاکہ کہیں تم خشک نہ ہو جائے۔
 "کیا تم اس لیے تیار ہو؟" جم نے پوچھا۔
 "جہاں بھی ہو جائے۔"
 "اچھی بات تو نہیں ہو لیکن احتیاط سے ہوتی ہے۔ یہاں پر سمندر کی بڑی شادک پانی پانی ہیں اور ان میں سے چھ ایک تو درہزاروں سے زیادہ بڑی ہوتی ہیں۔" رائف نے بتایا۔
 پھر رائف نے رائف جیکٹ اٹھائی اور اسے جم کو پہنانے میں مدد کرنے لگا۔ اس نے تمام کپڑے اور کھنکھے گس دیے۔
 "اب کیا کرنا ہوگا؟" جم نے پوچھا۔
 "اب میں پہلی کا چار اٹھا کر ہاروں گا۔"
 "میں نے اس بار سے میں سنا ہے۔ پہلی کا خون اور آواز سن رہی ہے۔ میں نے خشک کہا تھا۔"
 "تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ یہ شادک پہلی کے لیے مقرر نہیں کی گئی ہے۔ میں ڈور، چھڑا اور چھریاں وغیرہ سنبھالوں، تم تیار رہو۔"
 "اوکے۔"
 رائف کوڑی جانب بڑھ گیا۔ اس نے احتیاط سے پلاسٹک کی چار سے کی بالٹا باہر نکالی۔ وہ غیر چتر میں تھکے ہوئے کپڑے چار سے کی بالٹا قابل برداشت تھی۔ اس نے ڈوٹی ٹائٹ سے تھکے دوپٹے کی جم کی جانب بڑھا دی۔
 "اس کو اس طرف رائف پہلی میں بیٹھ کر دو۔ کیوں سے

خود پس منظر میں رہے کوثر چاہتا ہے۔
اس کی وہی اوجھل ٹھٹھکی گئی۔ اس لیے وہ ہر وقت غصہ
مائل رہنے کے لیے تیار رہتا۔ دوسری وجہ یہ بھی کہ گھبرٹ ٹوٹ
ناہکی رگم میں سے بیٹھ ڈالیں گے پھر پانچواں حصہ ان کے پاس نہیں
تساوی میں نمایاں فرق ہوتا۔ اگر چہ مشکل تو اسے حل کرنا تھا۔
اگرچہ گھبرٹ کوئی فیصلہ تک نہیں دیا تو اس کو بخیر ادا کر دیا تھا۔
گھبرٹ کا صاحب منصوبہ ساز تھا اور اس حیثیت میں خوش تھا۔
کام ٹھیک چل رہا تھا اور دونوں میں خاصی ہم آہنگی
تھی۔ تاہم واردات اب تک کی سب سے بڑی واردات
تھی جس میں دونوں کے ہاتھ ایک لاکھ تیس ہزار ڈالر کی خلیفہ
رگم آئی تھی۔ یہ ایک پُر خطر ادا ہے جس میں صاحب
معمول گھبرٹ بھی خطر میں تھا۔ پھر وہاں نے اس کو اس کی
ہزار ڈالر سے زیادہ رقم دی تھی۔ اس میں پہلے اس کے لیے
یہ ایک خفیہ واردات ہو سکتی تھی۔ تاہم غلط فہمی نہ ہو کر
نوٹ لی نہیں آئی۔

☆ ☆ ☆

گھبرٹ ہوئی کے کمرے میں اپنے میز پر لیٹا
خیالات کی پلکار کا سامنا کر رہا تھا۔ کئی ماہ سے اس کے طرز
فکر میں نمایاں تبدیلیاں رونق ملی تھیں۔ یہ خاصا طرز کب
تک چلتا رہے گا۔ روز بروز عدم اطمینان کے ساتھ جوش کا
کیزو اس کے دل و دماغ کو جکڑ رہا تھا۔

ایک لاکھ تیس ہزار ڈالر میں سے اس کے ہاتھ مشکل
چلتی تیس ہزار ڈالر آئے تھے۔ منصوبہ بندی اس کی تھی۔ تاہم
اصل خطرات ڈالنے سے نکلے لیے تھے۔ گھبرٹ سوچا رہا تھا
کہ کیا وہ اب تک لقمی کر رہا ہے؟
تازہ واردات متواتر اس کے ذہن میں کچھ کے انکا
دی گئی۔ وہ مالی طور پر محسب خواہش مستحکم نہیں ہو رہا تھا
جبکہ خطرات اپنی جگہ پر تھے۔ اس آٹھ پھولی کو خیر باد کہہ کر
اسے دیکھ بڑھنا نہ چاہتا تھا۔

اس کے پاس چند رگم نہ کائی گئی۔ البتہ اس کے
انداز سے کچھ طاقتور ڈالنے کے پاس کم سے کم بھی کئی لاکھ
ڈالر تھے۔ دونوں کی رقم میں جانے کے بعد ضرورت پڑنے
پر وہ کوئی سرمایہ کار بھی بن کر سکتا تھا۔

گھبرٹ کو بھی ایک بار بہت کڑی تھی پھر زندگی
مستقل ڈگر پر چل گئی۔ اسے ڈالیں کو اسے سے بٹا رہا تھا۔
ڈالیں بڑی واردات کے بعد دوسری تھی۔ "لیک" چاہا تھا۔
جہاں اس کا چاہی لیکن غماز نہ تھا۔ وہاں وہ چلی کا شمار
کرتا تھا۔ وہاں اس کی ہر طرف انداز ہوتا۔

جاسوسی ڈائجسٹ - 150 - نومبر 2014ء

سو منہ سے قلم کھینچ کر چکا تھا۔ اب وہ منصوبہ
بھی خود بنانے کا اور واردات بھی خود کرتے تھے۔ آخری
منصوبہ اور بڑی واردات۔
ان کے روز روز کی خبریں پڑھ کر وہ ہلکا ہلکا ہوتا تھا۔ اس نے
اپنی مجلس ترتیب دیا تھا۔ اس میں گھبرٹ کا کام کرنا تھا۔ وہ
گھبرٹ سے ملنے کی وہاں پہنچا تھا۔ گھبرٹ ایک طرف واردات
لاہی کر رہا تھا۔ اسے ہر اس چیز سے وہ بچ رہا تھا جسے وہ رقم
میں تبدیل کر سکتے۔ مثلاً جو اہم بات وغیرہ بڑا درست ٹوٹ
لی جا سکتی تھی یا بات ہے۔

بگم کو یہ خبر دو گھنٹہ کے اندر ٹوٹ میں تھا۔ گھبرٹ
نے اس کے لیے کام تیار کیا اور پھر وہاں سے طلب کی بات
پر تھی۔ "وہ بڑا کیا ضروری کام؟ ان کے ہاتھ بڑا بڑا بھوتے؟"
"تم خود کو غیر وابستہ نہیں ہو کر؟" گھبرٹ نے اس کے
پھر پہلے اس کا ہاتھ دیا۔

"ظاہر ہے، اور تازہ خبر سے بعد مشکل نہ نکلتی
"میرے بعد آیا ہو تو خوش کر کے جاؤں گا۔"
"اچھا، اب وہاں..." گھبرٹ نے لفظ سمجھ کر ادا کیا۔
اس کی اس کی کھینچ کر لگتی تھی۔
"میں نہیں جانتی، اگرچہ میں اس بڑا بڑا ڈالنے جا رہی تھی۔
وہ بھی کچھ کیے بغیر..."

گھبرٹ نے اسے وہ تو اس پر بیان پھیرا۔ "کیا تو بہت
حسن سے غور کر رہی ہے؟"
"کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔" گھبرٹ نے نہ جاننا
کر رہا تھا۔ "میں کئی رات ایک ہزار ڈالر پر سوچ رہی تھی۔
ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ظاہر ایسے ہو کہ میں یہاں
تیار سے ساتھ تھا۔ یہاں سے پارٹنر میں تھا۔ یہی کوئی آٹھ
سے رات وہ بھی کچھ۔"

گھبرٹ نے ایک انداز پر پائی اور مٹی بڑا انداز میں
مسکائی۔ "بہت خوب، اس کے علاوہ؟"

"اس کے علاوہ دوسرا چھوٹا سا کام ہے۔ یہ کہ..."
"تم رات آٹھ سے دو بجے تک کہاں اور کیا کرنے
جا رہے ہو؟" گھبرٹ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں تو دوسرا کام ہے۔ یعنی تم کوئی سوال نہیں کرو
گی۔ قہار سے لیے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کئی گواہ
ہوں گے جو ثابت کر دیں گے کہ میں نے اس دوران یہاں
تھیں۔ ساتھ وقت گزارا ہے۔ سب سے بڑی گواہ تم خود
ہو گی۔ لیکن یہ اس کی نوبت ہی نہ آئے۔ اوکے؟"

"بات تو ٹھیک تھی ہے۔" گھبرٹ نے کچھ سوچے

پھر وہی سے کہا۔ "اگرچہ مجھے ہو گی؟"
"یہ بڑا بڑا ڈالنے اور پانچواں کام کے بعد۔"
"اس سے کام کے دس ہزار ڈالر تو کوئی بڑا ہاتھ
دار ہے۔ ہاں؟"
"کوئی سوال نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ پانچ ہزار ڈالر۔"
"تم اپنی طرف سے بھی ایک آٹھ گواہ بنا لو تو کسی
بچیں۔ ہاں۔ مثلاً یہ بھی بھانے سے اپنی کسی پہلی کے کان
میں بات ڈال دو کہ رات تم یہاں تھے یعنی روٹی۔"

"یہ خبر کام بہت بڑی ہے۔"
"لیکن اس طرح تم خود کو اور بڑا بڑا محفوظ خیال
کر رہے۔ پھر وہی کے طور پر بڑا بڑا ڈالنے سے۔"
"آئی کو بڑا نہیں ہو گی۔"

"انڈیا کی کوئی۔" گھبرٹ دھڑک رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

ان کی گھبرٹ نے جس قسم کا لباس زیب تن کیا وہ
دوسروں سے الگ تھا۔ وہاں تھا۔ غامض رنگ کا ڈالنے بیٹ
لوگوں کے سر پر۔ وہ جوتا تھا۔ خود کو نمایاں کرنا اس کے
منصوبہ کا حصہ تھا۔ تاکہ بعد اس کے دیکھنے والوں کو یہ دور
جائے۔ بڑے واردات کے بعد یہ دور بھی بچر کے لیے
بہت عرصہ ثابت ہوئی ہے۔ منصوبہ ساز تو وہ تھا ہی۔
واردات کی لانی سے گزرتا ہوا غور و خیز اس کے ذہن پر
لایا۔ اسے پاس چلایا۔

"تازہ رات سے ایک اہم کالی شروع ہے۔" وہی نے
کہا۔ "اس کالی کے علاوہ دوسری کالی آئے،
"اگرچہ کہ میں نے ہولی پھوڑ دیا ہے... لیکن ڈیڑھ رات
سے یہ دھماکا آئے تو بڑا بڑا کام گھبرٹ کے ساتھ اس کے
انداز میں مصروف تھیں۔ اس نے بے غلطی سے ٹھیک
گواہوں کی اور ایک شہرہ دار ڈالنے کا ٹوٹ اس کے آگے
کہا۔ "بڑے بڑے لوگوں کو دیکھیں بھول تھانے۔"
"بڑے بڑے سوال ہی نہیں پڑتا ہو گا۔" ٹھیک نے
تجربہ کیا۔

بعد ازاں گھبرٹ ہوئی کی پھولوں کی دکان پر
گئے۔ اس سے اس نے کئی دس ہزار ڈالر سرنگ لگائیں۔
"کیا تم نے؟"
"ایک خوب صورت گواہ پھولوں کے ساتھ شلک کر۔"

جاسوسی ڈائجسٹ - 151 - نومبر 2014ء

نقص اول
ایسے۔ اس پر نکسیں۔ گھبرٹ یا کی بہت کے لیے۔ "خفیہ کی
جگہ میرا نام لکھیں۔" گھبرٹ نے اپنا پورا نام بتایا۔
"مخلص انداز میں وہاں سے نکل کر گھبرٹ نے ٹھیک
چکری۔ ٹھیک ڈالنے کے اس کے حمل سے بڑے ہوئے
نہیں اور بیٹ بڑے ڈالنے پھر پھولوں کو دیکھا۔

"یہ پھول میری چاہت کے لیے ہیں۔" گھبرٹ نے
دو مالوئی انداز اختیار کیا۔ "گھبرٹ یا کام ہے اس کا۔ تم نے من
کارن اپارٹمنٹ کی ضمانت دیکھی ہے؟"

"جائے۔"

"اس آدھ لے چلو۔ میری گھبرٹ یا وہی ہے۔"
گھبرٹ نے کہا۔ "اسے گلاب بہت پسند ہے۔"
ڈالنے نے سگماتے ہوئے ٹھیک کو گے بڑھایا۔
گھبرٹ نے اسے اس کے ڈالنے کے اور بولا۔

"کب وہی سمجھے۔" گھبرٹ کی طرف سے ہوش کر رہا۔
"لگتا ہے جب آئے بہت خوش ہیں۔" ٹھیک
ڈالنے نے جھجھکیا۔

"ظاہر ہے آٹھ رات میں اپنا چاہت کے ساتھ
ہوں گا۔ چہاں بھی تو کوئی دوسرے ہو گی؟" گھبرٹ نے
بات بڑھائی۔

"اپنی ایسی قسمت کہاں۔ سارا وقت وعدے میں
ہی کھل جاتا ہے۔" ڈالنے نے ایک سر آؤٹینی۔
"اوکے، اوکے۔" وقت بدل چکا ہے۔ دل پھرنا
مت کرو۔" گھبرٹ نے اسے ٹھیک دیا۔

گھبرٹ کی رقم تو خرچ اور ہی لگتی سوداگر نہیں
تھا۔ وہی ٹھیک پھول والا ٹھیک ڈالنے... اب تک وہ
تجربہ کر رہا تھا۔ وہ کوئی کسرا لگا رہا نہیں پڑتا تھا۔
جوہر موجودگی کا غصہ جوت مع کولہان کے۔

☆ ☆ ☆

جب وہ ٹھیک بھائیوں کے ساتھ گھبرٹ یا کے اپارٹمنٹ
میں داخل ہوا تو گھبرٹ یا کا چہرہ بھی گلاب ہو گیا۔
"اوکے، گھبرٹ یا میرے لیے؟" اوکے۔

"کوئی شک؟"
"نہیں۔"

گھبرٹ اپنے استعمال شدہ سرنگوں کے ٹوٹے لایا
تھا۔ وہ اس نے ٹھیک کر دیں۔ اسٹیل ریز میں ڈال
تھیں۔ مزید یہ کہ وہ چار ٹوٹے اور دوسری طرف پر چیک
اویسے۔ اپنی ٹھیک اس نے ہاتھ دم میں پھوڑ دی۔
استدراشا پر اپنی ٹھیک کے نشانات ثبت کر دیے۔ اس



شمبکسپٹر کا گہرا ہوا ایک منور، اٹل کی حسیات اختیار کر گیا ہے کہ زندگی ایک اسٹیج ہے جس پر ہم سب اداکار ہیں جو اپنا اپنا کھیل دکھا کر چلے جاتے ہیں... یہی اداکار زندگی کے آغاز سے انجام تک ایک جوا کھیلتا ہے... جس میں خطرات اور حادثات کی بازی، پہلی سانس کے ساتھ لگتی ہے اور آخری سانس تک جاری رہتی ہے... تفلیق کے نقائص ہوں یا بدایاں... وہ زندگی نے ہر نومولود کو شکست سے دو چار کرنا چاہتے ہیں۔ مگر زندگی مقابلہ کرتی ہے اور یہ کھیل انسانی تدبیر اور نوشتہ تقدیر کے ساتھ زندگی کے تمام اہم اور بھاری اہم فیصلوں میں جاری رہتا ہے... خوشی... غم... دلچ... نقصان... دوستی... دشمنی... محبت اور نفرت... محب پار جہنم کے وہ روپ ہیں جن سے ہر انسان ایک جوا کی بازی ہر گز بیامنا کوئی ہر محبت ہوتا ہے... جوا کی... انسانی جذبوں کے رد عمل سے جسم لینے والی وہ گہرائی ہے جو نگر نگر کئی کئی اور گہر گہر ہوتی ہیں۔ نکتی ہے اور ہوا ہی وہی... آہ بیہوشی... اور چنگ بیٹی بھی... تجسس اور حیرانی کے سارے رنگ دکھلاتی جوا کی بازی... جادو اثر تحریر...

جوا کی

امداد اتیال

سنہ ۲۰۰۵ء



شاہد کو کیا بھیر دینی میرے پاس لے آئی۔ جس کی وجہ سے میں سب کچھ ہار دیا۔ خود ان کے دھمکے کے سوا سب کچھ کر سکتا ہوں اس کے لیے میں کیا کر سکتا ہوں؟ اگر میں اس وقت کے ساتھ اس کے ٹھکانے جاتا تو وہ کیسے جان کر میں کہاں ہوں؟ پھر کیا اس کا یہ کام نہ ہوتا؟ میں کیا اور میری اوقات کیا۔ میرے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں۔ وہ جس کے کام میں ایک آدمی کے ہونے نہ ہونے سے نہیں دیتے۔ میں اپنے کسی سوالی کا جواب نہ دے کر نہ تھکا۔ تاہم رات کو باہر آ کر سکندر شاہ کے ساتھ چپکے والی سیٹ پر چہرہ تیار۔ سو رہی نورین۔۔۔ معلوم نہیں یہ دینا اور اس کے لاعامل کام کیوں میرے اور تمہارے درمیان میں چپکے چپکے لپٹے لپٹے رہا۔ بے چنگ میں استقامت رکھتا ہوں اور تمہیں پہلا بھی نہیں سکتا۔ لیکن آج سے کل بدلتی جاتی ہے۔

سکندر شاہ نے راستہ میں کوئی بات نہیں کی۔ اس کی ایک وجہ ذرا عجیب کی سوچ رہی ہو سکتی تھی لیکن دوسری زیادہ اہم وجہ اس کی غرضی اور پریشانی تھی۔ وہ اپنے خیالوں میں کم بخت اور تھکا پھرا تھے۔ اس کے ہونٹ لڑ پڑتے تھے جیسے وہ کچھ کہہ رہا ہو مگر وہ خیالوں میں خود سے غائب تھا۔ یہ اس قدر کی کیفیت تھی۔

وہ مجھے صبر کے اس کمرے میں لے گیا جو شاہد اس کی غلطی کی بنا پر تھا۔ یہاں ایک بیڈ تھا۔ ایک صوفیہ اور ایک بہت اچھا میز و کرسی جو جس کے مختلف شکل و صورت اور سامان کے انگریز پاروں طرف نظر آتے تھے۔ لیکن یہاں نوٹ نہیں تھا۔ یہ کچھ اہل بیاض صنف اور شاعر کی انتہی اور لاہوری کی جیسی جگہ تھی جہاں اپنے ساتھ صرف وہ خود ہوتا تھا۔

”مجھے میز و کرسی اور سکون اور آرام دیتی ہے جو مال کی گود میں بیٹے کو کھانا ہوگا یا سکون اور دوا جو میں نے بھی کھائی نہیں۔۔۔“ غصہ۔۔۔ وہ میرے تھکنے مومنے کے بازو پر سر رکھ کے لیٹ گیا اور ایک گھنٹے کی طرف اشارہ کیا۔

”کتنی بے لومیر سے لیے بھی۔“

میں نے کافی دیر سوچا لیکن میری پرکھی تو وہ آنکھیں کھول کے اٹھ بیٹھا اور منظر کیا۔ ”تھک کر چلیں اور اصل معاملہ روز کی کا تھا۔“

میں نے گھبراہٹ سے کہا۔ ”آپ کا مطلب ہے۔۔۔“

روزینہ۔۔۔ آپ کی بہو؟

اس نے اصرار میں سر ہلایا۔ ”میں کب معلوم ہو گیا ہے۔“

”کیا معلوم ہو گیا ہے۔ اپنے والدین کے بارے میں؟“

سکندر نے اصرار میں سر ہلایا۔ ”وہاں میں نہیں جاتا۔ مراد کے ساتھ ہو سکتی تھی۔“ ٹھیک اس۔۔۔ اس سے پہلے وہ درمیان میں دھڑک اڑتا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کی موت ہو چکی تھی۔ لیکن میں نے مراد سے کہا تھا کہ چھ مہینے سال سے پہلے پاکستان کا رونا سنتا رہا۔

”خود مراد سے میں نے مراد سے کہا تھا۔“ میں نے لکھ دیا۔ وہ نہیں پڑا۔ ”اس کا چہرہ۔“ کیا میں خود بلا رہی تھی۔۔۔ کوئی دارا اپنی دان گیری میں چاہتا ہو کہ اس کی موت ہو جائے تو وہی مہینے ہونے لگے۔ اور اس کی موت ہو چکی تھی۔ مراد ضرور جانتا تھا۔ میں نے تاکید کی تھی اسے۔۔۔ لیکن ایک بات یہ بھی کہ میں نے روزینہ کو پاکستان کی خبر دلائی تھی۔

وہ غماز سے اس کی بات سن رہی تھی۔ ”میرا مطلب ہے کہ اس کی موت ہو جائے تو وہی مہینے ہونے لگے۔ اور اس کی موت ہو چکی تھی۔ مراد ضرور جانتا تھا۔ میں نے تاکید کی تھی اسے۔۔۔ لیکن ایک بات یہ بھی کہ میں نے روزینہ کو پاکستان کی خبر دلائی تھی۔“

”میں نے اس کی ماں سے بھی یہی کہہ دیا ہے۔“ مراد کے۔۔۔ وہی تھی اور پھر چوٹی تھی کہ مراد روزینہ کو چھوڑ کے دنیا کی کوئی لڑکی بنا لیکن مراد کے لیے تو یہ تھی۔ وہ ایک لڑکی تھی۔ ماں کی منت سماجت اور آنسو رانگیاں!

جاسوسی ڈائجسٹ - 156 - نومبر 2014ء

”میں نے مراد سے کہا تھا۔“ میں نے لکھ دیا۔ وہ نہیں پڑا۔ ”اس کا چہرہ۔“ کیا میں خود بلا رہی تھی۔۔۔ کوئی دارا اپنی دان گیری میں چاہتا ہو کہ اس کی موت ہو جائے تو وہی مہینے ہونے لگے۔ اور اس کی موت ہو چکی تھی۔ مراد ضرور جانتا تھا۔ میں نے تاکید کی تھی اسے۔۔۔ لیکن ایک بات یہ بھی کہ میں نے روزینہ کو پاکستان کی خبر دلائی تھی۔

وہ غماز سے اس کی بات سن رہی تھی۔ ”میرا مطلب ہے کہ اس کی موت ہو جائے تو وہی مہینے ہونے لگے۔ اور اس کی موت ہو چکی تھی۔ مراد ضرور جانتا تھا۔ میں نے تاکید کی تھی اسے۔۔۔ لیکن ایک بات یہ بھی کہ میں نے روزینہ کو پاکستان کی خبر دلائی تھی۔“

”میں نے اس کی ماں سے بھی یہی کہہ دیا ہے۔“ مراد کے۔۔۔ وہی تھی اور پھر چوٹی تھی کہ مراد روزینہ کو چھوڑ کے دنیا کی کوئی لڑکی بنا لیکن مراد کے لیے تو یہ تھی۔ وہ ایک لڑکی تھی۔ ماں کی منت سماجت اور آنسو رانگیاں!

”میں نے اس کی ماں سے بھی یہی کہہ دیا ہے۔“ مراد کے۔۔۔ وہی تھی اور پھر چوٹی تھی کہ مراد روزینہ کو چھوڑ کے دنیا کی کوئی لڑکی بنا لیکن مراد کے لیے تو یہ تھی۔ وہ ایک لڑکی تھی۔ ماں کی منت سماجت اور آنسو رانگیاں!

”میں نے اس کی ماں سے بھی یہی کہہ دیا ہے۔“ مراد کے۔۔۔ وہی تھی اور پھر چوٹی تھی کہ مراد روزینہ کو چھوڑ کے دنیا کی کوئی لڑکی بنا لیکن مراد کے لیے تو یہ تھی۔ وہ ایک لڑکی تھی۔ ماں کی منت سماجت اور آنسو رانگیاں!

جاسوسی ڈائجسٹ - 159 - نومبر 2014ء

ایک خبر تھی۔ وہ پھر سامان کی خرید و فروخت میں لگ گیا تھا۔ بات قسم کرنے سے پہلے روزینہ نے دل دیا ہے۔ وہ نے کہا کہ یہ محبت ہے۔ اور اس کی بد شگون نے افواہ پھیلائی ہے۔ خبر سننے والی کا ہر دھن دو ہر دھن تھا کہ اسے سمجھا اور افواہ پڑا اور کہا جا رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کی اخبار میں جھوٹ ہو گئی تھی۔ کچھ لوگوں کو وہ نہ میں دکھا دلی کی۔ مگر روزینہ نے بتا دیا کہ وہ کون ہے اور شاہی کی شکل میں رونا دینا شروع کر گیا تو مراد بڑی مشکل میں اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔ اس پر ہسٹریا کا دور پڑا۔ اس نے مراد کو برا بھلا کہا کہ اس کو چھو گا۔ مگر ڈاکٹر آیا اور اس نے روزینہ کو دوا سے کمر لایا۔ مگر وہ انھی تو پھر وہی رونا دھونا اور ضد کہ مجھے اخبار لا کے دو۔ پاکستان کا پورا اخبار کوئی بازار میں بیٹھے والی چیز نہیں تھی کہ مراد لا دیتا۔۔۔ مگر روزینہ کہاں اسنے والی تھی۔ اس نے ہول والوں سے کہا۔ غارت خانے کا کھیر لے لیا۔ تھکے تھکے کہ اسے وہ خیال ہی کیا اور اس نے خبر سنا دی تفصیل پڑھا۔ اس کے بعد روزینہ نے ضد کی کہ پاکستان چلو۔۔۔ میرے ماں باپ اور میری بہن۔۔۔ سب مر گئے اور میں زندہ ہوں۔ مجھے بھی ان کے ساتھ دھن دھن ہے۔ ظاہر ہے یہ روزینہ وہ نہیں تھی جو ماں باپ کی عزت کا جائزہ نکال کے آئی تھی۔ جس نے خود سارے خون کے رشتوں پر مراد کی محبت کو بچہ دینی تھی۔ ضد سے اس نے روزینہ کو مار دیا تھا اور روزینہ روزینہ دینی تھی۔ اس کی حرکت تھی۔ ”خود قاضی ہو گیا۔“

”پھر؟“ مراد نے اس کی بات کی۔

”مجھے نہ مانتا؟“ پاکستان میں امریکا میں تھے۔ وہ آئی آ جاتی۔ مراد اسے روک نہیں سکتا تھا۔

”پھر آئی کیوں نہیں؟“

”مجھ کو ذرا سی ہے۔ لندن اور دہلی کے واسطے۔۔۔“

روزینہ کی بات سن کر میں نے کہا۔ ”وہ پھر چپ ہو گیا۔“

”میں نے کچھ دیر بعد کہا۔“ آپ کو کس تو کرنا پڑے گا۔“

اس نے مجھے پس دیا۔ میں جیسے اسکا بے وفائی کی بات کی وہ مجھ سے توقع نہیں رکھتا تھا۔ ”میں تو سارا مسئلہ ہے۔“

”اس مسئلہ تیار ہو گا لیکن کتنے دن۔۔۔ ماں باپ سب کے مر گئے۔“

”میں نے کچھ دیر بعد کہا۔“ آپ کو کس تو کرنا پڑے گا۔“

اس نے مجھے۔۔۔

”لیکن دو گاہ کی باتیں اور ساری خونریزی کے ذمے
دو آپ نہیں۔ ڈاکو تھے۔ خبریں بھی ہوئی اور نام ہوگا کہ کس
ڈاکو کے گردو نے یہ سب کیا تھا۔“
اس نے ایک گہری سانس لی۔ ”ہاں اور اسی سے
ساری خبریں ہوئی۔ گارڈس کا نام تھا اور دو گاہ کا نام کو جانی
تھا۔“

”کیا جانتی تھی؟“

”جی ہاں۔۔۔ کہ وہ کس کے تجربہ کا غلام ہے۔ میں نے
اسے پال دیا تھا۔“

”اوہ۔۔۔ سب تو یہ بے مسئلہ۔ میں نے تو دیر بعد کہا۔
”میں بھی حیران تھا کہ جس اداکار نے تمہارے لیے کیے انہی پر
کیا۔ اس حد تک کہ تم نے مجھے ایک پرنسز اور ایک شہر اور کئی
گہری فیض دینے دی۔“

اس نے وہی نظر سے مجھے دیکھا۔ ”میرے جیسے نہیں
پر لوگ اعتبار نہیں کرتے۔ محرابی جتن بھی نہیں کرتے۔
میرے منہ پر ایسا کہہ سکتے۔ مجھے آج تک آٹھ بیگ یہ سب
”معلوم ہوا۔ اسی وقت وہاں گزشتہ رات کے وہ بیگ تھے۔
جو میں نے۔۔۔ روزیہ سب سوئی تو مراد نے مجھے فون کیا۔
سازمے آٹھ بیگ تھے ڈیڑھ ٹن بیلے ڈاکو نے اسے اس کے
آؤر انکسٹن دیا تھا۔ کئی خود بھیجے جو ”معلوم نہیں تھا۔“

”آئی ایم سوری مسز۔“ میں نے شرمندگی سے کہا۔
”میں نے تم سے جو بھی کہا تھا نیک بنی سے کہا تھا۔
پتہ دہریوں نے نہیں فون کر لیا تھا جو اجنبی تھے۔ دل تک
نظر اور خود غرض لوگ تھے۔ اب وہ مر گئے تو میں انہیں
نیک بنی اور شریف تو کہہ نہیں سکتا۔ شادی زندہ رہتی تو
تمہارا میری بہن روزیہ سے بیوٹی کاوش ہو کر کھسکا۔ میں
پارٹنرشپ کی یکدم از دست گیری کا تاثر تو تولی نہ کرتے اور
تمہاری ضرورت مجھے نہیں ملتی۔ میں چاہتا تھا کہ تم مراد کے
لیے وہی کرو جو انور کے لیے کر رہے ہو۔ جب وہ میرا نہیں
منجھانے تو مجھے گھٹن ہو۔ آپ کی بات دینے میں بیٹے کہاں
بیٹھے۔ تمہاری بات وہ سننے کا کیونکہ تمہارے مساوات اور
درکار تھے جب وہ روزیہ کے ساتھ لگا تھا۔ پارٹنرشپ کا
ستھد صرف جسمیں عزت دینا تھا۔ یہ احساس دلا تھا کہ تم
انارے مائز نہیں ہو۔ ان کے ہٹنے۔“ آہستہ آہستہ اس کی
آواز بلند ہوئی تھی۔

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“
میں نے کہا۔ ”میں لیا دینے کی ضرورت نہیں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

”میں اپنی فلفلی پر شرمندگی کا اعہاد کر چکا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ میں اپنے ہی من سے اٹھ جاتی ہوں۔“

جہاں سے بھی نوازش ہو

2014 - 2015

جاسوسی - مہمیں

2014 2013 2012 2011 2010 2009 2008 2007 2006 2005 2004 2003 2002 2001 2000 1999 1998 1997 1996 1995 1994 1993 1992 1991 1990 1989 1988 1987 1986 1985 1984 1983 1982 1981 1980 1979 1978 1977 1976 1975 1974 1973 1972 1971 1970 1969 1968 1967 1966 1965 1964 1963 1962 1961 1960 1959 1958 1957 1956 1955 1954 1953 1952 1951 1950 1949 1948 1947 1946 1945 1944 1943 1942 1941 1940 1939 1938 1937 1936 1935 1934 1933 1932 1931 1930 1929 1928 1927 1926 1925 1924 1923 1922 1921 1920 1919 1918 1917 1916 1915 1914 1913 1912 1911 1910 1909 1908 1907 1906 1905 1904 1903 1902 1901 1900 1899 1898 1897 1896 1895 1894 1893 1892 1891 1890 1889 1888 1887 1886 1885 1884 1883 1882 1881 1880 1879 1878 1877 1876 1875 1874 1873 1872 1871 1870 1869 1868 1867 1866 1865 1864 1863 1862 1861 1860 1859 1858 1857 1856 1855 1854 1853 1852 1851 1850 1849 1848 1847 1846 1845 1844 1843 1842 1841 1840 1839 1838 1837 1836 1835 1834 1833 1832 1831 1830 1829 1828 1827 1826 1825 1824 1823 1822 1821 1820 1819 1818 1817 1816 1815 1814 1813 1812 1811 1810 1809 1808 1807 1806 1805 1804 1803 1802 1801 1800 1799 1798 1797 1796 1795 1794 1793 1792 1791 1790 1789 1788 1787 1786 1785 1784 1783 1782 1781 1780 1779 1778 1777 1776 1775 1774 1773 1772 1771 1770 1769 1768 1767 1766 1765 1764 1763 1762 1761 1760 1759 1758 1757 1756 1755 1754 1753 1752 1751 1750 1749 1748 1747 1746 1745 1744 1743 1742 1741 1740 1739 1738 1737 1736 1735 1734 1733 1732 1731 1730 1729 1728 1727 1726 1725 1724 1723 1722 1721 1720 1719 1718 1717 1716 1715 1714 1713 1712 1711 1710 1709 1708 1707 1706 1705 1704 1703 1702 1701 1700 1699 1698 1697 1696 1695 1694 1693 1692 1691 1690 1689 1688 1687 1686 1685 1684 1683 1682 1681 1680 1679 1678 1677 1676 1675 1674 1673 1672 1671 1670 1669 1668 1667 1666 1665 1664 1663 1662 1661 1660 1659 1658 1657 1656 1655 1654 1653 1652 1651 1650 1649 1648 1647 1646 1645 1644 1643 1642 1641 1640 1639 1638 1637 1636 1635 1634 1633 1632 1631 1630 1629 1628 1627 1626 1625 1624 1623 1622 1621 1620 1619 1618 1617 1616 1615 1614 1613 1612 1611 1610 1609 1608 1607 1606 1605 1604 1603 1602 1601 1600 1599 1598 1597 1596 1595 1594 1593 1592 1591 1590 1589 1588 1587 1586 1585 1584 1583 1582 1581 1580 1579 1578 1577 1576 1575 1574 1573 1572 1571 1570 1569 1568 1567 1566 1565 1564 1563 1562 1561 1560 1559 1558 1557 1556 1555 1554 1553 1552 1551 1550 1549 1548 1547 1546 1545 1544 1543 1542 1541 1540 1539 1538 1537 1536 1535 1534 1533 1532 1531 1530 1529 1528 1527 1526 1525 1524 1523 1522 1521 1520 1519 1518 1517 1516 1515 1514 1513 1512 1511 1510 1509 1508 1507 1506 1505 1504 1503 1502 1501 1500 1499 1498 1497 1496 1495 1494 1493 1492 1491 1490 1489 1488 1487 1486 1485 1484 1483 1482 1481 1480 1479 1478 1477 1476 1475 1474 1473 1472 1471 1470 1469 1468 1467 1466 1465 1464 1463 1462 1461 1460 1459 1458 1457 1456 1455 1454 1453 1452 1451 1450 1449 1448 1447 1446 1445 1444 1443 1442 1441 1440 1439 1438 1437 1436 1435 1434 1433 1432 1431 1430 1429 1428 1427 1426 1425 1424 1423 1422 1421 1420 1419 1418 1417 1416 1415 1414 1413 1412 1411 1410 1409 1408 1407 1406 1405 1404 1403 1402 1401 1400 1399 1398 1397 1396 1395 1394 1393 1392 1391 1390 1389 1388 1387 1386 1385 1384 1383 1382 1381 1380 1379 1378 1377 1376 1375 1374 1373 1372 1371 1370 1369 1368 1367 1366 1365 1364 1363 1362 1361 1360 1359 1358 1357 1356 1355 1354 1353 1352 1351 1350 1349 1348 1347 1346 1345 1344 1343 1342 1341 1340 1339 1338 1337 1336 1335 1334 1333 1332 1331 1330 1329 1328 1327 1326 1325 1324 1323 1322 1321 1320 1319 1318 1317 1316 1315 1314 1313 1312 1311 1310 1309 1308 1307 1306 1305 1304 1303 1302 1301 1300 1299 1298 1297 1296 1295 1294 1293 1292 1291 1290 1289 1288 1287 1286 1285 1284 1283 1282 1281 1280 1279 1278 1277 1276 1275 1274 1273 1272 1271 1270 1269 1268 1267 1266 1265 1264 1263 1262 1261 1260 1259 1258 1257 1256 1255 1254 1253 1252 1251 1250 1249 1248 1247 1246 1245 1244 1243 1242 1241 1240 1239 1238 1237 1236 1235 1234 1233 1232 1231 1230 1229 1228 1227 1226 1225 1224 1223 1222 1221 1220 1219 1218 1217 1216 1215 1214 1213 1212 1211 1210 1209 1208 1207 1206 1205 1204 1203 1202 1201 1200 1199 1198 1197 1196

کھائیاں تھیں، جھڑیلے ذمے پہ جس میں ششک نماڑا ہوا
اچھی تھی اور پارک کے کھنڈے سے بنے جانے والے خار اور
نیچے۔ تینا مراد کے ہاں باپ کو مستقل حوصلہ دیا رہا اور
ابور سے گزار کے انھیں بیچور گزرا گیا کہ وہ کمالیہ مگر فضول
سے صرف جاتے ہیں۔ انھیں جلد از جلد بیٹے کے پاس پہنچنا
زیادہ ضروری تھا۔ قرار میں میں ہوتا تو وہ ان کو پکڑتی جاتے۔
سکندر رشید نے درانیہ راج کو ڈانکا اچھی رفتار سے تو رات ہو
جائے گی لیکن میں نے اسے تسلی دی کہ تم شاید مجھ سے تھیں
اسلام آباد میں ہوں گے اور درانیہ راج کو تیز رفتار سے روکے
رکھنا وقت سے بچو چاہئیں۔ ہوتا۔ احتیاط ضروری ہے کہ اگر ایک
سستہ مل کرنے کے تیار ہیں۔ دوسرا راستہ کھڑا ہے۔ مراد کی
ہاں دیکھتے تو اپنے خیالات میں کسی کی بار بار کئی خیال سے
پریشان ہو کر رہے تھے۔ میں اور وہی سوال دہرائی تھی۔ "ختم
نبوت کو نہیں بولی رہے ہو نا۔۔۔ انہوں نے یہ بھی کہا
تھا۔۔۔ اس بات دلوں نے کہ درمضیٰ میں؟" پھر کوئی دعا
دہرائی نہیں گئی۔

[illegible]

اس کی آواز ہی نہیں اس کا ہاتھ بھی کاتب رہا تھا۔۔۔
 کاتب بھی رہا تھا اور اس کے ہاتھ پر پھینکا تھا، اس نے
 چہرہ تڑپا سے مجھے دیکھا۔ "کمبختہ نہت۔۔۔ مراد کا۔۔۔ وہ
 مجھ پر فحش بات کرنے لگا۔" "تم کو کون۔۔۔" اچھا! انکو
 اچھا نہت۔۔۔ دور ہی کیسی ہے۔۔۔ روزینہ؟ مہم ہے اس
 کا۔۔۔ ہاں۔۔۔ جھپک ہے۔۔۔ مٹھرے کی کوئی بات
 نہیں۔۔۔ اچھا اس آواز میں نہیں۔۔۔ ابھی آ رہا ہوں۔"
 میں نے فانی کا نگاہ اس کے سامنے دوکھا جو وہ ایک
 سنہ نیچا سیاہ بھردہ چوڑی چوڑی سٹاف میں لٹا۔ "مراد
 لاؤ۔ روزینہ کی گاڑی کا آئینہ نہت ہو۔" سلام آ باد سے آتے
 ہیں۔ وہ اسپتال میں ہیں۔"

[illegible]

میں آگے اور پیچھے کے ساتھ جیسا سبب میں رہا تھا۔ یہ
میں نے اللہ اور اس کی ماں سے کہیں، بلکہ خدا اپنے آپ کو
تعالیٰ دینے کے لیے کہہ رہا تھا۔ اپنے ولی کو قائل کر رہا تھا کہ
میرا وہ کہہ رہا ہے۔ ایسا تھا۔ میں بھی کامیاب نہیں تھا۔ واقعی
میں کوئی یوں یاد نہ خطوط ہوئی تھی اور ہندو ایک آسام میں
ٹن سینٹ سیٹھ بھائی ہے۔ آگے ذرا تیر رہا ہو گا۔ چلیے وہ
نیک نہ ہو رہے ہوں گے مگر مسکولوں۔ ابھی نہ چاہیں قرائت
اور نہ کیا پیش آیا اور مجھے ہوا سترنگ بہت اچھی ہے اور
نہیں تھی ہوئی۔ اس کے چند جگہ ہیں ہونا گئے۔۔۔۔۔
اسے اور مجھے ہوتے نام نہ ہوں اور اپنی اسپرہ پڑا گا کار
بہت جائے تو گاڑی اٹ باقی ہے۔ مجھے اصل خوف گاڑی
— کسی ٹنڈ میں گرنے کا تھا۔ سترین سے بہتے ہونے گاڑی
توں میں سے گزرتی ہے۔ مرکز بہار میں کے گرو گھوم
— آتی ہے اور جگمگ سے پہلے کئی ٹنڈرنگ سوز جی۔۔۔۔۔

ابھی مسٹر اور مسز مراد شاہ کے رات گزارنے کی خبر پڑی تھی۔ اب اس کی گنجائش نہ ہوئی۔ اب اس کی گنجائش نہ ہوئی۔ اب اس کی گنجائش نہ ہوئی۔

فصل ششم کی تمام حالات میں کوئی بات نہ ہو کہ
لو جو اس جو اشارے کے بعد ظاہر ہے تو اس میں کوئی بات نہ ہو کہ
جائے کرے اور کسی پر اکرام کے بغیر جو هر دل کے لیے جائے
لیکن نئی میں تو اسی وقت نعم ہو کہ تا جب روانہ ہو کر
اطلاعی کی نئی کہ اس کے ساتھ سے خانہ کا اور جو بہت کم
ہے۔ اب اسے گھر پہنچنے کی بدلتی تھی۔ اور گھر جو صرف وہی
کے خیال اور تصور میں رہ گیا تھا۔ چنانچہ اس نے پندھن
سے جان ہونے تک زندگی گزار لی تھی اور جسے اور خود مجبور
آئی تھی، انجمنیت اور اپنے مستقبل کی خوشی سے ملے
وہی اب کچھ پر ازیت مفرد تھا، چہرہ ہاں سے ہر ایک
حاصلی جرم و گناہ کے آثار سے بھر اہل۔ حاضی کے لئے
مستعد ہوئے۔ بھر اہل۔ جواب "عوامل اور بے تصرف
تھے۔"

ان حالات میں کیا ہے لیکن حاکم کو اس پر کیا ہے اس کے
اسلام آباد میں انہیں گورنری جانے کا نوڈن ہوا ہے۔ لیکن
دینی مسئلہ کو مدار کے کسی کی شش ماہی کی ہے اور اس پر
تو رتوں سے ملادی مسئلہ جو اسے جو باہر ہے اور وہیں کر
تے مری کو رخ کرتے ہیں۔ یہ نئی دین سے زندگی کی
حکایت کا آغاز کرتے والے سب سے ایک نظر آتے ہیں
پہنچنے جاتے ہیں۔ آئندہ دوسرے کے کاہن میں ہیں۔
اسے سادہ دنیا کی فکر سے بے فکر۔۔۔ مہندی کے کاہن
کی جو عمر ہو گا اس اور سادگی کے سوت اور انی والے لڑکے جو
کی ہو رہا ہے جسے ہیں اور انی نوبلی دینی کے ساتھ ایسے لڑکے
ہیں جسے بخاری خدا میں کے ان کا تہ بلند کیا ہے اور یہ
تہہ خاص مکی کا پیش آیا ہے۔

[illegible]

اس کی بجائی نہ کیا۔ "فون کر کے معلوم کرو۔"
 وہ دھڑکنے لگا۔ "کہاں فون کروں گا گازی میں؟ پتا
 ہوتا کس کھیتی سے کوئی بی بی تو پوچھتا۔۔۔ ان کا راز کھنڈ
 کے ساتھ دھڑکیں پر رابطہ ہوتا ہے۔"
 ڈاکٹر نے جب ہمیں گولیوں کا ایک پتا نکالا۔ "یہ
 آپ سب ایک ایک کھالیں چلنے اور نہ مجھے کہانی پڑیں گی یہ
 سب۔" روبرو ہوا جیسی ہے اور پھر آپ کو کیا پتا اور جیسا بھی
 ہے پتلی سے پائین؟ کیا پتا سوراہوں کی ہوگی۔ "نہیں۔"
 "الو پتلا اسی نیچے کچھ ہوگا نہیں۔" انکی سی بولتی ہے
 آج کل اور۔۔۔ "ہاں ہاں فکر سے مرے ہیں تو
 مر جائیں۔ ایک فون نہیں کیا مگر نہ پتہ ہے۔"
 میں نے کہا۔ "شوہری! آپ جانتے تھے کہ وہ بھی
 یہ بیان کرے۔۔۔ میں نہیں خیال رہا۔"

موتی خود پریشان ہوتا تھا باپ کو تو یہ دوسری بات
 تھی کہ اس نے اپنے کو کچھ بھیج لیا تھا۔
 رات آتے آتے گھر پر گزرتی تھی۔ یہ خبر دانی گولی کا اثر
 ہوا کہ مجھے بھی لگتی تھی۔ اس وقت انکو نے کہا۔
 میرا تو خیال ہے کہ وہاں فصول ہے۔ جا کے سو جاؤ۔
 وہ آتے آتے کھانا پکاتے تھے۔

جس پر یہی آنسو گرا کر تھک کر کی سہری اور چوڑے سہری کے
پیشوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی یہی جیسے سہری کے بچے
تھیں، ناز پر جسے نظر آتی جہاں میں نے اسے گزشتہ روز دیکھا
تھا۔ کچھ ہے رات کا وقت گزر چکا تھا۔ وہ اپنے بیٹے میں
مکروٹھی۔ میں نے اس کے پاس جانے سے گریز کیا
نہ وہ رات کی لاری پر پھالی کا انکھار بھجے سے کرتی۔ سکندر
نے آواز سن کر میں باہر نکلا۔ وہ رات کے وقت بٹے میں
مکروٹھی تھا۔

”اور چو عیاں جیسا۔ ہم خواہواہ لیکن میں رہے رات
رہا اس کے مجھ کو نہ کر گیا۔“

”وَأَكْثَرُ كَلَامٍ هَـذَا هِيَ“ ”میں نے تم پر کہا۔“
”وَدُوهُ جِلْدِهَا خَضِرٌ يَرَوْنَ كَوْنَهُ كَوْنُ كَامِ صَبِيءٍ“
”میں نے کہا اور اس کی آنکھیں اس کی حالت میں دیکھتے ہیں۔“
”هَـذَا هِيَ“ ”یہ ہے جو کہہ رہا تھا۔“

فوجی اسلام آباد سے بتایا گیا کہ سرپور کی ملاقات
- ہے۔ انہیں مسٹر اور مسز مراد نام کا کوئی پتھر نہیں۔
- اور پھر سکندر شاہ کی پتھر میں: حوکی۔ ایک کھینچ دہن
- نے کس کس پتھر میں فوجی تھا، جاہانگیر، اسے سمجھا ہے۔

شاگرد میں تھی اس لیے سکون آ رہا اور اس کے ذہن پر اثر اسے ملا دیا گیا۔ ہم چاہتے تھے وہ کچھ کہے ہیں۔ ماہر نے کے بعد مراد کی کوری ہوئی نہیں ہوئی گی۔ وہ ہوش میں تھا

سے کہتی تھی کہ مراد پاگل ہو رہا ہے وہ نہ نہ کے لیے ہے۔ اسے سمجھاتے گئے کہ اس سے کہتے ہیں کہ پتا نہیں ہے۔

اور اسپتال میں داخلہ کے سبب اس نے ہی مارے کیے تھے۔ اس نے ادا ہوئی کی۔ اپنا نام بتا اور دونوں سہرتا سہرتا کہہ کر وہیں کے گھر پہنچی اور اطمینان دہی دیا جائے۔ علاج اس کی صحت کے بہتر ہونے کی تھی۔ ایک ایک روز یہ کبھی کبھی سہرتا کہہ رہی تھی۔

تھے انداز و تھا کر یہ عام نہ پہنچتی تھیں اور میں نے صورت حال کو نہ سمجھا تو اس کے نتیجے میں مد تک تباہی ہو سکتے ہیں۔ ہر ماں کے لیے جوان اولاد کی موت کا مصدر زندگی کے سارے معدیات پر بھاری دھوکا ہے لیکن یہاں صورت یہ بھی کہ مراد کوئی اولادوں کے بچانے کے بعد یا آخر ان کی دعاؤں کے قبول ہو جانے سے زندگی کا سہارا بننے والا ایک ہی بچہ تھا۔ اسی سے شہل نے ساری امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں اور میں اس وقت جب وہ اپنے خوف کو بھول کر مستقبل کی ساری خوشیاں اس سے وابستہ کر رہے تھے۔ نہ جانے کس کٹاؤ کے باوجود اس میں ان سے یقین لیا گیا تھا۔ آگے ان کے پاس امید کا آسرا بھی نہ تھا اور بڑھاپے میں تنہا رہ جانے کا خدشہ اس سے اسی مٹا کی طرح ان کی زندگی پر اپنے ہر ایک سانسے پھیلانے پر مہم چلا کر تھا۔ وہ ان میر سے لیے انتہائی صبر کرتا تھے۔ مراد کی لڑائی

بازی و سول کرنے سے پہلے اہل باپ تک یہ روزِ فرما
خیر پہنچا بھی تھے کہ نہ چڑا۔ روزِ نہ کو یہ خبر دینے کا خوش
ہوا ترین فریفتہ بھی تھے نبیاً پڑا کہ اسی کا بونے والا بھی
پیدا اُن کی تھم ہوگا۔ میں نے اپنی دھڑکے لیے استادِ ادراک کی
یہی یہ کھلم کے ساتھ انور کو بھی طلب کر لیا تھا۔ ان کے کچھ
تک میں نے تمام سنا لے لی کہ وہ ادائیاں پوری کرنے کے
علاوہ ایک ایسوسنس کا انتظام کر لیا تھا۔ پھر ان کو بڑا
مشورے سے روزِ نہ کو ہری ایسوسنس میں لے جانے کا
ندوبست کیا۔ اسے مسلسل غدق کی میں رکھ دیا اور وہ ہوش
میں آتے ہی وہ چٹا پیر، بال و چٹا کپڑے چھڑا اور دھنوں
کو اُٹھ شروع کر دی تھی۔ انکی سنا حقیقتِ مراد کی اس کی بھی
جو باقی چپ ہوئی تھی۔ اس نے مال کی حقیقت سے رشتہ
توڑ لیا اور اس رشتہ کے خیلوں میں سمجھتی تھی یہ مراد کی
غدق کا مدد فرما۔ وہ اُن کا تک شہرت سے تیر ہفتا تھی۔ "یہ
مراد کیوں نہیں آیا ابھی تک اسول سے..." بھی خواب کی

شام تک وہ سب ہو گیا تھا کہ مراد کی بی بی کا
امریت گیا۔ مراد کی بی بی نے اور ماں نے اسے بھی
حقیقت کو قبول بھی کر لیا اور ان پر وحشت کے دور کے سب کو
تھے۔ ان کی آنکھوں کے آنسو بھی ختم ہو گئے۔ یہ سب کا سب
مرحط تھا۔ ایک اعتراف کہ اب انکی ایسے ہی مراد کے بغیر
زندہ رہنا ہوگا۔ یہ بڑی سنا حقیقت ہے کہ مرنے والے کے
ساتھ مرنا کوئی نہیں۔ صرف ایسا کرتا ہے کہ وہ کی بھی ملکا مگر
ایک دن گزرتا ہے... پھر دوسرا دن... بہت آہستہ
آہستہ... بائیں بائیں طریقہ پر حقیقت خود کو تسلیم
کرانے لگتی ہے۔ سنا سب مراد کے گھر میں بھی
تسلیم ہوئی۔ پھر مرحمت کا غلغلہ یا آخر قریب اور سکھو کا
بیٹے کی قبر پر جا کے رشتہ اور خوسہا ہے۔ رہا بھی ختم ہو گیا۔
گھر کی کھوپڑیاں مٹا دی ہیں۔ شام رات کا احاطہ کرنے
آگے بڑھیں۔ آنے والے چلے گئے۔ اتوار اور دوسری
چلے گئے۔ صرف کوٹھن میں نے وہ دیکھے رکھا۔

جاسوسی ذالجت - ۱۷۲ - نومبر ۲۰۱۴ء

حتیٰ کہ اس نے مصر کے محلات کو بلند از حد واپس لاسنے کی
 ہمت نہ کی تھی میری مدد کی۔ میری مدد کرنے والا اور انگریز بھی
 قریباً ۱۹۰۹ء شام تک نہ کہ اس کی نبی کو اور بہو کو دیکھنے
 آج نہ۔ جب انہیں کی ضرورت تھی وہی تھا۔ سکون آور
 نہ۔ نہ بدیہی جس طرح ان کو کھانا کے موافق کرنے
 پڑے تھے۔ روز بے روز غور پر اس بیچنے کی کجیوں کی
 جیسے کہ ۱۹۱۰ء میں آئی تھی۔ مراد سے ملی کے پھوڑ
 پانے نہ سدا۔ نہ ہوا تھا۔ نہ دھم نہ ہوا تھا کہ چہنگے کے برادر
 نہ۔ نہ اور غالب آ گیا تھا۔

خواتین کو روکے رہنے سے یہ حکومت بھی کہہ کر مارتا تھا۔
 یہ سن کر ان خواتین ہوتا تھا۔ آٹھویں کے ہمارے دو تار چٹا تھا۔
 نے صدر کے کو مر دانہ وار پھیلنے کی پوری کوشش کی تھی
 اس کی مدد تک اس لئے دار کی کو قبول کیا تھا کہ اسے سن جاتی
 کہ مر جاتی ہے وہ کو سنبھالنا ہو رہا۔ حالانکہ وہ خود اسے کہتا تھا۔
 اپنے لئے یہ بڑا جو گیا تھا۔ ایک بات میں نے سنی تھی کہ
 نے کی شدت میں راتوں رات الی سفید کر لیا۔ یہ
 میں نے دیکھا چند دنوں میں مسکن کے صبر کے تمام بڑے سفید
 رہے۔ اس کے شیعہ نہیں بنائی تھی۔ رات رات چرتے پر
 میں جس میں بہت جلد بھی معلوم ہو گیا کہ اب وہ
 میں نے کہہ دیا۔

جیسے ذاکر اس کی حالت اپنے قیام کے نتیجے میں خود بد
 ہوئے والے کو بد رفتاری سے انھوں پر مہمیز اگرنے اور چلانے
 کی غرض کے بعد یہ سہارے بھی اپنی جگہ پر نہیں رہتے تاکہ
 ان میں خود اپنے جیروں کی طاقات پر ٹکرائے۔ ایسے ہی سکون
 اور آرام کی کمی۔ کوششیں بھی وہیں جلی جاتی۔ کوششیں ہوتی ہیں
 مگر وہ سب کچھ جو اس کے سینہ میں ہے۔ اس میں صرف یہ لوہے کا
 ہاتھ باندھ دیا کہ اس کے بغیر سینے کی عادت ڈالنا بھی۔ اس
 زمانے کے ساتھ خود کو اس قابل کرنے کی ہر جہد کوشش کرتا کہ
 ہر دو دن کی بجائے ہر یکم نکلوں۔ ایک ہفتے بعد حالات میں
 بہتری آتی۔ دو ہفتے ہفتے میں معمولات بہال ہونے
 لگتے۔ یہ حالات سکھ رہے تھے کہ ایک بات کا سبب بنا۔ وہ
 ایک وقت گزار پڑنے لگا۔ بات ذات پر پہنچنے لگا۔ نام کر
 کھر پڑ میرے معمولات۔ تنہا اس کی بیوی جو چاقو چھری اور

نکستہ رشاد کا منہ انکار و باد غلبہ ہو گئے وہ بجا تھا۔ پھر اس نے اپنی معیت میں گروہ تھا کہ کسی کاروبار کے سنبھالنے میں آئے۔

جواہر
 شہزادہ کے مرنے والے ایسے بھی آجاتے تھے۔ جس میں ان کو
 ہدایات دیا تھا کہ تم سے تم وفات کیس۔ میری مدد و غلام اور
 اور رہنے کی۔ رہنمائی کو میں نے خود روز آنے سے روک دیا
 تھا۔ پہلے مرنے میں دور وزیر کے ساتھ ہی رہی تھی۔ پھر میں
 ہر وقت ایک موصوفت زودا خانہ کوئی ڈیرا اگلے رہتی تھی۔ سکندر
 شاہ دور وفات کے اس کے احباب ہر دم میں گھبرایا تھا۔ یہ سب
 میرے اختلاف کی عزت سے وہ بات بات پر کہتا تھا۔

ایک حامد ہے۔ یہاں نہ بکار نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔
صدمت کی شدت سے پاؤں ہو جائے والا بھی ایسا ہی ہوتا
ہے۔ وہ انسانوں یا شیئ کے دو چیز ہیں چہ پتھر نہیں مارتا
پھر کیا۔ لیکن اس کیفیت میں روزی بھی جس کو یہاں روئی کہا
جاتا ہے۔ معلوم نہیں کیوں۔ روزی کہا جاتا تو بات سمجھ میں
آئے اور انھی کے شاہی مرد واسے روئی کہہ دیگا۔ اس کے لئے
کامیاب ایک حادثہ نہیں بلکہ دوسرا حادثہ ہے۔ حادثہ پیش آیا تو
دو پہلے والے حادثے کو بھولی گئی لیکن صرف وقتی طور
پر۔۔۔۔۔ وہیں جس کی بیماری جو سب نے لگائی اور جس میں
میرا دل مرکز بنی رہتا، وہیں ہی نہیں ہوا۔ اس کے ذہن باپ
اور مائی نہیں رہے تھے اور اس کے تین کے ساتھ تھے یہ
اس کے مسرور ذہن کا شائبہ تھا۔ وہ مراد کے ساتھ آئی تو
ہنگامہ ہوا۔ میں وکیل صفائی کی حیثیت سے علیحدہ صومٹ لڑتا
کہ ایسا نہیں سمجھ دو علیحدہ ہوتی نہ ہوتی! ایک بات ہے
میرا بے محبوب اور شریک زندگی کہ پھر نہ لگے غم سب پر
نظارہ ہو گا۔ جس کے لیے میں تیار تھا وہ لگتا نہ ہوا۔

لیکن ایسا نہیں کہ وہ بات پر الی سب سے پہلا جوابی کیا۔ یہ ممکن تھا۔ اس کے ذہن نے سزاوی کی جہاں کو زندگی کی ایک نیا اہمیت سب سے قبول کر لی تھی۔ خدا کو یہی سکھاتا تھا کہ اس کو مجھ پر اتنے تم سے غلطی سے دیا کرنا۔ یہ پھر وہاں دن بعد کی بات ہے۔ میں رات کے کچھ گھنٹوں کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ دھواؤں کی باتیں کر رہی تھی اور ہم اس کا دل بڑھانے میں مصروف تھے۔ جب اپنا تک اس نے مجھ سے سوال کر لیا۔ "تک میں کبھی ایک بات پوچھوں؟"

اس گھر میں خطاب پر میں چونکا۔ "اسکی گواہات ہے کہ اجازت مانگ رہی ہو؟"

”کیجئے بتاؤ گے؟“ اس نے حیات کیجی میں پوچھا۔
 ایسے دم میری چھٹی ص سے ٹھیکے خبر دوا کر کہ یا کہ حوالہ
 کیا؟ ”یہ تم پر تھوڑی سی پنہاں ہے تاؤ کہ میرے بارہ منہ میں
 تم کہا جی ہو؟ میں جوت لڑا ہوں؟“

”اسی کوئی بات نہیں۔“ وہ قسم اٹھا اور خاموشی سے

بہر گئی۔

”مگر یہ سوال کیوں کیا تم نے مجھ سے؟“ میں نے کہا۔

”بائی نہیں بہت پسند کرتی تھی۔ پاگل تھی تمہارے لیے۔ جہاں ہر بات مجھے بتانی تھی۔ ہر وقت تمہاری بات کرتی رہتی تھی۔ میں تو عاجز آجاتی تھی۔ اب تم اس سے شادی کرنے والے تھے۔“

”ہاں، مگر سوال کیا ہے؟ جو تم پر چھٹا جانتی تھی؟“

”تم کو کتنا مذہب ہے اس کی موت کا؟“

”جتنا جس کی مراد کی موت کا۔“ میں نے سہانہ لہجہ میں جواب دیا۔

”نظر تو نہیں آتا۔“

”میں مدد سے کا اعتبار کسی کو دیکھنے کے لیے نہیں کرتا اور میں تم سے پوچھوں کہ تمہارا مذہب حقیقی ہے یا صرف دکھاوا کر کیا نہیں برا نہیں لگے گا؟“ میں نے گوارائی کا اظہار کیا۔

”اسے کس نے مارا تھا؟“ روزیہ نے سوال داغ دیا۔

”اس وقت تو مجھے معلوم نہیں تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ انجیلا کا گرو تھا۔“

”بعد میں کب؟“

”کچھ دیر بعد جب وہ سارے ڈاکو فرار ہو رہے تھے۔ کارروائی کے بعد۔۔۔ اس کی ہسٹری بعد میں معلوم ہوئی۔“

”میں نے تو بھی یہ نام نہیں سنا۔“

”میں نے کب سنا تھا۔ وہ کوئی مشہور ڈاکو تھا۔ اس کے سر پر اس لاکھ لاکھ انعام تھا۔ یہاں سے بھاگ کے منہ چلا گیا تھا اور اس کی ڈیرے کی سرپرستی میں اور ان میں کرنا تھا۔“

”واہ کچھ دیر نا سوشل روی۔“ تو تو چور و دہریوں کی توہلی میں تھے۔ ان کا بڑا اعتماد حاصل تھا نہیں، مگر تم میرے ابا کے گھر بیٹھے؟“

”جیسے پہلے یہ بھی پوچھو۔“ میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

”وہ معلوم ہے مجھے، اپنی مرضی کے خلاف۔“

”صاف کہو۔۔۔ مجھے ان لوگوں کے قیدی کی حیثیت سے لے جایا گیا تھا۔“ میں نے سچ سچ کہا۔

”پلو پلو کی آہیں میرے ساتھ تم کو بھی لگی تھیں۔“

تھے۔ رہنم بھی لگی تھی۔

”میں مگر کچھ کیا تھا۔ صرف میں۔“ میں نے کہا۔

”اور وہ ایسا ہی قید خانے میں بیٹھا تھا۔“ جیسے بتا رہی تھی۔

”اس نے اقرار میں سر ہلا دیا۔“ بائی نے سب بتا دیا تھا۔ یہ بھی کہا تھا کہ اب اس نے تمہاری موت جیت لی تھی۔

”اس نے دل سے قبول کر لیا ہے۔ یہ سچ ہے؟“

”ہاں، مگر اب اب ان باتوں کو دہرانے سے کیا حاصل؟“

”اب؟“ میں نے حسیں اپنی فراخ دلی میں لے لیا تھا اور جانتی تھی یہ یا تھا؟“

”میرنا مجھ میں نہیں آتا کہ تم یہ سوالات نہ کہو کر رہی ہو مجھ سے؟“

”وہ برہم ہوئی۔“ سب سمجھتے ہو تم کہ میرے سوالوں کا مقصد کیا ہے۔ لیکن سب سوالات کرنے والی تھی میں نے کچھ ایک معاملے سے یہ کہی کا جان پہچان دیا تو مجھے اپنا ہوش بکرا رہا۔ لیکن وہ سوالات اپنی جگہ تھے۔ میں بھولی نہیں کہ کسی طرح ایک رات میں میرے سارے خاندان کو موت کی نیند سنا دیا گیا۔ تم سمجھتے ہو کہ وہ کتنا ڈراؤن تھا۔“

”شاہین نے میرے پاس تھپتھپاتے ہوئے دم توڑا۔ ایک لمبے پہلے وہ میرے ساتھ تھی اور یہ مجھ کو بتائی کہ ہم اگلے دن کیا میرے لیے یہ منصوبہ مہیا تھا۔ میں پاگل ہو گیا تھا۔ اس وقت دیر اور موت میرے پاس تو میں شاہین کے قاتل کے بیٹے میں ساری گولیاں اتار دیا اور وہی پاگل ہٹا کی لپکتا تھا۔

”میں شاہین کو چھوڑ کے بھی بھاگ گیا کہ وہ میرے ساتھ آئے۔ اس کی کمر لڑاؤں۔ تم جانتی ہو کہ خالی ہاتھ میں ایسا کون ساکنا ہوں۔ جو ڈاکو اسے آتا ہے مجھے۔ اس کے قاتل کا نام میں لیا تھا۔“

”وہ سب برائے رتبے تھے جو اسے بچا رہا تھا۔ وہ اگھر رہتے تھے۔ میرے لئے ایک تو وہ سب ڈاکو تھے لیکن وہ سب اور دوسری کچھ تو میں میں کو فرار ہو گئے۔“

”تم جھوٹ بول رہے ہو؟“ روزیہ نے میری آنکھوں میں دیکھیں الال کے کہا۔

”تم جو چاہو کہہ سکتی ہو۔ میں یہ انہیں بالوں کا۔“ میں نے آواز دی کے کہا۔

”سچ تو یہ ہے۔ میں اخباروں میں ان کے ٹکڑے دیکھ رہا تھا۔ انہیں۔۔۔ کچھ عرصہ تھا۔“ وہ چٹا کے بولی۔

”تمہاری مرضی اخبار پر انہیں پناہ دیا گیا۔“

”لیکن پھر پناہ دینے والا تھا کہ جسے جھوٹ نہیں ہو گا۔“

”خبر جھوٹ کیوں نہیں گئی۔ تم ہی بتاؤ۔“

”اخبار وہ لکھتے تھے جس کے لیے چاہتے۔ تم آج کی حالت یا سیاست کو کیا جانتے۔ میں نے سچ لکھا تھا۔“

”میں نے دیا ہو گا تمام اخباروں کو اتنا پیسہ کہ وہ پھر ان کے بچاؤ کے کارنامے کا نام لیں گے۔“

”مجھے نہیں مگر جب فرصت ملے یہ سال ضرور پوچھتا ہوں۔“

”اور جو معلوم ہو وہ بتائے گی۔“

”تم جانتے ہو کہ ماہر تم کو؟“ اس نے کہا۔

”میں نے بھی میں سر ہلا دیا۔“ تم جانتی ہو تو مجھے بتا دو بولی۔

”ہاں میں جانتی ہوں۔ سارا زمانہ جاتا ہے۔“

”سکندر شاہ پانچواں تھے۔ دار سکندر شاہ۔ جو میرا ابا بھی ہے اور سرسری۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”میں یہاں کام کر رہا ہوں۔“ سکندر شاہ کے ایک پرزور کی حیثیت سے۔“

”بڑا بڑا۔“ وہ چٹائی۔ ”اسی تم سمجھ جانتے کہ وہ میرے ابا کی پانچواں تھا اور میرا ابا کی۔“

”میرا ابا کی وہی تو تھی۔“ سکندر شاہ میرا نام نہیں ہے۔ وہ تو مجھے کہتے ہیں۔ اس نے مجھے بھلا کر دیکھا۔

”جھوٹا سب جھوٹ۔“

”میں نے اپنی بات جہانی رکھی۔“ اور مجھے چھوڑ دو۔ لیکن میں نے سیر میں۔۔۔ تم یہاں کیوں نہ لایا کی نہیں۔“

”میرا ابا کی سکندر شاہ تمہارے باپ کا بانی تھی تھا۔“

”جیسا۔ میں سر اگلے وجہ سے ہوں۔“ وہ جھلکی کی جھک کر دیکھا تھا۔

”میں کبھی کوئی وجہ سے ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ایسا کیا کام آتا ہے نہیں آخر۔۔۔ کہ میں نے کیا پانچواں کیا؟“

”میں نے کہا۔“ تم تمہارے مسرے پوچھا اور میں اس نے تو ان کو آخر کی ہے تو کہہ دو ایک حریفانہ لہجہ میں۔

”میں ان کو دوست ہوں اور سکندر شاہ کے ساتھ میں چھٹا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

جواہر

اس کی اپنی ہی صورت کے تھامے کی ہوا میں چل رہی تھی۔

”وہ رو رہی تھی مگر میں چاہتا تھا کہ بات چلے۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔“

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY



میر حبیب چوشتیانندہ
نزلہ زکام اور فلو کی چھٹی

میر حبیب چوشتیانندہ آپ سب میں بھی دستیاب ہے۔

ماہے تو اس کی قدر نہیں ہوتی۔ بات تو ساری ملے ہوئی ہے اس کی ماں سے..... لیکن چ میں آ رہا ہے یہ مراد کی موت کا معاملہ۔

"اسی کا دور سے تو خلق نہیں۔ آپ اپنے پروگرام کے مطابق چلیں۔"

استاد نے چ میں کہہ۔ "نہیں! میرے کوئی قلم نہیں کٹوم رہی تم کو رخصت کرو دو چاروں میں۔"

"دو چاروں میں؟ کون کون؟"

"کیوں کیا؟ میں کہہ رہا ہوں اس لیے۔ ہم ہمارے ہیں یا اس سے..... تمہیں یاد نہیں کیا؟"

"یاد ہے مگر اس کی پوچھ بیٹے میں ہوا تھا۔"

"مجھ کو اب ہو گیا ہے۔" استاد نے کہا۔

"تو مجھے بھی بتاؤ۔"

"بتا دوں گا بتا دوں گا، اتنی جلدی کیا ہے۔ کھانا کھاؤ۔" دوہٹے سے آگیا۔

کاشم نے میرا اشارہ دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی۔ اس نے یہ سمجھا کہ شاید میری موجودگی میں بات کرنا مناسب نہ تھا۔ وہ اب بعد از آپ میں نے اس سے سوچا کہ میں اٹھوں تو استاد مایوس تھا۔ اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "تو میرے بیٹے آئے گا؟"

"کیوں نہیں آؤں گا۔" وہ نے کہا۔

پھر ہوئی۔

"تو کبھی نہیں اور سے بھی ہو سکتی ہے۔ کاشم کی بات خلو نہیں تھی۔ جلدی نہیں کرتی۔ اس میں یہ مکان بدل لوں گا آج کل میں۔" اس نے میرے ہم ہواؤں کا کافی دھکیا، اس کے اوڑھنے سے۔ وہ نے میری ڈانٹ سے فوری طور پر توجہ نہ دے سکا۔

"اللہ نے بنا تو تمہاری زندگی بھی اچھی گزار رہی ہے۔"

میں نے روزیہ کو اس میں جھلک دیکھا مگر یہ حائل ہوا۔ چاہا گیا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وہ مجھے سلام کرنی آئی تو میں اپنے کمرے میں تھکا ہوا بیٹھا تھا۔ اس نے ایک سیٹے سے صوفے کے آگے آکر میرے ذہن میں رہنمائی کے منتہی کی فخر تھی۔ بھلا میری بات کوئی نہیں تھی لیکن اس کا معاملہ ایسا ہی ہے۔ بوائے اور ماں باپ تمام شکر رہے ہیں۔ رات تک میں... سنا کہ وہ سے باتیں کر رہا ہے۔ اور بار بار سے ملنا کھانا کھانے ہو گیا تھا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا

کہ اسے کب تک صحت مند ہو رہا ہے۔ میں اسے تو صحت مند دیکھتا ہوں۔ ایسے کاروبار کو نہ چھوڑے۔

"اب میں تلخ تمہارا کیا دیکھوں اس کے لیے کاروبار کی فکر کروں؟"

میں نے کہا۔ "میرا دماغ بات عادی اسے آپ کی نفسی فز نہیں ہوئی۔ مراد کی نکالی پتی ہے۔"

"میں نے تم سے کچھ کہا تھا۔ اور سے بات ہوئی ہوگی۔"

"ابھی نہیں۔ لیکن میں اسے لے آؤں گا۔ ابھی اس کی شادی کا معاملہ چل رہا ہے۔"

"دو چاروں؟ شادی؟ کس سے؟"

"یہ ہے اس کا دل کی ایک لڑکی..... وہ شہر۔"

وہ نے سے بولا۔ "باجا بول میں۔ دو چاروں سے تو جانی کرنے کے پھر میں تھکا ہوا رہا ہے۔"

تاہم اس کی سوز و گداز سے مجھے اپنے کمرے کی طرف سے دیکھا۔ اس وقت میں معمول کے مطابق صبح اٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔ میرا دماغ میرے ہاتھ میں کھینچ کر اس کی طرف سے جھلکی ہو چکا تھا۔ معلوم نہیں کس سبب سے اس کی طرف سے باہر نکلتا تھا۔ اور چاہیے والی فراز کی جگہ پر کس فراز میں صحت مند نہیں تھی۔ شاید اس کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس کی طبیعت خراب ہے ایک کون سے پروگرام

اسی وقت روزیہ نے آ کر ہوئی۔ وہ میرا کمرہ دیکھنے کے بعد سے کہ اب وہ اپنی مصائب میں دور گزار چکا تھا۔ وہ مسلسل روٹی رہی تھی اس نے کون سا نیک چھوڑ کر کھانا کھا کر آج سے انسان کی افراتفر کے مطابق صحت کو بحال کرنے اور زندگی کے سزاوارتوں کے مطابق رہائی کے حصول کے لیے اس کی کچھ دیکھ کر کھانا کھاؤں نے بھی کی تھی لیکن چھوڑے اس کا اپنا حوصلہ خراب ہو جانے کے ساتھ وہ کچھ کھانا کھا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے گرد سنہلے تھے۔ سیکہ آپ کچھ دیکھو۔ سینہ سے چھوڑے۔

روٹی تھکا ہوا تھا اور اس نے اس کے ہونٹوں سے سگریٹ جیسے جھٹکے لیے تھیں لیکن وہ آج سے ہونے لگی تھی اور اس کی حرکات و سکنات میں بھی کچھ تبدیلی آئی تھی۔

اس نے مجھے سلام کیا۔ آپ جلدی اللہ سے؟

میرے ساتھ بیٹھ گئی۔

"میں۔ ہاں! کچھ دیکھتا ہوں آج کل۔ تم کیوں جاگ رہے؟"

وہ میرے سے بولی۔ "میرا جاکتا سوچتا رہتا

جسے اس نے

کے قاتلوں کے ساتھ۔ کسی اور میں اعتبار میں نہ کرتی۔ حرم نے جرح یا اس نے ساری لالہ کی اور گردنی۔ میری آنکھیں۔ کھولیں دین تم نے۔ رونا نہ نہیں کیا کرتی تھی میں۔ حقیقت جانے لگے۔۔۔ اب بھی مدد ضرور ہے لیکن اب یہاں وہ ملتی ہوئی۔ اپنی سسرال میں۔ مراد کے گھر میں۔ کئی برسات تک غلطی کی کہ میں انہیں تاکتی تھی جس اور سوائے تمہارے یا ان کے حقیقت کے ظلم میں۔ کون جیتنے والے نکلا تھا جیسے کہ اداوات کا مارحم کی نہیں نا تھا ادا کے گروہ کی تھی۔

”وہ بھی ڈاکو ہی ہے۔“

”ہاں، مگر اب یہ صرف ایک اداوات ہوئی۔ سارا شہر جیسے رہی۔ دھنکی کی بات نہیں ہوئی۔“

میں دل ہی دل میں سخت مرشد و قضا حرم نے کہا۔

”قیامت ہے جو تم نے یقین کر لیا۔“

”یقین کیسے نہ کر لی۔ وہ انہی تم پر۔۔۔ تم نے بہت آسان کر دی میری زندگی ادا کا گروہ کی دھنکی دھنکی کے مظلوم ہے۔“

موجودہ بدلے کے لیے میں نے کہا۔ ”انور کی شادی ہوئی ہے یہ تم سے۔“

”وہ پوئی۔“ اچھا کب؟

”او چار دن میں۔ تمہارے والد مرحوم کے ایک عقیدت مند ہیں ملک تمام گھر۔۔۔ انہی کے گھر پر تان کی غریب ہوئی۔ کوئی دھوم دھام نہیں۔“

”کاش میں شریک ہو سکتی۔ وہ گزرتا ہے میرا۔ اس سے کہو کہ تاریخ آگے بڑھانے۔“

میں نے کہا۔ ”جیسے انداز ہے تمہاری بیجوری کا تم کو عدالت کا زمانہ گھر میں رو کے گزرتا ہوگا لیکن انور کی بیجوری ہے۔ اس کی ماں اکیلی ہو گئی ہے۔ بہت بڑا ہے اور بوجھ ہے۔“

”میں نے سنا ہے کہ اس نے ساری زمین حرا و حرم میں بانٹ دی ہے۔“

”ہاں، اب وہ باہر ہے آیا غائب بھی یہی خیال تھا اس کا۔ تمہارے کے کوئی بھی نہیں بڑے کی ات۔“

”میرا خیال ہے ایسا ہی میں بھی گرداں۔“ وہ بولی گھر میرے کچھ بچے پائے۔

”وہ بھی ایک ساتھ ادا کرتے دیکھ کے اور غصہ سا ہوتا ہے کہ وہ کچھ کے خوش ہو۔“ حرم نقلی ہو کر سے خود رونے لگی گھر میں۔ ”اس نے روزیہ کے سر پر شفقت سے ہاتھ

”یہ تھا کچھ روز بڑا بڑا جائے کا لیکن خیر میرے خیر ہیں۔ اتنے سفینے کا حوصلہ اور صلاحیت رہتی ہو۔ انور یہاں سے ساتھ۔“

”انور کہتے ہو بھی بات بھی نہیں ہوئی اس سے۔“

”میں بات کر لوں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری بات نہ لے گا۔ سکندر شاہ اداوات وارچکا ہے۔ اس کی بیوی تو یہیں بیٹھی نہیں پانچواں۔ یہ میری نہیں انہی سب کی اداوات۔“

”انور نے کہا وہ ادا سے زیادہ ادا نا خیال رہیں۔“

”اسے تم اپنی ذات دہری نہیں سمجھتے؟“ وہ بولی۔

”کیسے کی بات اور ہے۔ رشتمہار ہے یا انور کا اور بہت اتنی۔ تم ہی اداوات کی ہو میں نہیں۔“

”تمہارے اس بات سے مجھے لگتا ہے کہ تم چلے جاؤ۔“

”میں نے جانے کون کن وہ بد وقت روکئی رہی کہ میں یہ نہ پاؤں ہوں۔ اپنی مرضی سے جانے پاؤں۔“

”تم نورین کو کاشا کر کے کے لیے جانا چاہتے ہو۔“

”اب جانتی ہو تمہارے والد کی بیوی؟“

”میں نہیں۔ اب تک نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک دن تمہاری آواز پر ضرور میں۔“

”اور مجھے یقین ہے کہ جب تک نہیں میری ضرورت نہیں کہتا رہے گی۔ تم نے سارا ادا اسی طرح سنبھال لیے۔“

”میں نے میرا سوا سنبھالا۔“ میں نے کہا۔

”تمہاری ضرورت پھر میں ہوگی۔ کوئی اور تمہاری جگہ یہ نہ سنبھالے۔“

”میں نے کہا۔“ چلو، فنا کریں۔ سکندر اور تمہاری ماں۔“

”میں نے انکار کرتے ہوں گے۔“

”لیکن آخر جانے کا چاہو کہ وہ امی تک کر سے نہ لے لیتا ہے۔“

”میں نے اس کے سر پر دم دونوں ہی رہے۔ وہ کونے پر لٹکی ہوئی۔“

”میں نے اس کے ساتھ بیٹھا ہے۔ وہ بولی پڑ

ہوئے وقت کی یاد کو جس دل سے کیسے نکال سکتی ہوں۔ میں نے سمجھیں میں جو کتنی ہونے والی گزری تھی وہ آج بھی مجھے یاد ہے۔ مراد تو میرا محبوب تھا۔ شوہر تھا۔ سب کچھ تھا۔ میرے دین اس کے ساتھ گزرتے گزرتے اس وقت کا لیکن ایک لمحہ میری یاد میں فریم کی ہوئی تصویر کی طرح رہے۔ جس کے وقت میں مانتے پڑیں گے۔ لیکن میں اس کے بچے کو پالوں گی۔ کسی اور کو یہ ذلت دہری نہیں دیوں گی۔ اداوات ہے، مانتے۔۔۔ ماں سے بڑا کچھ نہ سنبھالے۔ میں نے اپنی مرضی کی انتہا سمجھ لی جب ماں باپ دلوں سے رہے۔ اس کی تو اس بات ہے۔“

”میں بیٹھ کر میرے ساتھ ماں پر ہر طرف۔ اگر تم اس سے کام لو کی تو زندگی تمہاری دیکھ گی۔“ حرم بولی حرم اور حرم کے معلق چلے گی۔ تم اپنے بچے کے لیے وہ سب کچھ کر سکتی جو مراد کرتا۔ حوصلہ نہ ہوتا تو یہ سب کچھ کر سکتا تھا۔

”تمہارا ہے جو مراد کا ہوتا۔“

”تم مجھے پہننے کے خوشی مانو؟“ ادا بولی حرم کی

”میں نے یہ نہ کہہ سکتی لیکن سب سے۔ میں کوئی بھی کر پاؤں ہوں۔“ وہ بولی حرم کی۔ اس نے اپنے بچے کے لیے اس کی محبت کو نہیں بولی۔ اس نے سب سے کہہ دیا کہ وہ مراد اس کا سوا سنبھالے نہ کرتا۔ انور اور اس کا باپ ایک طرح اس کے گرد رہیں۔ اس نے غیر ہو کے سوا کچھ نہ

”میں نے انور اور حرم کو اپنی ادا نہیں اور حرم کی برتری سب بھول گئے۔ اس کے لیے بندہ وفادار ہے۔“

”میں نے کہا۔“ چلو، فنا کریں۔ سکندر اور تمہاری ماں۔“

”میں نے انکار کرتے ہوں گے۔“

”لیکن آخر جانے کا چاہو کہ وہ امی تک کر سے نہ لے لیتا ہے۔“

”میں نے اس کے سر پر دم دونوں ہی رہے۔ وہ کونے پر لٹکی ہوئی۔“

”میں نے اس کے ساتھ بیٹھا ہے۔ وہ بولی پڑ

ہوئے وقت کی یاد کو جس دل سے کیسے نکال سکتی ہوں۔ میں نے سمجھیں میں جو کتنی ہونے والی گزری تھی وہ آج بھی مجھے یاد ہے۔ مراد تو میرا محبوب تھا۔ شوہر تھا۔ سب کچھ تھا۔ میرے دین اس کے ساتھ گزرتے گزرتے اس وقت کا لیکن ایک لمحہ میری یاد میں فریم کی ہوئی تصویر کی طرح رہے۔ جس کے وقت میں مانتے پڑیں گے۔ لیکن میں اس کے بچے کو پالوں گی۔ کسی اور کو یہ ذلت دہری نہیں دیوں گی۔ اداوات ہے، مانتے۔۔۔ ماں سے بڑا کچھ نہ سنبھالے۔ میں نے اپنی مرضی کی انتہا سمجھ لی جب ماں باپ دلوں سے رہے۔ اس کی تو اس بات ہے۔“

”میں بیٹھ کر میرے ساتھ ماں پر ہر طرف۔ اگر تم اس سے کام لو کی تو زندگی تمہاری دیکھ گی۔“ حرم بولی حرم اور حرم کے معلق چلے گی۔ تم اپنے بچے کے لیے وہ سب کچھ کر سکتی جو مراد کرتا۔ حوصلہ نہ ہوتا تو یہ سب کچھ کر سکتا تھا۔

”تمہارا ہے جو مراد کا ہوتا۔“

”تم مجھے پہننے کے خوشی مانو؟“ ادا بولی حرم کی

”میں نے یہ نہ کہہ سکتی لیکن سب سے۔ میں کوئی بھی کر پاؤں ہوں۔“ وہ بولی حرم کی۔ اس نے اپنے بچے کے لیے اس کی محبت کو نہیں بولی۔ اس نے سب سے کہہ دیا کہ وہ مراد اس کا سوا سنبھالے نہ کرتا۔ انور اور اس کا باپ ایک طرح اس کے گرد رہیں۔ اس نے غیر ہو کے سوا کچھ نہ

”میں نے انور اور حرم کو اپنی ادا نہیں اور حرم کی برتری سب بھول گئے۔ اس کے لیے بندہ وفادار ہے۔“

”میں نے کہا۔“ چلو، فنا کریں۔ سکندر اور تمہاری ماں۔“

”میں نے انکار کرتے ہوں گے۔“

”میں نے کہا۔“ چلو، فنا کریں۔ سکندر اور تمہاری ماں۔“

”میں نے انکار کرتے ہوں گے۔“

”لیکن آخر جانے کا چاہو کہ وہ امی تک کر سے نہ لے لیتا ہے۔“

”میں نے اس کے سر پر دم دونوں ہی رہے۔ وہ کونے پر لٹکی ہوئی۔“

”میں نے اس کے ساتھ بیٹھا ہے۔ وہ بولی پڑ

ہوئے وقت کی یاد کو جس دل سے کیسے نکال سکتی ہوں۔ میں نے سمجھیں میں جو کتنی ہونے والی گزری تھی وہ آج بھی مجھے یاد ہے۔ مراد تو میرا محبوب تھا۔ شوہر تھا۔ سب کچھ تھا۔ میرے دین اس کے ساتھ گزرتے گزرتے اس وقت کا لیکن ایک لمحہ میری یاد میں فریم کی ہوئی تصویر کی طرح رہے۔ جس کے وقت میں مانتے پڑیں گے۔ لیکن میں اس کے بچے کو پالوں گی۔ کسی اور کو یہ ذلت دہری نہیں دیوں گی۔ اداوات ہے، مانتے۔۔۔ ماں سے بڑا کچھ نہ سنبھالے۔ میں نے اپنی مرضی کی انتہا سمجھ لی جب ماں باپ دلوں سے رہے۔ اس کی تو اس بات ہے۔“

”میں بیٹھ کر میرے ساتھ ماں پر ہر طرف۔ اگر تم اس سے کام لو کی تو زندگی تمہاری دیکھ گی۔“ حرم بولی حرم اور حرم کے معلق چلے گی۔ تم اپنے بچے کے لیے وہ سب کچھ کر سکتی جو مراد کرتا۔ حوصلہ نہ ہوتا تو یہ سب کچھ کر سکتا تھا۔

”تمہارا ہے جو مراد کا ہوتا۔“

”تم مجھے پہننے کے خوشی مانو؟“ ادا بولی حرم کی

”میں نے یہ نہ کہہ سکتی لیکن سب سے۔ میں کوئی بھی کر پاؤں ہوں۔“ وہ بولی حرم کی۔ اس نے اپنے بچے کے لیے اس کی محبت کو نہیں بولی۔ اس نے سب سے کہہ دیا کہ وہ مراد اس کا سوا سنبھالے نہ کرتا۔ انور اور اس کا باپ ایک طرح اس کے گرد رہیں۔ اس نے غیر ہو کے سوا کچھ نہ

”میں نے انور اور حرم کو اپنی ادا نہیں اور حرم کی برتری سب بھول گئے۔ اس کے لیے بندہ وفادار ہے۔“

”میں نے کہا۔“ چلو، فنا کریں۔ سکندر اور تمہاری ماں۔“

”میں نے انکار کرتے ہوں گے۔“

”لیکن آخر جانے کا چاہو کہ وہ امی تک کر سے نہ لے لیتا ہے۔“

”میں نے اس کے سر پر دم دونوں ہی رہے۔ وہ کونے پر لٹکی ہوئی۔“

”میں نے اس کے ساتھ بیٹھا ہے۔ وہ بولی پڑ

ہوئے وقت کی یاد کو جس دل سے کیسے نکال سکتی ہوں۔ میں نے سمجھیں میں جو کتنی ہونے والی گزری تھی وہ آج بھی مجھے یاد ہے۔ مراد تو میرا محبوب تھا۔ شوہر تھا۔ سب کچھ تھا۔ میرے دین اس کے ساتھ گزرتے گزرتے اس وقت کا لیکن ایک لمحہ میری یاد میں فریم کی ہوئی تصویر کی طرح رہے۔ جس کے وقت میں مانتے پڑیں گے۔ لیکن میں اس کے بچے کو پالوں گی۔ کسی اور کو یہ ذلت دہری نہیں دیوں گی۔ اداوات ہے، مانتے۔۔۔ ماں سے بڑا کچھ نہ سنبھالے۔ میں نے اپنی مرضی کی انتہا سمجھ لی جب ماں باپ دلوں سے رہے۔ اس کی تو اس بات ہے۔“

”میں بیٹھ کر میرے ساتھ ماں پر ہر طرف۔ اگر تم اس سے کام لو کی تو زندگی تمہاری دیکھ گی۔“ حرم بولی حرم اور حرم کے معلق چلے گی۔ تم اپنے بچے کے لیے وہ سب کچھ کر سکتی جو مراد کرتا۔ حوصلہ نہ ہوتا تو یہ سب کچھ کر سکتا تھا۔

”تمہارا ہے جو مراد کا ہوتا۔“

جواب

ہم سب کو جانتا ہے۔ میں کیوں خود کو جھٹکوں اور خود کو
کے اس کام کو جاری رکھوں گی کی ضرورت نہیں ہوگی مجھے نہیں
ہے۔ تمہارے سامنے ایک اور مسئلہ ہے۔ پھر تمہارے
بچوں کے سامنے، تم دنیا میں بچہ کر سکتے۔ یہ بھی کام ہے
اور تمہارا کام ہو گا تو زندگی اور بچہ کر سکتے ہیں اور
جس میں ان کی زندگی کی میری بات سمجھ میں آتی ہے؟

میں نے مجھ سے کی طرح سہرا یا۔ اس آواز کی سوئی
بے حد محبت کی۔ قہقہہ کی اور پھٹکیں۔ اس کی بات نے تمام
کھٹک و شجاعت کے بے جاے صاف کر دیے تھے۔ بے چینی
دور کر دی گئی۔ دو جہت والا آواز تھا اور آہستہ آہستہ مجھ پر
ڈرتے اور لوں کا پر ہو کر چلا گیا۔ چاہتا تھا کہ وہ سب کا دربار
چلتا رہے۔ سوائے ان کی کہ دربار کے۔۔۔ جو میں نے

بڑی محنت سے میٹ کیا تھا۔ چاکر اور ناجائز طریقے سے،
تاریخوں کو رات سے بٹا کے۔ اسے ختم ہونا دیکھنا ایسا ہی تھا
جیسے محنت سے لکھے ہوئے پھل اور پڑنے کے وقتوں کا بے
شر ہو، سوکنا اور ختم ہونا۔ وہ ایک تجربہ کار مالی کی
طرح ایک طرف چلے کر ان کی بات چیت اور اپنی جہتوں
سنے اور اپنے جیسے خفیہ اور جن افراد کو دے دی گئی جو اس
کے عزیز بھی تھے اور سنی تھیں۔

میں نے رستم کو اس کی گاڑی میں اندر آتا پھر گاڑی
کو اٹھایا جاتا دیکھا۔ اب وہ اکثر آتی تھیں۔ روزیہ خود
اسے یاد کرتی تھی۔ وہ دولہا شریک راز تھیں۔ ہم عمر تھیں اور
اس گھر کی فردا تھیں۔ رستم کے بارے میں کچھ نہیں تھا کہ میں
اور کوئی نہ جانتا تھا وہ سنا لے گی۔ اس کے کھانے تین ہی

تھے۔ وہ اپنی حویلی میں رہتے تھے۔ ان کا مکان بڑا اور عمارت پر
پاکستان کے اس گھر میں جو آپ رہتے تھے۔ وہ سنی تھیں
تو ان میں اتنی باتیں تھیں کہ جانی تھی۔ لڑکیوں کی باتیں
ختم کھائی ہوتی تھیں اور ان کے پاس تو کھیلنے کا بہت کچھ
تھا۔ ان کے کھانے پر تھوڑی سی راز تھی۔ وہ سنی تھیں اور
میں آگے بڑھتی تھیں۔ چاکر اپنا ضرور کھاتا تھا کہ روزیہ اور
سکندر کے درمیان میں ہم ہوتے تھے بے چین۔ دوسری طرف
مردوں کی باتوں کی شکل دیکھ کر ان کو یاد تھا جو یہ سمجھ گئی کہ

اس کا اکثر بچہ ایسی ایک صورت کی وجہ سے مارا گیا۔ کسی
سائنس کے لیے ایسا سوچنا زیادہ غیر فطری بھی نہ تھا۔ میں نے
دو چمک کے طور پر روزیہ کے دل میں سرائی کی ماں کے لیے
رعایت کی تھی۔ اس میں کوئی ان کی سنی یا سکول دانی
کو تسلیم نہ کیا کرتے تھے۔ اس کا سر میں۔ سائنس بہت کا رشتہ اندر
گھنڈی روزیہ پر تمام رعایت سے ملے۔ پھر بڑا بچہ۔ سب کا دیا

وہ روزیہ پر ہوتے جا رہے تھے۔ جہاں میں ان کی قادیان
اب اپنی نہیں رہا تھا۔ میں مستقبل کو دیکھتا تھا تو نورین کے
میں بھی یہاں اپنا مستقبل ملے گا تھا۔ آج تھا جہاں اب
بیت میں اپنے ہو گئے تھے۔ میں ایک لڑکی کی طرح اس
زندگی میں اپنی کیا تھا جس میں بڑے بچے دھری اور ہی
میں کے ساتھ ان کی بات کا گھر تھا۔ سکندر کا گھر۔
۔۔۔ گھر جو اب روزیہ کا گھر تھا۔ کچا پھر ان کا مکان ہو گیا
تو روزیہ کو یہاں تک اور ان کا تعلق ہی تھا۔

”کیاں ہو تم؟“ سکندر پوچھا۔

”آپ کے سامنے۔“

”تمہارا راز کیا ہے؟ کیا کہہ رہا تھا میں؟“ وہ

پوچھا۔

”آئی ایم سوری۔ ذرا سی دیر کے لیے میں کچھ اور

پوچھ رہا تھا۔ آپ بتائیے۔“

”میں کیا بتاؤں۔۔۔ تم بڑا ذکاوتور سے بات کی؟“

”ابھی تک میں کا سوچ نہیں آیا۔“ میں نے کہا۔

”میں بہت غور کر رہا ہوں۔“

”کچھ؟“ میں نے پوچھا۔

”میں نے پوچھا۔“

”میں نے پوچھا۔“

”میں نے پوچھا۔“

”میں نے پوچھا۔“

”میں نے پوچھا۔“

”میں نے پوچھا۔“

کہا۔ ”ابھی تو مرادو کا جہلم میں نہیں ہوا۔“ ختم نہیں ہوئی
وہ مجھ میں کیڑا چل رہا ہے۔ جب وہ باہر نکلے گی تو یہ نہیں
کر سکتی ہے۔

”جس میں اس کے ساتھ رہا ہے گا۔ اسے وہ لکھ
کا اگر وہ قدم اٹھائے گا تو اسے گمراہ کر دے۔“

میں نے اس کی بات کو جواہر نہیں دیا۔ اس کی
خود بھی میں اس کا دربار کی معاملات پر ایک نظر ڈالنا
لوں۔ ایسا نہ جانتے کے یاد ہو میں اسے انکار نہ کر سکتا۔

میرا ذہنی کیفیت بہت عجیب سی ہو رہی تھی۔ گتہ تھا کہ اپنی
مرحمت سے یہ بھی کرنے کا اختیار مجھ سے لے لیا گیا ہے اور

جب سے میں کچھ اور کچھ کے لیے میں سے گزارا تھا اور
اس وقت جب میرے پاس زندگی کی اسیر کرنے کی وجہ سے

نہر تھی اور اس کے سامنے کیا تھا جس زندگی اس کی تھی
جائے کچھ کچھ کا وہ وقت نے مجھے مرنے پر مجبور کیا۔

”خواب۔۔۔ میں نے چاکر کا اندر دھکا دیا تھا۔ وہ کچھ
وہ کچھ مجھ سے مرنے پر مجبور تھا۔ اور جب سے اس نے

اپنے قادیان میں۔۔۔ چاکر قادیان کو تھوڑا سا
دوسرے کچھ مجھے چاہیے تھے۔ اس کی کہنے تھے۔ وہ ان کو

میری طرف سے دیا تھا۔ وہ کچھ تھی۔

اب میں بالآخر اس شخص میں جیتا ہو گیا تھا۔ میں
نورین کی تلاش میں جا سکتا ہوں۔ تو مجھ کو یہ سب نے

میرا دستہ روک لیا اور میرے لیے اپنے ارادے پر عمل کو
نہیں کر دیا۔ میں اندر کی طور پر اپنی کھست خوردگی اور

اپنی کے احساس سے وہ چاکر کا اپنی طرف سے میں کو
نی نہیں سکتا۔ اسی خیال نے مجھے اس ذہنی کیفیت میں پہنچا

دیا تھا کہ میں واقعی نورین کو بھول کر شادی کے سامنے بے
ہوش ہو گیا تھا۔ اس کی موت میں بھی اتنی بے چارہ تھی کہ

میرا چمک گئی اور وہ چاکر کا۔ وقت آف ویک ہوا کے
نورین کے خیالی کو کھارہ تھا پھر میں جب اس کا خیال آتا تھا

تو پھر اور کوئی خیال نہیں رہتا تھا۔ اس کے حسب حال بھی
میں کا شعر تھا کہ کچھ آتی تھی اس کی یاد میں نہیں آتی۔ پھر

جب یاد آتے تھے تو کچھ یاد آتے تھے۔

میں نے کوئی بات نہیں پھر میری کمر سکندر دانی فرما
ہی نہیں کیا تھا۔ ان کی باتوں میں اس کی تجویز سے اتفاق کر چکا

ہوں۔ میری کیفیت یہ تھی کہ کوئی مشکل دیکھ کر کچھ نہیں
انکار کر دے تو کیسے۔۔۔ دو چمک پڑ جائے گا اور خود میں اتنا

مرحمت کر دے کے بعد حالات کا اسیر ہو گیا تھا۔ یہ جب
میرے ہی دل کی تھوڑی سی تھی۔ تو میں سے میرے رہنے

رکھا۔ ”طبیعت کیسی ہے؟“

”خفک ہوں۔۔۔ وہ چاہتے روکے مجھ میں بولی اور
پھر نہ دوش سے اندر چلی گئی۔

سکندر رشاد سے دیکھا رہا۔ اس کی بدگمانی ابھی تک
اور میں ہو گئی۔“

میں نے اسے تسلی دی۔ ”ابھی کوئی بات نہیں۔ وہ واقعی
جلدی دہل چکے ہو چکے ہیں۔“

”کچھ دیر سے وہ تم سے باتیں کر رہی تھی۔ میرے
آتے ہی بکلی ٹا۔“ ملا ان کے مرادو کس طرح اس نے اس

کو پھر نہ کیا اسے کھل چکا تھا۔

”یہ تو آپ نے سب کچھ اپنے بچے کی فطرت کے
لیے کیا تھا۔“ یہ آپ کی بھی سمجھ رہی تھی۔ اس کی جگہ

دوسری کوئی لڑکی پسند ہوئی مرادو کو سب بھی آپ پر
ہوتے۔“

”ہاں، یہ تو ہے۔“ اس نے دوسری طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔

”پھر آپ اپنی بے لوثی کا بدلہ لیں چاہتے تھے۔
اسی زیادہ سے جس نے انکار کر کے آپ کی بے لوثی کی

تھی۔“

”لیکن روزیہ کو مجھ سے تو کوئی ذمیت نہیں ہوتی
چاہیے۔“

”شادی کی کیا۔“ فیک جس کے کہ آپ اپنی فطرت میں
بہت آگے تک پہنچے تھے۔ آخری انتہا تک۔ مرادو نے جانے

کے لیے آپ کو کیا کچھ کرنا پڑا تھا۔ اب قسمت کے کھیلے کو
کوئی بھی نہیں مٹا سکتا۔ وہ دشمن کی ہیست نہیں چڑھا۔

سادہ سے میں اللہ کو یاد آ رہا۔ زور دیتا تھا کہ کیا ہوتا
روزیہ کے خاندان کا وہ جو آپ نے ہی بنایا۔“

وہ برائی سے بولا۔ ”تم کہہ رہے تھے کہ اس کی شادی
جی اور کر دی ہے۔“

”ہاں، اس نے میری بات پر سو فیصد یقین کر لیا ہے
کہہ اور بات کا راز تم سے نہیں کہی تھیں۔۔۔“

”لیکن کیا؟“ اس نے بے چین سے پوچھا۔

”اس کے دل میں یہ خیال آسکتا ہے کہ کا راز کو
چھوڑ دے آپ نے باجھا والا کو استعمال نہ کیا ہو کہ آپ پر

فک نہ جائے۔ یہ بالکل تو نہیں ہے۔“

وہ پھر وہ کچھ صورت رہا۔ ”پھر اس کا یہ فک کیسے
ہو سکتا ہے؟“

”پھر جائے گا وقت گزرنے کے ساتھ۔“ میں نے

نے است ذائقہ۔
وہ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گیا اور سنانے گاڑی و
واپس کے راستے پر گاڑی لگا کر ریشم نے چکر بکھڑا کیا
اور سنانے است مگر ڈانٹا کہ کیا اور اچھے چمکا کھجور دی ہے؟
میں کیا بتاؤں کہ کب کب کھجور اور اس کی چنی پر کیا انار لگا
کہ وہ راتوں رات کھجوروں کے پٹے کئے۔ روزیہ غلاموں
دی جگر سکھ دینا نے میری ملازمت کی۔ معاملہ دانت بھر کے
بعد دانت دیش ہو گیا۔ مجھ سے ایک ٹکلی ہو گئی تھی۔ میں نے
اور کو پٹے پٹا یا تھا کہ کب کلام گو کے گھر نہیں اب وہ ماں
کے ساتھ سکھو کے گھر آئے۔ کچھ سو رہے میں نے است
اس صورت حال سے آگاہ کیا۔

اس سے سکھو کو فریضہ نہیں پڑتا تھا کہ ریشم اس کے گھر
میں روزیہ کے ساتھ رہے یا پھر اسے یہاں سے بھاگ کے
لے جائے۔ وہ تنگ کلام تھم کے اپنے کچھ روپوش ہونے سے
تشویش میں مبتلا تھا۔

"اس الو کے ٹھٹھے نے ایسا کیا کیا؟" اس نے
فرست اور سنانے بیٹھی تھوڑے چمکا۔
"مجھے بھی انتہائی معلوم ہے جتنا آپ کو۔"
"اس کی - تاریخی تم نے کی تھی۔ کلام لائے تھے است
یہاں۔"

"غلط، وہ مجھے اپنے ساتھ لایا تھا۔ مجھ سے زیادہ
است تم جانتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے ذہنی معاف
کر دینے پر اسے اعتبار نہیں تھا، اسے ڈر ہو گا کہ میرے
ساتھ تم نے بڑی فراخی لے لی کھائی لیکن بعد میں تم ضرور ہمو
کر دے گے۔"

وہ برسم ہو گیا۔ "کیا کروں کچھ بعد میں؟"
"مرا دوا دے اسے سب ایسا ہی کر گئے تھے۔ جو
سارے معاملات سے واقف ہو۔ دوا دانا جانا جو بعد میں
کمروری بن جائیں اور ڈر ہو کہ وہ ٹاکہ دنا ڈانٹے، ڈانٹ
کیل نہ کرے، اس کو ڈر دیکھنے کا رسک کیوں لیا جائے۔"
وہ غصہ اڑ گیا۔ "ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا میرا۔"
"است تو ارقا، جانے دو اب وہ کیا تو کیا۔ بھول
جاؤ اسے۔"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ "اور کے۔ میں بھول
گیا۔ کیا وہ بھی بھول جائے گا۔ اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ
مجھے ایک سال نہیں کرے گا۔"
"میں رچا ہوں اس کی ضمانت۔" میں نے سینے پر
ہاتھ رکھ کے کہا۔

فی زمانہ مجھے سب معلوم تھا۔ گینٹ کی لائش مل رہی تھی
مگر ہر چہ کئی ہفتے کے باوجود کوئی مل کر دوا نہ کھولے
تھیں۔
"معلوم نہیں استہ بیک کہاں پٹے گئے دونوں۔"
ریشم نے کہا۔ "اور والے پڑوسی سے پوچھتی ہوں۔ ان کا
آپنا تھا۔" ریشم کا اندازہ درست تھا۔ پڑوسی کا بیٹا بھی
پھوڑے کیا۔ مگر پڑوسی کو دوا ہو گئی اور انہوں نے مجھے
دیکر کچھ حیرانی کا اظہار کیا۔ "تم کہاں چلی گئی تھیں
ریشم؟ تمہارے بھائی اور بھالی انتھار کر رہے رہے۔۔۔
پڑ پڑ گئے۔"

"خیر ہو گئی۔" پٹے گئے؟ کہاں پٹے گئے؟ اور انہیں تو
مہربان کہ میں کہاں ہوں۔"
پڑوسی کا بچہ ریشم کیل زور ہو گیا۔ "بھو؟ مجھے تو خیر یہ
سب آپ معلوم وہ گھر چھوڑ گئے۔"
ریشم کا رنگ اڑ گیا۔ "گھر چھوڑ گئے؟ اس اچانک؟
اور کسے کیا؟"

"بھئی یہ سب پھر تو مجھے بتائیں۔ تمہارا اسباب
وہ کسے مجھ کے آئے ریشم تو دے دینا۔ میں نے
جو اسے میں رکھا کیا۔ اب اس کی کیا ہے کیا نہیں ہے، یہ
تھیں بہت شرم اس کی کہ وہ وار ہوں۔ چار سو سو کس
نے۔"

"تو کیا اور ایک خاصا بڑا ہونٹ کس کے ریشم کے
دے رکھا گیا۔ پڑوسی میں پڑا ہوا جسم کی صورت حال سے
بے تاب ہو گئی تھی۔ اس کو کچھ بتائے بغیر استہالی کیا گیا تھا۔
"بھئی پڑا ہوا تھوڑا تھوڑا بھوت کیوں بھلا جاتا۔ وہ
میرے ذرا بے ہوش ہوا تھا اور میں اچھ مگر ہی ہو گئی
تھیں اس کی لپٹا دیا جاتے تھے کہ آپ کا وقت ختم ہو گیا۔
کیا پائے پائی کا۔۔۔ یہ وہی تقریر آخرت کرنے کا تھا
کہ اب آپ جانتے ہیں۔ میں سوٹ کس کو کھینچا ہوا باہر
آ گیا ہوا تھا۔"

"بھائی یہ کیا چکر ہے۔ کہاں گئے یہ لوگ؟" ریشم
تانت پ پینٹ گئی۔ "اچانک غائب ہو گئے۔"

"یار مجھے کیا معلوم؟"
"بھوت بول رہے ہو تم۔۔۔ جس میں ضرور پنا ہو گا۔
تو اس وقت تھا کہ وہ ڈر پائی۔"
"سب دوست لے گا تو پڑھوں گا اس نے کہ تم مجھے
بھائی پٹے گئے تھے اور کیوں؟ انکی تو عمر چلو
تھی، یہاں تک پکارا جاتے سے کچھ ٹاکہ نہیں۔" میں

"اب دیکھا نہ تھا۔۔۔ ایسا ضرور ہو گا۔"
"تو بھی گواہی کاں (گم شدہ گائے) کی طرح پڑ
مگر۔۔۔ وہ جو تیری بھالی ہے پکشت۔۔۔ وہ کہہ دیتی تھی
میں کرتی ہوں اس کا کبھی بندہ ہو سکتا اس کی ہے تیری بھالی
میں کیا بتاتا تھا کہ وہ ابھی بھائی تم ہو گئی ہے۔ تو کس
ہوئے تار سے کی طرح جو اپنی روشنی تاریک آسمان میں
چھوڑتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں افسوس
چلا آیا۔ اس وقت تک رات ہو گئی تھی۔ سکھو رشتہ مجھے ہمو
کی ملی گیا۔ وہ کچھ پریشان تھا۔
"میں وہ ریشم بار بار فون کر رہی تھی۔ گہری فون
تھا۔"

"مجھے فون کر رہی تھی مجھے؟"
"جیسی، وہ اپنی ٹیم بھائی فون کر رہی تھی۔ اچھا اور
تم آگئے۔ میں است کی ڈرا تار کے ساتھ مجھے نہیں چاہتا
اور وہ خود بھی تیار نہ ہوئی۔ تم جاؤ است پھوڑاؤ۔"

"میں اقرار میں سر ہانے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔ ریشم
نے خیر لپی سے زیادہ پریشانی کا اظہار کیا۔ "کہا تم میں کوئی
کچھ نہیں ہے۔ ایسا تو کبھی نہیں ہو گا۔ کوئی نہ ہو تو کر رہے
ہیں۔ تین تین میں پانچ چھ پانچوں کر رہی ہوں میں۔"
"اور نہ ہی۔۔۔ فون خراب بھی ہو جاتے تھے۔"
میں نے کہا۔ "پڑوسی کی کون کی بات ہے؟"

"پھر بھی۔۔۔ میں نے میری فون تک نہیں لی۔ مجھے
لپٹے کوئی نہیں آیا۔ یہاں سے ڈرا تار ہو گئی۔ سکھو دیکھنے خود
کی کسی کے ساتھ نہیں بیٹھا۔ کٹوم پڑا ہوا کو دینے تو بڑی خوش
ہے میرا۔"
"اٹو۔۔۔ تم کہہ جوتے گئی ہو۔ تم کہہ کی کسی وجہ سے
گھر میں نہیں کہ انہیں لکھ رہی ہو۔ روزیہ بھی تمہاری بیٹھی تھی
لمحہ ہے اور یہاں تم آتی ہو اس کا دل بھانے۔ اس کا کچھ
جانتے۔"

"اب تو بہت سنبھال لیا ہے اس نے خود کو۔
معلوم ہے کیوں؟"
"میں غیب کو کوئی طرح نہیں دیکھتا۔"

"اس نے کی وجہ سے۔۔۔ وہ کوئی ہے کہ یہ ہو گا تو
میں مراد کے بغیر زندہ کیوں رہتی۔ میں ساتھ ہی مر جاتی لیکن
اپنے ساتھ اس کے بارہوں؟ مجھے تو اب اس کے لیے زندہ
رہنا پڑے گا۔ مراد ایک دھتے داری چھوڑ گیا ہے مجھ پر۔
میں سکھو بارہوں پر چکا ہوا کہ گھر میں کسی کو نہ یا سکھو
کا بھول گیا ہو گا۔ حیرانی اور پریشانی کا مظاہرہ مجھے بھی کیا

تیرے لیے مانے گی۔ یہ پھر بھی ایک جلی بڑھ رہے گا جس
کو سکھو ل سکھو کرے گی۔ اس کے بعد روزیہ یا مراد کا
وارث۔۔۔ یہ بڑے دور کی بات ہے۔"
"مگر یہ تو فونی معاملہ ہے۔ اس کو دوا دیا گیا ریشم کا
اور میرا حصہ اس وقت تک دوا دے گا جب تک ہم جا چکا
گے۔ وہ روزیہ وارثوں کا بھی ہو گا۔ لیکن ہم اپنا حصہ کسی کو
فروخت کر کے جانا نہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ وہ پھر ہم سے
قریب نہیں ہمارا چیک کی اور کو پانچ فون کر رہی۔"
"تو بہت دور کی سوچ ہے۔"
"یہ کوئی خیالی بات نہیں۔ کیا بتا دے مجھے بھی تو رین ٹی سی
جائے۔" وہ ہنسنے لگا۔

"مجھے یہ پیش آنے ہے؟"
"جیسی، نورین؟ تم کی دنیا میں دیک ہی تو نہیں تھی۔
اس نام سے جا رہے تو ہم اشتہار دے دیں گے کہ نورین
نام کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ایک جس دیش ل جا میں لیا
انتخاب کے لیے سارے پاکستان میں ہے۔"
"تو جتنا مذاق پانچہ اڑا۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ
میری نورین مجھے ملے گی۔"

"وہ مجھے پھر سسرالوں سے دیکھتا ہا۔ فرض کرو دل
جانی اور تیری بیوی ہوئی شاید؟"
"نہیں اس سے کہ اب باقی کام تیرا۔"
"کون سا باقی کام؟"
"میں کی کو انہی کر سنے کا بار۔" میں نے کہا۔

وہ ایک دم برسر ہو گیا۔ "اب ان کی مرضی کیا۔ وہ
باری ہوئی فون کی آخری صف میں ہیں۔ انہوں نے شکست
قبول کر لی ہے۔ اپنی مرضی کا تو بہت پہلے ہی چھوڑ دیا تھا۔
ابانی کے مانے میں ہی۔"
"ایسا ہی حال مراد کی اس کا ہے۔ وہ نہ دے کیونکہ
اپنی مرضی سے نہیں مر سکتی۔ اس انتھار میں ہے کہ وقت چورا
ہو۔"

وہ بھی سے پہلے میں نے ماں کی کو سام کر لیا تو انہوں
نے خود سے دیکھا۔ "کون؟ پڑا اور؟"
میں نے کہا۔ "میں سلیم ہوں۔" اور لائٹ جلا دی۔

"اچھا اچھا کب آیا؟ سب خیر ہے؟"
میں نے کہا۔ "آپ کی دوا ہے ماں تھی۔ میں اب
انور کی شادی کر دیں جلد ہی سے تاکہ پڑوسی لپٹ جائیں۔"
انہوں نے ایک آہ بھر لی۔ "پچھ بھی کچھ ہوا ہے
میرے چاہتے سے؟"

اور ااپس گرنے کہاں جاؤں؟

۱۰۰

حاجہ بی بی - اس ماہ - مئی -

189 نومبر 2014ء

حاصلی زانجیت - ۱۰۰

۹۰ - نومبر ۲۰۱۴ء

یاد رکھو! ہمیں ہونے لگی۔ "الہی میں ایک خبیث نے کہا کہ

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY



لاحاصل

بابر حسن

معلوم سے نامعلوم کا سفر یہ حد تک نہیں اور مشکل ہوتا ہے... سفر کرنے والا اس سے لایعنی ہیں وہاں یہ کہ اس سفر میں مصائب اور المیے ہیں جنہاں لے سکتے ہیں... ایک ایسے ہی خود غرض... مفاد پرست کی روایت... جو نظام میں اصل نہایت چالاکتیں اور منصوبہ بندی سے دور دور کو رہا تھا...

ماہرین کے پاس والی اپنی بڑائی کو دیکھ کر کھینچتا ہوا شاہجہاں کے اس لئے کی جانب سے اگاہیاں خریدے سے ہونے سامان کی ادائیگی کی مانی تھی، جیسے ہی وہ ایک خالی... چیک آؤت تھیں، پھر پہلے اور اپنا سامان کو پیکریت پر رکھ کر شروع کیا تو پھر ٹکٹوں میں ٹکڑی ایک دروازہ قامت شخص تیزی سے اس کے قریب سے گزرا ہوا اس کے گلے گیا اور کچھ پھر گورہ کا ایک جٹ تھا ہوا۔ اس شخص نے پلٹ کر مائیکل کی طرف دیکھا اور ہوا۔

جاسوسی 15 اگست 1974ء - نومبر 2014ء

کے واپس گاڑی کی طرف جانے کا سوچ رہا تھا کہ اس نے مجھے اس کے بارے میں مفید معلومات فراہم کر دیے تھے۔
”اور اگر تم میں لپٹا ہوا ہے۔“
میں نے سیدھی سیدھی اسے دیکھا۔ ”تو تم میں لپٹا ہوا ہے؟“
”ہاں نہیں۔“ وہ بے نیازی سے بولا۔ وہ آٹھ سال کا شریر سا بچہ تھا۔
”تم مجھے لے جاسکتے ہو یاں؟“

اس نے آخر میں سر ہلایا اور آگے بڑھ گیا۔ مجھے زیادہ نہیں چلنا پڑا، گاڑی کے پیچھے سے سرخشاں ٹکڑے ٹکڑے ہوتے تھے۔ تقریبی دو دو اور دو دو تین تین قبیلوں کے بچے سے گزرا اور پھر ایک بچہ کیا۔ وہاں انکا ہر دھنکی ہوئی تھی۔ تازہ گندمی ہوئی تھی کہ کوئی اس میں سیدھا حالت جانے نہ پاتا۔
”کیا ہو رہا ہے؟“ میں نے کہا اور خالی قبر میں دیکھا۔

میں بھی میری تھی۔ ”اس میں تو کوئی نہیں۔“
”وہ میں کھول گیا۔“ اس نے کہا اور اپنے پیچھے دیکھا۔
مجھے شک ہوا کہ وہ شرارت نہ کر رہا ہو اور مجھے اس وقت تک یہاں نہ لے آیا ہو جس کی کمرسکا ہوں اور وہاں وہ ہنسنا، دوا بڑک جائے گا۔
”اگر وہاں دو جو بیوقوف کا بچہ ہے۔“ وہ میری کہا کیے بغیر دوسری طرف بڑھا۔

میں اس کے پیچھے گیا۔ یہ واقعی تازہ گندمی ہو گیا تھا جس کے کناروں پر مٹی کے میوے تھے۔ مٹی کا معلوم دیکھنا پورا اس قبیلہ کا اشتہار تھا کہ وہ تھا اور مٹی اور شہا پڑنے سے تھی۔

یہ قاتلانہ انداز میں مسکرایا۔ ”یہ دیکھو، یہاں لپٹا ہوا ہے۔“
میں نے بے نیازی سے دیکھا مگر قبر میں وہاں سیدھا لپٹا ہوا تھا۔ ابھی وہ کھل پہلے میں نے اسے اپنے گھر تک زور سے سلامت دیکھا تھا۔ میں نے اسے آواز دی۔
”راہان!“
اس کے سارے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔

یہ معاملہ اب ایک نئے دائرہ میں پہنچا۔
جواہری تھی تھوڑی سی اگلی بار پہنچے۔

میں اس طرح درختوں کی اوت میں آگے بڑھ رہا تھا کہ وہاں سے کسی کی نظر بھی پر نہیں پڑ سکتی تھی۔
جس راستے سے رمضان کا ہر بچہ نہیں گزرا سکتا تھا۔
اب وہ میرے سامنے تھا۔ خود میں بے پروا کر کے اسی راستے سے آیا تھا۔ میں ایک درخت پر چڑھ گیا اور اس کی شاخوں میں چھپ کر یاد کرنے لگا کہ خواب میں میری عمر قاری کیسے ہوئی تھی۔
”راہان! پیٹے رمضان نے مجھے ساری بات بتائی تھی کہ وہاں میری عمر وہی اور وہی عمر ہی تھی۔ وہ کسی اور کی عمر ہی تھی۔ وہ بالکل اچھا۔ وہی کوہانی سامنے میں کافی وقت کا تھا۔ شاید آدھے گھنٹے سے بھی زیادہ۔ میں نے غزنی دیکھی۔ خواب اگرچہ تو بچوں کو آسان پاتا ہے۔

میں بیٹھا، ہوا اور کمر کی بوتلیوں کو آگے بڑھا دیکھا رہا۔ وقت بڑھتا ہی رہتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک گھنٹہ گزرا۔ پھر دو گھنٹے بیت گئے۔ خواب کا جھمکے سامنے نہیں آیا۔ رمضان کا ہر بچہ ایک اکھ انعام کے لالچ میں چلے گا۔ کوئی اس سے کہہ نہیں سکتا۔ اب مجھے اپنی حرکت پر غور آنے لگی تھی۔ میں خوش فہم سے بھاگتا تھا۔ اسی سے طرف کی طرف جڑت سے بھاگتا تھا۔ میں نے انعام کے اختیار میں ہے؟ وہ مجھے اتفاق تھا۔ عام سا اتفاق کہ رمضان کے کمرے کا منظر وہی تھا۔ کوئی اس کے لیے کھانا کھا رہا تھا۔ برتن تو سب تھوڑے ہی ہوتے تھے۔ لکڑی کی پلینٹ۔
پتھر، لکڑی، مٹی کا وسیلہ ہوا۔... شاید وہ گھر میں ہوگا۔
وہ مجھے جس وقت سے اترا اور اٹھ سکتا تھا۔
رمضان کے گھر گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن وہ اندر نہیں تھا۔ اس کی چار پائی خانی تھی۔ ان بڑوں کے سوا جو فرش پر رہتے ہوئے تھے کمرے میں کچھ بھی نہیں تھا۔ رمضان نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ اب شام ہو رہی تھی۔ کھیتوں سے سردی عورتیں محروم رہتے تھے۔ کھیتیں بھینوں کو چھوڑنے والے جانوروں کو ہانک کے دالیں لڑتے تھے۔ میں نے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں کے اس سے رمضان کے بارے میں پوچھا۔ اس نے مجھے اوپر سے پہنچا دیکھا۔ ”وہ نہیں تھا۔“
”وہ تو ماسوں بھائیوں، ماسوں شایہ جیسے کیا تھا اور واپس آ گیا ہے۔“ بڑھاپا ابھی اندر ہی ہے۔ تم کہوں گے تو وہ رہے؟“
”مجھے رمضان سے ملنا تھا۔“ میں نے کہا۔
وہ جواب دے بغیر مجھے گھورتا چلا گیا۔ عجیب، ہوش آؤں تھا۔ شاید وہ بھی مجھے ایسا ہی سمجھ رہا ہوگا۔ میں لاپرواہی سے

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

جاسوسی ڈائجسٹ 1964ء - نومبر 2014ء

”نہیں، ٹھیک ہے۔ ویسے بھی میں اس پرانے ترک کو بدلنے کے لیے خود کو سامنے کر چکا تھا۔ وہ کھنسل کاٹھ کھا لائی تھا۔“ ٹانگیں نے جواب دیا۔
 جیک یہ سن کر مسکرا دیا۔ اس نے اپنی ٹیس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بڑس کارڈ نکالا اور ٹانگیں کی جانب بڑھا دیا۔

”استعمال شدہ کارڈز کی خرید و فروخت میرا کاروبار ہے۔ میں ایک محو و استہلال شدہ کارڈ کے لیے تمہاری خاطر ایک مہرہ سودا کرنے کے لیے تیار ہوں، مانگیں۔“

”کیا تم نے ان کو رسوا کر دیا؟“
 ”نہیں، لکھتی نہیں۔ تم کتنی رقم خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟ تم پر ہاتھ پائی تھا اور اسے کتنے بیوقوف جیکب نے پوچھا۔
 ”گیت آؤت!“

”کیا؟“
 ”تم نے سنا نہیں آگیاں نے کیا گیت آؤت۔“ ٹانگیں نے اپنی ٹرسٹ کے اندر سے ایک ہتھول نکالی لیا۔ ”ابھی اور سی دھت۔“
 ”تم یہ کیوں کر رہے ہو؟“

”اس لیے کہ مجھے تمہارا یہ طور طریقہ پسند نہیں آیا۔ جیکب۔“
 ”کیا؟ میں تو تمہاری مدد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔“
 ”کاش، تم نے میری مدد کر دی، کارڈ کارٹھر۔ اب نیچے اتر جاؤ۔“

اب معاملہ جیکب کی سمجھ میں آ گیا تھا۔
 ”وہ شخص جس نے تمہارا ترک چوری کیا ہے وہ تمہارا عیاں تھا۔ ایسا ہی ہے یا؟“
 ”یہ اچھا ہے، جیکب کہ تم نے خود گج اندازہ لگالیا۔ تم ایک اساترٹ نہیں ہو یا تمہیں لگا۔ اب سے باج سینڈ بھرت مرنے والے ہو۔“

جیکب نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ ”اوکے۔ اوکے۔“ اس نے دوا اندہ کھولا اور تھپتھپنے لگا۔
 ”رک جاؤ۔“ ٹانگیں نے کہا۔ جیکب اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔

”مجھے سائزنگ کی آواز ہی سنائی دے رہی تھی۔ کیا تم نے پولیس کو فون کیا تھا؟“ ٹانگیں نے پوچھا۔
 ”ہاں نہیں سمجھا کہ شاید وہ شخص نہیں فون کر سنے گا اور وہ کتا ہے جس میں نے ٹانگے دن دن پر فون کر دی۔“
 ”واپس اندر آ جاؤ۔“

”واقعی؟“

”میں نے کہا تھا کہ ابھی اندر آ جاؤ۔“

ٹانگیں نے اپنی جانب کارڈ واپس کھولا اور کارڈ پر نیچے اتر گیا۔ سائزنگ کی بڑبڑاتی ہوئی آواز میں اس کے منہ سے آ رہی تھیں۔

”روانہ ہو جاؤ اور جتنی تیز رفتاری سے تمہیں ہو سکتی ہے کرنا۔“ ٹانگیں نے کہا۔ جیکب نے فوراً دوا اندہ کھولا۔
 ”میں پڑو۔“ ٹانگیں نے ہتھول تانے ہوئے کہا۔
 ”یائیں گولیوں پر سامنا کرنا شروع کروں۔ کو۔“

جیکب نے فوراً اپنی ٹانگیں کا انجین اساترٹ کیا اور نہایت تیزی سے وہاں سے ہڑاں ہو گیا۔
 ”ٹانگیں قریبی جھانچوں کے پیچھے چھپ گیا۔ اپنی ہاتھ میں دو پولیس کارڈ تیز رفتاری سے اس کے سامنے سے گزر گئیں پھر وہ جھانچوں کے پیچھے سے نکل کر مڑ کر اپنے گھر کی طرف دوڑ پائی پولیس کارڈوں کو دیکھتا۔ ان کارڈوں کی ٹانگیں کی ہتھول دوشن آتی تھیں ہرے ہوتے بالآخر غائب ہو گئیں۔

”ٹانگیں کس کے؟“ ٹانگیں نے سوچا۔
 ”اس نے اپنی اسٹیل فون نکالا اور نمبر لگاتے ہوئے پوچھا۔
 ”اسے داپس آ جاؤ اور مجھے بھی لے لو۔۔۔ ایا اس نے پولیس کو فون کر دیا تھا۔ بات نہیں میں نہیں، میں لیکن میں گولی اور سارے لوگ کو بتاؤں کہ میں میں زیادہ وقت نہیں کے گا۔
 میں اب تم جلدی سے واپس آ جاؤ۔ اس سے قبل کہ پولیس واپس واپس آ جائے۔“

جیکب کی ٹانگے دن دن کال کے جواب میں صرف ایک پولیس پٹرول کار ہی گزرتی تھی۔ ٹانگیں نے ان کا کہہ کر گولی کارڈ کی پولیس آئی ٹانگیں یہ ٹانگیں کا خیال تھا۔ ایک تیسری کارڈ بھی ان کے پیچھے آ رہی تھی۔ اس پولیس پٹرول کار کا ڈرائیور اگلی دو کارڈوں تک پیچھے کے لیے اس سوگ پر ایک سو گئیں سکی فی گھنٹہ کی رفتار سے ڈرائیور کو راکھو دے تو سائزنگ ہمارا ہمارا وہی اس کی لائسنس لیس کر رہی تھیں۔
 ٹانگیں بدستور سوگ کے درمیان کھڑا تھا اور اس کی فکری طاقت مت میں تھی جب وہ تیسری برق رفتار پولیس کار اس کے تین سر پہنچ گئی۔

اس سے قبل کہ وہ سوگ کے درمیان سے بہت کر گھر کر اس تیز رفتار پولیس کار کی آواز میں آئے سے بھانے کے لیے کوئی تدبیر کرتا اسے بہت دیر ہو چکی تھی۔
 اور۔۔۔

اور علی اپنے آفس میں آ کر جکا جکا سا گرمی پر بیٹھ گیا۔ آج کی اس کی طبیعت خراب تھی۔ ٹرانس کی وجہ سے اس کے سر میں باگ اور دھڑکا تھا۔ ٹرانس سے اس کی پانی پانی تھی۔ بخار اور ایک سو دو ڈگری تھی اور تھرا سے جڑ سے اندر میں کھلا۔

گرجش ایام

گرجش ایام

سینئر سٹارڈ

جھوٹ شرمناک اور قابل نفرت ہوتا ہے۔۔۔ جبکہ سچ حقائق آسمان کی طرح چوڑا ہے۔۔۔ جھوٹ بڑا دل ٹی غلامت اور سچ جرأت و ہمت کی۔۔۔ وہ صوبہ سمجھ واسطے پر کامزن تھا۔۔۔ اچانک ہی مولت ٹی چٹا و چونڈ نہ اس ٹی آنکھیں۔۔۔ دھندلا دیں۔۔۔ اور پھر وہ ان دھندلکوں میں ڈوبتا ہی چلا گیا۔۔۔



یہ تیرن نہیں اُسنے کر دے کے اناؤس کو پار منشتہ
کنا غلطی ہے۔ میں نے تو دیکھے الحمر پیک برنیل کیس میں دیکھ

شاہی کونہ چاہتا تھا۔

نہ 23 فروری ہے، آپ کو اسکی تاریخ کو یہ علم مل جائے۔
نہ یہ شخص بیگم ہادیہ بنت ہند ہے کہ۔"

ہم کو ملے ہوئے ہیں۔

کھود شایاں

کا خدات حاصل کرنے کے بعد نوکل ماؤنٹ سے نادر
فی کا مطلب یہی کہ کچھ دے دیا۔

تمام سہا ملے ہونے کے بعد اس نے لیاہٹ سے
کہا۔ "میں کبھی تک گھر نانی کر پاؤں گا۔ دراصل میرے
پاس اور کوئی جگہ دے کر نہیں ہے اب جو گھر میں ملتا ہے
اس کو قبضہ ملے گا۔ یہی ہے توکل۔" "ہاں، بات سن کر
نوکل ماؤنٹ خوش ہوئی۔

"لڑت لڑت۔ ہمارا سہارا تو حق کو ختم ہوتا ہے۔
میں بھی اس دوران میں اپنے تنگے کے ایک سے بات کر کے
اس سے اپنا دیا ہوا ایلاہ دھنسی اور دھنسی باغی گاہ۔ کراہے جو تارخ
تک ج رہا ہوگا اس سے ملے گی وہ مجھے بھگت خالی کرنے کے لیے
نہیں کہہ سکتا۔"

"میں اس تھان پر آپ کا شکر گزار ہوں۔" اسی نے
معاذ کر کے دے دیا۔

وہ دن میں دھنسی کالے کی ادا مل گئی اور پھر در
ملی دھنسی اس سے سہارا مان تنگے میں آ گیا۔ قرا کر ادا
سکے ہوتا ہے اسے انداز تھا۔

اب وہ دھنسی کا قہار تنگے کے مالک یا فریج ہارت
والے کو دھنسی یاد دہانے یا ان دھنسیوں میں سے کوئی اور نہ
آئے۔

☆ ☆ ☆

ابھی تو دھنسیوں کی فیر مہرلی رفتار کے ساتھ چپک
لے کر چپک چپک نیکر نے دھنسی کا کرڈ کا چپک لے کر اسے
اوپر سے نیچے دیکھا۔

"میرا نہیں ہے۔ یہ کسی اور کا چپک ہے جو میرے
ماتم لٹو ہوا ہے۔" دھنسی نے سر مت سے نوکل غنڈ کی۔
حالا کہ نیکر نے مانچ چھا تھا کہ یہ اس کے اتار کا ہر تھا۔
خود خرم ہنسوں کہ تو آؤی بلا دھنسی دھنسی پیش کرنے لگا
ہے۔

"رہم بڑی ہے۔" دھنسی نے آئے کی۔ اس رتھ کے
لے آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔" نیکر نے جب سے لے کر
جواب دیا۔

"خیر کتا۔۔۔" دھنسی نے بے باقی کے ساتھ
پڑھا۔

جواب میں نیکر نے مہرلی نوکل اور دھنسی کے اور سے
نیکر بتایا۔ "میں یوں نہیں کہہ چکا کہ چپک میں آپ کے بچلے
چپک کے ساتھ ملے گا۔ یہی ہے توکل۔" دھنسی نے کہا۔

"ایک کرڈش کرنا چاہتا تھا۔"

جاسوسی ذائقہ 2014 - نومبر 2014

نیکر نے کا خدات بنانے میں بہت وقت لگے گا۔
نیکر میں کا خدات کے بعد کیسے جا کر آخر یہ سکا
ہوں۔" دھنسی پریشان دکھائی دینے لگا۔

"نیکر میں نے کا خدات بنائے تو آپ کو دھنسی کا
بہاؤت کے سامنے انگریز ہست ہو کر گھر میں کھینچ
تے ہیں۔"

"اسی بڑی رقم پیش نہیں مل سکتی۔ مٹی چپک میں میرا
بہاؤت ہے۔ میں دھنسی کا چپک آپ کو دے سکتا ہوں۔"

اس کے بعد دھنسی بہت چاہا کہ کسی طرح نوکل
ماؤنٹ کو دھنسی سے ملے کہ وہ بڑی خوش ہوئی۔ بات بات
میں دھنسی کرتا رہا۔

☆ ☆ ☆

آج پہلا دن تھا۔ دھنسی نے بہت نہیں پڑی۔
اس کی سب سے بڑی جیت یہ تھی کہ نیکر کا سرکاری گھر
دھنسی۔ خیم سرکاری اور جڑے اس سے بندھے۔ دھنسی
پہلے سے میرا دھنسی اور دھنسی کا خیم رکھنے والوں نے کاروبار
دھنسی کرنا تھا۔

ان چاروں میں دھنسی نے سب سے پہلے فریج کو
نور دے لگا۔ نیکر پر اپنا ہوا جی فریج اور الیکٹرانک کا
دھنسی نے فریج کو دھنسی کرنے پر بھی نیکر یا تنگے لاکھ
دھنسی نے فریج میں اس نے رات کی دھنسی میں اٹھایا تھا۔
دھنسی نے اسے اٹھایا۔ دھنسی کوئی نوکل نے لیتا تھا۔ علاقہ ہی ایلا
نیکر کی کوئی کی خیم دھنسی تھی۔ ان مالکان دھنسیوں میں
دھنسی دھنسی دھنسی بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے
نیکر میں دھنسی دھنسی ایک دھنسی کو دھنسی لیتے ہیں اور
نیکر۔

☆ ☆ ☆

ملائے کی کچھ اسٹینٹ ایکسیاں مل کر کاروبار جاری
ہے۔ دھنسی نے ان ایکسیاں کے بہت سے چکر لگا کر دھنسی
نے اپنے مطلب کا کچھ نہیں دھنسی دھنسی۔

یہ برکت اللہ تھا۔ اس نے دھنسی کا خدات بنانے کے
نیکر بڑا لے اور اسی "نیکر میں بھڑکتے ہیں دھنسی
نیکر کا ایک دھنسی دھنسی تھا۔ نوکل دھنسی فریج دھنسی

نیکر دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
چو دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نیکر دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نیکر دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نوکل پر مضام کے بند باندھے اور دھنسی کا خدات گازی نوکل
آفس کی چٹو، دھنسی اس کے سامنے ملے۔

نوکل دھنسی امریکی ریاست اور نیکر کا رہنے والا تھا۔
دھنسی مستقل طور پر دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نیکر دھنسی کے ہمارا دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
ہو چکا تھا۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے اس نے
پاکستان منتقل کیا۔

وہ گزشت پندرہ روز سے دھنسی کے سہول لین 8 میں
نور کے تنگے کے دھنسی طرف دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نیکر دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
میں دھنسی کی اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ دھنسی دھنسی دھنسی
چاہت کی بنا پر دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی
نور دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی دھنسی

جاسوسی ذائقہ 2014 - نومبر 2014

2014 - 2015

حَامِي سِي دَانْجِيَت - ١٩٩٧

2014 نويسر

جاموسی ڈالجمیت

مکد شریام

"ہاں، ہاں۔ میں نے کہا تھا کہ کبھی کو الازم پائے ہوں گے۔ بس میں پاکستانی روپے کے کرنسی رہا ہوں۔" ہار نے کہا اور بغیر جواب سے فون کھڑا کیا۔

وہ نہایت جلدت میں تھا۔ اس نے کارڈ بھی دیکھا۔

11:40۔ تیز تیز قدموں سے چیک کی طرف بڑھنے لگا۔ دھڑکنے والے ساتھ چیک میں قدم رکھا اور پھر استقبالیہ کاؤنٹر کے پاس ٹھہرے مگر جیب سے چیک نکال لی۔

اس نے تین کروڑ تین لاکھ روپے کا چیک نکھا اور ٹیبلر کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔

ٹھہرے کمرے سے باہر فون بھی کر سکتا تھا۔ رسک سی رنک تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر روپیش دینے سے منع کرے گا بھی تو صرف ایک کروڑ روپے روک سکے گا۔ باقی رقم کا تو اسے طے نہیں ہے۔

ٹیبلر کے روپے میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس سے کسی "میلی فون" کا انعام ہوتا، تاہم اس نے جملہ امت ایئر حیرانی سے معاملے کے لیے بڑھا دیا۔

"میلی؟" اس نے اٹھائی کے تختے نبھاتے ہوئے ہار سے سوال کیا۔

"کیش لینے آیا تھا۔ ذرا ہندی کیجیے۔ میرے فرم کے مالک کا کیش ہے اور وہ ملک سے باہر جا رہا ہے۔"

"لیکن آج کیسے دے دوں کیش۔ آپ نے تو پریس کر دیا۔ آپ سے کہا تھا کہ فرسٹ مارچ تک اراٹنگی ہوگی۔"

"ہاں، تو آج فرسٹ مارچ ہی ہے۔ کل اٹھائیس فروری تھی۔" اس نے تھوڑے سے حیران ہو کر کہا۔

"بے شک، کل اٹھائیس فروری تھی لیکن آج کچھ نہیں، 29 فروری ہے۔"

"آئی... 29 فروری؟"

"آپ کو یاد نہیں؟ یہ لیپ سال ہے۔"

ٹیبلر نے کہا اور دوبارہ اندراجات میں مہینک ہو گیا۔ پوچھیں گی سوچا کہ اگر شور سناؤں کس قریب سی سالگی دے رہا تھا۔ اس کا تیسویں سالگی مطلب تھا کہ ٹیبلر نے اس کے کیش نکالنے کا خیال کر کے چیک ہی کارڈ کیا ہے۔

کاش اسے یاد ہوتا کہ لیپ کے سال میں فروری 29 اپریل کا ہوتا ہے۔... جیسی ہونے والا تھا وہ اس کے حق میں بہت برا ہوئے والا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔


جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

جس نے ایک لکھ لکھ کر دیا تھا۔

عَمْرٍو

THE UNIVERSITY OF CHICAGO

کے ذریعے جنگلی حیات ہو گئے تاکہ ان لوگوں کا سواغ کا
میس جو کہ جس کی کانا میں کام کرنے والے مزدوروں کو



”وہاں ایک دلیہ سے پاؤں سے جس میں نیند کے لیے مسافر لایا گیا تھا کی جانی تھا۔ کچھ بائیں بازو کے لوگ گزشتہ دو سال سے وہاں کام کرنے والے کارکنوں کو منظم کر رہے ہیں۔ انہوں نے دلیہ اور گزرگاہی ایک ڈیم ہاؤس میں انوائسٹیکٹو بنائی ہے جو صرف کسے کی مدد تک انوائسٹیکٹو ہے اور اصل ہے چند برہمنوں اور کام چوروں کا گروہ ہے جو مزدوروں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ انہوں نے دلیہ پاؤں کے الگ ڈیپارٹمنٹ کے کارکنوں سے اوقات کار میں بھی اور انہوں میں اسٹاف کا مقابلہ کیا ہے۔ اپنے مطالبات منوانے کے لیے وہ آئے دلیہ دلیہ دلیہ کے ساتھ بند کرتے رہے ہیں۔ جب مارکس نے جی کی توجہ دلیہ پر پڑے گئے خاتون کارکن کے پاس ایسے کی مزدور ہیں جو نیشنل کے خلاف ہیں اور کام پر نہیں آتے



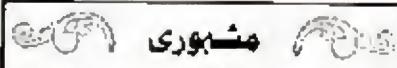
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

جاسوسی ذالاحت - ۱۵۹

— شماره ۲۰۱۴

021-32 85086 042-36757080 022-2780128
021-32 85086 042-36757080 042-37226879

ان کے لئے جو کچھ کہنا ہے۔



مالم حکرات میں کچ صاحب نے وصیت لکھوائی۔
"جس لائونگ نے بھی میری 20 سال سے زیادہ خدمت کی
ہے۔ اسے میرے قریبی سے 50 ہزار روپے دیا
جاتے۔"

"لیکن چاہ 20 سال آپ کو بڑا کس کرتے
تھیں ہوئے۔" اکیل نے جواب دیا۔
"مجھے غم ہے لیکن مجھے مرنے کی تو ہوجائے گی۔" علی نے
حرفے کرتے کہا۔

محمد طاہر جلیو بھٹیاں

کوئی اور نہیں تھا۔ میں نے کمرے کا بغور جائزہ لیا اور جب
مجھے ہمیشہ کی ہولناکیوں کا ذکر ہوا تو میں نے کہا۔
"میں جیسے دایمہ رہا اٹھو لے جا رہا ہوں۔"
"تم ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ مجھے چھائی دے دیں
گے۔"

"جس میں بات میرے ساتھیوں کو نقل کرنے سے
پہلے سوچنا چاہیے گی۔"
"جس میں ایسا کوئی اختیار نہیں۔"

میں نے اپنی جیکٹ کھولی اور اسے سینے پر لگا ہوا
راٹھو کے پٹنی شرف کا بیج دکھایا۔
"اوو خدا! وہ بلیا جاتے ہوئے بولا۔" اب تو میں
جھپٹا ماراؤں گا۔"

اسٹیشن تک پہنچے دیکھتے ہو کسی حد تک ٹھیک ہو چکا
تھا۔ میں نے اسے زمین میں سوار کر دیا اور اس کے ایک
ہاتھ کی پھکڑی کے دوسرے سرے کو برآمدگی کی سلاخ سے
باندھتے ہوئے کہا کہ یہ سڑ بہت مختصر ہے اور اسے برآمدگی
لینے یا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس نے جواب
میں ایک قہقہہ کی گھنٹی کی گھنٹی جیسے ٹھیک ٹھیک ہونے لگی تو اس نے
کافی دیر بعد اپنی زبان کھولی اور بولا۔ "تم جانتے ہو کہ یہ
فرین کار راٹھو کے ریل پارک میں بنی ہے اور میں جن لوگوں
کی گماندہی کر رہا ہوں ان میں سے ایک ہے کہ انہیں کیا معاوضہ
دیا جائے۔"

"جیسا سببیت فی کھانا اگر وہ بہت زیادہ خوش قسمت
ہو۔"

معلوم ہونا چاہیے کہ ہر انسان اپنی زندگی میں بے کام کرتی ہے
اور جس کے لائونگ ہو۔ اس لیے میں میرا حکم مانتا ہوں کہ ان
توڑ کو دیا جائے کہ لائونگ۔"
"جیک ہے، تم ضروری کاغذات اور شناختی
پرواز۔ میں کل ہی روانہ ہو جاؤں گا۔"

دوسرے دن شام کے وقت میں مارکوس کے بتائے
پہنچے پر پہنچ گیا۔ وہ ہوٹل اسٹیشن سے دس بلاک کے
نہیں پر تھا۔ مارکوس کی وی ہوئی اطلاعات درست تھیں۔ وہ
روڈ پر جی کو کورن اور نوٹس چڑھتے ہوئے ایک کمرے کے
سے کمرے میں گھوم رہے تھے۔ میں خود اس کو توڑنے سے
پر تھیں لیکن کو کورن کو کمرے میں دیکھا تھا۔ اس لیے مارکوس
نے۔ میں نے اسے اختیار میں شائع ہونے والی تصویر کاٹ کر
نہیں حوالے کر دی تھی۔ یہ زیادہ واضح تو نہیں تھی لیکن اس
نے۔ اور لیے کم از کم میں کو کورن کی شناخت کر سکتا تھا۔

میں ان کے کمرے کے دروازے کے باہر کی منت
تھیں کہ کمرے کے کھڑا ہال میں کوئی آواز سننے میں نہیں آتی۔
کو کورن بہت زیادہ نہیں ہوئی تھی لیکن کھانا کھانے والے دونوں
بڑے ہی سوکھے تھے۔ میں نے دروازے پر دو مرتبہ دستک
دینے والی دو ٹوٹی ہوئی گھنٹیاں بجنے کے بعد کسی نے
کہا۔ "کو کورن ہے۔"

"استقبال ہے؟" میں نے جواب دیا۔
"میں کو کورن کا ٹیبلٹ کر رہا ہوں۔"
دروازہ کھولا اور ایک شخص پتھر چھائی ہوئی
آنکھوں سے باہر کا جانب دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں ہی
تو رہا ہوں۔"

میں نے اس کے گریبان پر ہاتھ ڈالا اور ایک جگہ
تے اسے باہر کھینچ لیا پھر میں نے تھوڑی سی اپنا ہاتھ لگا کر
اس کے زخموں کی دیکھ کر ہنسنے لگا۔ "توڑ کی کیا
ہو۔"

"وہ آج صبح چلا گیا۔" کو کورن حکیایت ہوئے
۔۔۔۔۔
"بہتر ہوگا کہ مجھ سے جھوٹ نہ بنو۔" میں نے
یہ انور کی ہل کا دباؤ بڑھا دیا۔
"میں نے کہا تھا کہ آج چلا جائے۔"
میں نے اسے زمین سے کھینچا اور اسے ہاتھ لگا کر اس کے
سے مل کر اس پر گر دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ شور مچا کر تھیں
نے عقب سے اس کے ہاتھوں میں پھنسی ڈال دی اور
اسے پتھروں کی چوٹی سے پھینک کر کمرے میں دھکیل دیا۔ وہاں

مارکوس باہر پڑی کچ پر میرا انتظار کر رہا تھا۔ دو بجے دیکھتے ہی
اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے دفتر کا جاکھٹا توڑ دیا
میرے پیچھے پیچھے اندر آ گیا اور کمرے پر گرتے ہوئے بولا۔
"تمہارے لیے ایک کام ہے۔"
"میں جس کو کمرے کا کام لیتا ہوں۔"

"یہ ابھی بات ہے۔ میں پہلے ہی اس سے بات
کر چکا ہوں۔ میں باؤ کو کورن اور نوٹس کی جگہ سے
بارے میں ایک اطلاع ملی ہے کہ وہ لوگ سکھائی گئے ہیں
ہوں میں پیچھے ہوئے ہیں۔ میں نے ہول کا پتلا اور کورن کی
معلوم کر لیا ہے۔"
"میں نہیں کہیں گے، معلوم ہوا۔"

"ایک بہت ہی سبب دے رہے ہیں۔"
"پھر تو ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے
کسی ایک کی وی بانی ہے۔"
"میں، میں چاہتا ہوں کہ تم یہ کام کرو۔"

"کیونکر؟"
"کیونکہ تم اس معاملے میں شامل ہو۔ تمہارا ایک
ساحمی ان کے ہاتھوں میں مارا گیا ہے۔"
"وہاں سے آتے ہوئے میں نے ایک فروغ میں
اپنی جان سے بچا ہوا ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان بھروسہ
ہاتھ لائے کے لیے وہاں کے لوگ بکھر چکے ہیں۔"
"کو کورن چاہتا ہے کہ اس کام کے لیے تمہارا ہاتھ
جائے۔"

"کہا اس نے وہ جہاں کہہ دے گی کہ وہ مجھے ہی کو کورن
ہے؟"
"نہیں لیکن اس نے صاف صاف کہا کہ کو کورن کو
بھیج۔ اس نے یہ بات زور دے کر کہی۔"

"کو کورن چاہے ہو کہ میں زمین کے ذریعے وہاں
جاؤں تمہارے مطلوبہ لوگوں کو پکڑ دوں اور انہیں جیل
آؤں اس کے لیے کسی کاغذ کی ضرورت نہیں جبکہ بھروسہ کی
توڑ کے لیے۔ ایک ضروری کارروائی ہوتی ہے۔"
"میں نہیں سمجھتا ہوں۔ اوہ! توڑ کی اس کی وضاحت
ہے اور ان کی باتوں نے چالیس سال پہلے وہاں اس تنظیم کی
بنیاد رکھی تھی۔ اس لیے وہاں کی پولیس ان مجرموں کو پکڑنے
توڑ میں دیکھتا نہیں کہ اس کی۔"

"تم چاہتے ہو کہ میں انہیں ان لوگوں کی؟"
"میں چاہتا ہوں کہ تم انہیں یہاں داپس لے آؤ
تاکہ انہیں انصاف کے سبب سے کھڑا کیا جاسکے۔"

بتائے کہ جو ابھی مجھے بتایا ہے کہ کوئی بھی شخص معنی و دراز سے
کی گھرائی نہیں کر رہا تھا اور تم نے مائیکو کورن کو دفتر میں
جاتے پایا ہے؟ نہیں دیکھا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب وہاں سے پاس ہاتھ کرنے
کے لیے کچھ اور نہیں ہے۔" میں نے بے دردی سے کہا۔
اس نے میرے خیال سے اتفاق کیا اور اپنا بیٹ اٹھا
کو دفتر سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں کچھ دیر
تک اس سے ہونے والے گفتگو کے بارے میں سوچتا رہا پھر
میں بھی اپنا بیٹ اٹھا کر باہر آ گیا۔

مجھے کے ڈاکٹر کو مل میں فریج کا ٹھیک ہوا دے دفتر
سے آدھے منٹ لاک کے قافلے پر قہاج میں وہاں پہنچا تو وہ
ایک ٹرک کے باندھ پڑی باہر دھڑا تھا۔ جب وہ لاری ہوا تو
میں نے اپنا کارڈ اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے ان لوگوں کے بارے میں بات کرنا
چاہتا ہوں جنہیں کوئی جتنے کے بعد تمہارے ٹھیک میں لایا
گیا تھا۔"

"میرے دفتر میں آ جاؤ۔"
دفتر میں پہنچنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔ "میں ان
کے جسم سے نکلنے والی کوئیوں کے بارے میں جاننا چاہتا
ہوں۔"

"میں ایک ڈاکٹر ہوں سسر کرین اور مجھے کوئیوں کے
بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"
"یہ تو بتا سکتے ہو کہ وہ بڑی گولیاں جیسے یا پھر پی پی
نہرو، میں جیسے دکھاتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے

کری کھمراں اور عقب میں دیکھے گیٹ سے ایک بڑی گولیاں
کر مجھے پکڑاتے ہوئے بولا۔ "آخر بھروسوں کے خلاف
مقدمہ چلا جاتا ہے تو انہیں موت کے طور پر پیش کر سکتے
ہو۔"

میں نے اس کی ہاری بات سے بغیر ہول کا سانس
شروع کر دیا۔ اس میں سات کوئیوں کے غریبی تھے اور میں
چاہتا تھا کہ انہیں لگا سکتا تھا کہ یہ معذور تھیں آٹھ اور معذور
چاہا جائے کہ وہ انہوں سے چلائے گئے تھے۔

"یہ پھر وہ کچھ معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔
"میں نے کچھ نہیں دیکھا کہ اس کا معائنہ کیا تھا۔ صرف اس جگہ
کے معاذہ جہاں لائیں پڑی ہوئی تھیں کسی جگہ خون کا ایک
قطرہ نظر نہیں آیا۔" انہوں نے تھپی دروازہ کھولا اور تیزی
سے باہر نکل گئے۔

جب میں ہورن انجینی کے دفتر واپس پہنچا تو اسے

ہوں اور انہیں مسلسل کام ملتا رہے تو وہ سال میں بالکل ایک ہزار ڈالر ہی کمایا کریں گے بلکہ اس کی حکومت کا کہنا ہے کہ چار افراد کے خاندان کے لیے کم از کم بائیس سو ڈالر درکار ہیں۔ اس لیے وہ ملی یاد کے حوالہ دہی منسوب معاوضے کے تحت داویں۔ یہ دہی یا معاوضہ کی صورت میں بھی انہیں کچھ نہیں ملتا اور دہی بڑے مبالغہ میں انہیں کوئی پیشکش ملتی ہے۔

”آئی پر ایک مشکل زندگی ہے لیکن تم اپنی باتوں سے مجھے مت پریشان کر سکتے۔ میں یہ سب کچھ یاد میں رکھتا ہوں۔“

”میں بھی نہیں کیا دیتی ہے؟ اب اس سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہارا معاوضہ چنانچہ سب سے کم ہے۔ یہ نہیں زیادہ ہوگا۔ میرا اندازہ ہے کہ سال میں پانچ چھ ہزار ڈالر ضرور کمالیتے ہو گے اور یہ ان مزدوروں کی آمدنی سے کچھ زیادہ ہے جو صرف اپنے خوراکوں کے لیے وہ دولت کی بدولت پانچ لگتا۔“

”مگر تو انہیں ہسپتال پر جانے کے بجائے کام کرنا چاہیے۔“ میں نے بھلائے ہوئے کہا۔

”یہ سب بہتر معاوضوں کے لیے کر رہے ہیں۔ ایک آدمی کو کوئی طاقت نہیں ہوتی بلکہ اگر چاہا پائی تو کبھی احتجاج کرتی تو انہیں نوکری سے نکال کر دوسرے لوگ بھرتی کر لیے جاتے ہیں۔ لیکن جب تمام ملازمین ہسپتال پر بیٹھ جائیں اور شکاری تہی کام بند ہو جائے تو مارکوس کے پاس بات چیت کے سوا کوئی راستہ نہ ہوگا اور وہ اس پر آمادہ ہو جاتا ہے تو بہت بڑے نقصان سے بچ سکتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ ہسپتال ختم کر دے۔ اس کے لیے تم مجھے نوکروں کی تعداد ملاحظہ کرے۔“

”تم اس بار سے نہیں کیا جانتے ہو؟“ مجھے معلوم ہے کہ ہسپتال شروع ہونے کے بعد اس کی فیکٹری کی پیداوار میں ستری میں مدد کی واضح ہو گئی ہے۔ جہاں اس نے نہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بچہ جن کے دفتر بھیجے گا کہ اس کا خیال تھا کہ لینڈروں پر جاکر ہسپتال ختم کر دانی جاسکتی ہے۔ بتاؤ کیا میں نالہ کر رہا ہوں؟“

میں خاموش رہا تو وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ”جب تمہارے آدمی دفتر میں داخل ہوئے تو میں اور نوکریں دیاں نہیں تھے۔ ہم دونوں پہلے ہی وہاں سے نکلی گئے تھے۔“

”کیوں؟“

”کیونکہ کسی نے ہندو مت پر اپنے قون کنڈے جہاد سے پہلے کی اطلاع دے دی تھی لہذا ہم نہیں اور اس سے بے گھر کر آ رہے ہیں۔ ہمارے قاتل کے ایک مکان میں مجھے گئے اور جب کوئیاں بیٹے اور دھواؤں کی آواز سنیں تو ہم نے گھر سے نکلتے ہوئے اس کے سر آگے کا ہڈا ہم پر پڑا۔“

”میں اس کہانی پر کچھ نہیں کرتوں؟“

”تم پر پڑے اس نئی قون کال کے بارے میں افسوس کر سکتے ہو۔“

انہی دنوں ہم رات کو بیٹے اور میں کو کون کنڈے کو سیدھا ملنا گیا۔ میں نے مارکوس کو اپنی آمد کے بارے میں پہلے ہی بتا کر ہم دسے دیا تھا وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر مارکوس کو دیکھ کر ہلکی سی حیرت میں ہونے لگا۔ وہ رات کو وہاں موجود تھا۔

”میں سب کو مارکوس کی منادات قس اور کراہی کر رہا تھا ہوں۔“ مارکوس نے کہا۔

”یہ نہیں تھا۔“ مارکوس نے کہا۔ ”میں اپنا دوسرا بچے کے پاس سے جو آگے نکلے سے پہلے یہاں نہیں آئے گا۔ لیکن مجھ پر چٹان جیسے کی ضرورت نہیں، ہم اس کا پورا خیال رکھیں گے۔“

”میں نے سے شریک کو کھڑا کر دیا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے شریک سے کو کون کنڈے کی نوکری میں رہنے کو کہا تو وہ ملاخوں کے چیمے سے چلتا ہوا ہے۔“

”یاد ہے میں نے کیا کیا تھا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے وہاں سے دو چہرے کے کھانے کے بعد میں شریک کو کھڑا کر دیا۔“

”کیا ہاں اس کا ایک جانب راہیں ہو جوتھ۔“ میں نے اس سے کو کون کنڈے کے بارے میں پوچھا تو وہ بولا۔ ”یہ سب خوراک سے ہے۔ ہم اسے باغیچوں میں خوراک دے رہے ہیں تاکہ بچے کے سامنے صحت مند حالت میں پیش نہ آئے۔“

”تمہارے پاس میرے ساتھی جو بڑی شہادت میں ہے۔ میں اسی لیے آیا ہوں کہ وہ وہاں انہیں کی ملکیت ہے۔“

”ایک منہ غصہ وہاں نے کرا دیا ہوں۔“

”دو گھر سے کے مجھے صدمہ تھا اور پندرہ نوکریں ہندو شہادت میں لے کر آئیں۔“ میں نے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ”میں تو بھول ہی گیا اس کے ساتھی فیس کے پاس بھی رہا اور تھا۔ مجھے اس کی بھی ضرورت

ہوتی۔“

اس نے کھانے کی بجائے کہا۔ ”پہلے ہی بول دیتے۔“

مجھے یاد رہا تھا۔ ”مگر وہ سکرانٹا اور اٹھارہ اور پندرہ گھر سے سامنے میز پر دھک دیا۔ میں نے اسے اٹھا کر سیدھا اس کے کیمبر میں پانچ خانے تھے۔ جس سے چار خانے گئے تھے۔ ایک خانہ پھر چلا ہوا تو اس کی کیمبر میں چار خانے جو کہ ایک خانہ کی بات تھی اور وہ بھی اٹھا رہے تھے۔ لیکن میں جبکہ جوتھ کو بھی اٹھا رہے تھے چار خانے کی چار کوئیاں تھیں۔ تو اس کی فیس نے مادائی طور پر میرے ساتھی پر گولی پڑی۔ میں اور اسے مار دیا۔“

اس سے زیادہ سوچنے کی مجھے جس وقت تھی۔ میں نے اسے بھاریا اٹھا لے اور وہی کا شریک اور کر کے باہر لے گیا۔

دوسری صبح اطلاع ملی کہ مارکوس کو کون کنڈے نے رات میں رات میں کی نوکری میں چھوڑا لے کر خود بھی کر لی۔ کوکوں کا ایک تھا کہ شریک نے اس کی کمر سے بیٹھ کر کھائی تھی۔ اس نے اس کا چھوڑا مارکوس کے ملاخوں میں ڈال دیا اور ہسپتال پر کھڑے ہوئے۔ اس نے وہ چھوڑا ایک میں ڈال لیا اور جب اس نے وہاں سے ہسپتال پر آواں کا کیمبر بند سے میں بھول کر وہاں سے بھاگ کر خود بھی کی گئی وہاں سے نہیں آئی۔ عام طور پر میں میں وہ لوگ خود بھی کرتے تھے۔ لیکن انہیں اپنے بچے کا جین لیں ہوئے۔ کو کون کنڈے کے ساتھ اپنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

”میں نے اس کے وہ ملاخ یاد آئے۔ جس میں نے فریج کے منہ پر دروازہ بند کر کے تھے۔“

”اگر انہوں نے مجھے بھل میں ڈال دیا تو میں اپنے کے اختتام تک زندہ نہیں رہوں گا۔ مارکوس مجھے غاسپی لے کر لی ہو چکی ہوگی۔“

”میں نے کہا کہ میں نہیں آیا کہ میرے لیے کون غاموش رہتا ہے۔ کو کون کنڈے کو اپنی کیا بات معلوم تھی جو وہاں چاہو رہا تھا۔ وہ بات اب ابھی معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔“

”میں نے کہا کہ میں نہیں آیا کہ میرے لیے کون غاموش رہتا ہے۔ کو کون کنڈے کو اپنی کیا بات معلوم تھی جو وہاں چاہو رہا تھا۔ وہ بات اب ابھی معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔“

معاوضہ

کو کون کنڈے کی موت سے میرے ذہن میں کئی شہادتیں گھومتی رہیں۔ میرا کام نہیں تھا کہ اس معاملے کی حقیقت تھیں۔ مجھے تو ہسپتال ختم کر دینے کے لیے بھیجنا پڑا۔ اس کے بعد میرا کام ختم ہو جاتا تھا۔ میں اور سب لوگ کئی قیام پر نکل جاتے اور شاید وہ بارہ بھی رات کو آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن ایک چیز مجھے شہادت سے بے چین کیے دے رہی تھی کہ کو کون کنڈے کی بے وقت موت سے انصاف کے قاتلے پورے نہیں ہوئے اور اس سے جتنی سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں بچ جانے کی کوشش کروں۔

نئی قون آ رہے تھے میری ملاقات میں بائیں ہونے کی لابی میں ہوئی۔ اس کا نام جوتھ تھا۔ وہ ایک خوش مزاج قدرے فربہ اور مبالغہ آمیز تھی اور میرے خیال میں اس کام کے لیے بالکل مناسب تھی کیونکہ میں نے کوئی ملاقات میں ہی اندازہ لگایا کہ اسے بولنے کا مرض تھا۔ میں نے اسے ان کی دھرت دی۔ پہلے تو وہ تھوڑا سا چپکائی لیکن جب میں نے آدھ کا مقصد بتا تو اس نے مجھے مطلوبہ معلومات فراہم کر دیں۔

اس سے رخصت ہو کر میں اس عذرت کی طرف آیا جہاں عدالت کا کمرہ تھا۔ میرا معاملہ میں چھ بیٹھ چکا تھا۔ وہاں میں۔ میں وہاں بیٹھ کر سب سے غور ہوئے کا انتظار کرتے رہا۔ آخر کار وہاں بیٹھ کر سب سے غور ہوئے کا انتظار کرتے رہا۔

”میں نے کہا کہ میں نہیں آیا کہ میرے لیے کون غاموش رہتا ہے۔ کو کون کنڈے کو اپنی کیا بات معلوم تھی جو وہاں چاہو رہا تھا۔ وہ بات اب ابھی معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔“

”میں نے کہا کہ میں نہیں آیا کہ میرے لیے کون غاموش رہتا ہے۔ کو کون کنڈے کو اپنی کیا بات معلوم تھی جو وہاں چاہو رہا تھا۔ وہ بات اب ابھی معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔“

”میں نے کہا کہ میں نہیں آیا کہ میرے لیے کون غاموش رہتا ہے۔ کو کون کنڈے کو اپنی کیا بات معلوم تھی جو وہاں چاہو رہا تھا۔ وہ بات اب ابھی معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔“

”میں نے کہا کہ میں نہیں آیا کہ میرے لیے کون غاموش رہتا ہے۔ کو کون کنڈے کو اپنی کیا بات معلوم تھی جو وہاں چاہو رہا تھا۔ وہ بات اب ابھی معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔“

میں نے پوچھتے ہوئے لکھ میں کہا۔

”میں اسے چھاننے کے لیے پوری کوشش کر رہا لیکن مجھے عدوؔ کے ہاتھ اس کا کوئی تجویز برآمد نہ ہوا۔ سرکٹ بج عام طور پر یونین کے لیڈروں کے لیے خرم گوشہ نہیں رہتے۔“

”اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟“ میں نے کہا۔
 ”تم ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟“
 وہ چلنے چلنے رکھ گیا اور ہلکا۔ ”یہ تم نے کیوں
 کہا؟“

”بقا پر جس کو کوہان کو بھانے کی بہت جلدی تھی۔
 یہاں تک کہ جب میں اسے دیکھ کر آیا تو تم فوراً ہی
 اس کی ضمانت کروانے کے لئے بیٹھ گئے۔ اس کے لئے
 نے یہ پکاٹ لیا کہ تمہارے دل میں اس کے لئے یہ کوشش
 ہے۔“

”میرزا خاں ہے تم لیک کبر ہو۔“ دوتا بیدی
رازا میں بولا۔

”اس میں تمہیں ایک دلچسپ بات بتاؤں۔“
 نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”دور ان سفر
 کی روٹوں نے مجھے بتایا کہ جب ہم نے حلقہ کیا تو د اور نور کا
 میں جو چیزیں تھیں۔“

”میں نے جنہیں بتایا تھا کہ سارو بن دکن کی طرف سے
تاہلہ کیلین میں نے کوہ کن کو باہر آئے نہیں دیکھا الیہ
نی ایک دو مرتبہ باہر آیا۔ اس کے علاوہ کوئی شخص گمارت
داخل ہوا اور نہ ہی کوہ کن کو باہر نکلے دیکھا گیا۔ اس کا
بہت شک ہے کہ دو مہینے دو دروازے سے باہر بھی گئے ہوں

”میرے شوگر کے ذہن میں بنیادوں کے تین تھیں۔“
 ”ہاں۔“ میں نے کہا۔ ”گوگرد کوئلے نے زمین میں
 پتایا کہ کسے سے ہمارے حمل کرنے سے پہلے وہ منہ پہلے
 کر گئے۔ اسے اور خوف کو گھبرا کر دیا اور انیسویں صدی سے
 جانے کے لیے کہا۔ لیکن اب کہ وہ اسے اپنے کو جاننے
 کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ اگر اس کی بات پر یقین کر لیا
 تو خوف کو کرنے والے شخص کو یہ یقین معلوم ہو گا کہ ہم

جاسوسی ڈائجسٹ - 227

یوں نیک کے دفتر پر حملہ کرنے والے تھے، تاکہ میرے اہلکاروں سے
مطابق اس کے بارے میں صرف یہ سب سنا لیں اور صرف
ان کی اور صرف یہی علم تھا۔ اگر وہی شخص جس نے کوئلہ
اور جس کوئلے کے بارے میں اطلاع دے دی تھی اور وہی
مقتبہ دورے سے باہر نکلتے تھے تب بھی یہ بات
ضاحت طلب ہے کہ جب ہم نے ملایا تو دفتر میں کوئلہ
فصل موجود تھا جس سے میرے پانچ اور اہلکار نکلتے تھے
جو فوراً ان سپاہیوں کو مار ڈالا اور میری غریب زبان پر
ہاتھ۔

”یقیناً! اس نے پانچ سو روپے ہوتے کہا۔“
”اچھا، سو سو روپے اور آگیا۔“ میں نے اس سے
پوچھا: ”تو اسے ہوتے کہا۔“ ”تمہارا بے سادہ شام گزرا کر غول

اس کے جانے کے بعد میں اپنے دفتر میں بیٹھ کر
 غور کی کہ پڑوس کے کی اوت سے اسے دیکھا رہا تھا
 اور حیرت پلٹ کر بیٹھے دیکھنے کی کوشش کی لیکن
 - جب اسی کے کان سے فاصلہ طے کر لیا تو میں بھی بے خبر رہے
 کہ اس کا تعاقب کرتے رہے - مجھے دھڑکا کہ وہ کہیں بھیجے
 ہو جائے - اس لیے سڑک چھوڑ کر اندر گھس گیا
 نہ دیکھ سکا - میری کوشش تھی کہ اس سے آگے نکل جاؤں -
 غرض ایک ایسے پرانے پتے پہنچ گیا جہاں سے وہ بھر
 آتا تھا اور میرے سامنے ریگڑوں کی ایک بھاڑ تھی
 اندازہ تھا کہ وہ ان میں سے کسی ایک مکان میں داخل
 ہوگا - میں نے اپنے آپ کو ایک اسٹروٹ کے پرانے
 پتے پایا جہاں بالکل اندھرا تھا اور اس کا اندازہ نہ
 کر سکا اندازہ درست تھا تو میں زیادہ دیر یہاں نہیں

تقریباً آرحامینہ وادیا کے مکان سے برآمد ہوا اور
 دو روز کے کوٹا لاکر اسی مرکز پر واپس چل دیا
 اسے کہئے جسے اسے شب بھی نہیں ہو سکا تھا کہ میں
 قاضی صاحب کو راجپوتی چوٹی میں مناسبت قاضی رکھ کر آئی
 چاکر کرنے لگا۔ میں باک چلنے کے بعد وہ ایک ہنگام
 قاضی کے محل پر اہل ہو گیا۔ چند گھنٹوں بعد دفتر میں روٹی
 اور مٹھا سامنے رکھ کے آنے والے محنت کا کچھ بخار کرنے

پندرہ منٹ بعد میں نے ایک کمار کے اچانک کی آواز
دو فٹر کے سرگرمی دروازے پر آکر دیکھ کر۔
بعد اسی میں اسے اسٹیج مارکس اور شرف سیک ہو کر
— نومبر 2014ء

227 — نومبر 2014ء

افغانستان اور دفتر کی عمارت میں داخل ہو گئے۔ میں سڑک
پر تھکا ہوا تھا اور دھڑکتا ہوا دفتر کے برابر وہاں
میں نے ایک شخص دیکھا۔ جس پر کپڑے لکھنؤ کی کڑی محسوس ہو رہی
تھیں۔ اسی لیے مجھے ان کی جانب کی کڑھکاساں اچھلی ہوئی تھیں۔
میں نے ان کی طرف سے ہونے والی دودھ کی بوتلوں کے ایک
پائپ پر ہاتھ رکھا اور ایک قطرہ اچھلی ہوئی کڑھکی سے
پیشاب نہا دیا۔

یہاں خدا کا کھرایا ہوا تھا۔ میر نے تیز سیکڑ رہا۔
 یہاں ہی سنبھالی جبکہ میک ہورٹر دروازے پر کھنکھاتا تھا۔

ابو سب جانتا ہے۔ "فہم نے کہا۔" اس نے
اس کو بچہ پر انعام کیا ہے کہ میں نے ہی کو گورن کو تھے
تھے میں اطمینان رکھتی تھی۔"

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“ مارکوس نے کہا۔ ”میں
 کوئی شخص نہیں دیکھتا تھا، چاہے وہ یہ کہتا ہو۔“
 ”تو کبھی مجھے نہ ملے گا۔“ اس نے کہا۔ ”میں اس کے بارے میں
 کچھ نہیں جانتا۔“ اس نے کہا۔ ”میں اس کے بارے میں کچھ نہیں
 جانتا۔“ اس نے کہا۔ ”میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“
 اس نے کہا۔ ”میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

”اور صرف یہ نہیں کہ تم کروانے کے لیے آجائے۔“
 یہ بیوقوف نے کہا: ”اور اس کی حیثیت کراسے کے ایک
 بیوقوف سے زیادہ کم ہے، تم اسے غیر ضروری اہمیت دے
 رہے ہو۔“

[illegible]

... قہر بھرا ہوا کہا کہ "میرے بھائی! تم نے مجھے اس طرح سے غلاموں کی طرح سے دیکھا ہے۔ میں نے تم سے کبھی غلاموں کی طرح نہیں دیکھا ہے۔ تم نے مجھے اس طرح سے دیکھا ہے۔ تم نے مجھے اس طرح سے دیکھا ہے۔"

”مجھے اس جیسے کے دووان خوش آئے۔ دماغ کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔ یہ خوش کن، باگوش اور شریف کے لیے کام کر رہا ہے۔ انہوں نے دووان کو بڑے بڑے اردو اسکولوں میں لکھنا چاہا۔“

ایک وقت میں نے شیخ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ”میرے

تاریخ: / / خود غرضی: (۱۰۰۰)

ایک شخص کی وہ بیٹیاں تھیں، وہ انھیں سے سوچا کرتا تھا۔ اس نے ایک کی شادی مانی سے اور دوسری کی کھانا سے کر دی۔ دونوں سکون سے زندگی بسر کرنے لگیں۔ ایک دن وہ مانی کے گھر گیا اور بیٹیاں سے پوچھا۔ اسے کب جسم کی تکلیف ہوئی۔

خزکی نے جواب دیا: "اگلا کھڑا ہے جس پر اس نے زنی کے لیے زنا کیجیے تاکہ ہمارے گھر سے غریب پھٹیں چھڑکیں۔"
پھر اس نے دوسری زنی کے ہاں جا کر حال پرچھا۔
جواب میں وہ کہتی تھی۔

”وہاں پہنچے کہ ابھی چھ روز تک پڑش نہ ہوتا کہ
ہاڑے بنائے ہوئے بہتیاں اسی طرح سو کو چاہیں۔“

ملک و میر خان اعلیٰ ہزاری، جلد ۱

عزیت

ماہک: ”آج کے بعد میرا کتا بھی دکان پر آئے تو
 جس میں اس کی بھی مرگ گئی ہو گی۔“
 دکاندار: ”بہت بھلا جواب آپ کا کتا آئے گا تو میں
 بکریا کا آپ فی آئے گا۔“

شکوفه

دیکھتے ہیں اسے جھڑنے لگاں میں چل کر وہ دانت
کی کہ لکھ رہا ہے وہ بھی دھڑکیاں کے تین لفظ دہرائے
گئے۔ کونسی میں سے آجیہ لڑکے نے منہ دہرائی لہذا آجیہ لڑکے
نے اسے ان تینوں کے سنی: ہاں کونسی میں سے آجیہ لڑکے
نے اسے لکھ رہا ہے (No Sir) میں نے آپ اور کونسی میں سے
آجیہ لڑکے کو جب لکھ رہا تھا اس نے بھی لڑکے کو لکھ رہا
تھا۔

استاد: "عامہ کا کپڑا نے دو تین سو روپے کیسے تیار کیا؟"
عامہ (خوش ہے) "نہیں (No Sir)۔"
استاد (غصے سے) "آخر تم نے دو سو روپے کیوں نہیں یاد کیا؟"

حاجہ: "فتاویٰ"
استاد (خمسے میں کر رہے ہوئے): آخر تم اپنے آپ کو
مستحق کہو؟

عامہ (مجموعیت سے): "سنگس لیمن اور لیمن سرور۔"

بہا گئیں مبینہ تعمیر، ہیڈ مرالہ محلے والی سے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی ویب سائٹ

یہ تمام پاکستانی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

- ☆ ہر ایک ایک کا ڈائریکٹ اور ریویو سائٹ
- ☆ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے اسی تک کا پرنٹ پر پو
- ☆ ہر ایک سٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود ہر ایک کی پیکنگ اور اشیاء پرنٹ کے
- ☆ ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی شہر کی مکمل رینج
- ☆ ہر کتاب کا ایک سلیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی تک ویڈیو نہیں
- ☆ ہر ایک ایک کا ڈائریکٹ اور ریویو سائٹ
- ☆ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے اسی تک کا پرنٹ پر پو
- ☆ ہر ایک سٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود ہر ایک کی پیکنگ اور اشیاء پرنٹ کے
- ☆ ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی شہر کی مکمل رینج
- ☆ ہر کتاب کا ایک سلیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی تک ویڈیو نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

دوسرے ویب سائٹ جہاں ہر ایک ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے اسی تک کا پرنٹ پر پو

☆ ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تھیں اور ضرور کریں

☆ ڈاؤن لوڈنگ کے لئے نہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہمارے سائٹ پر آئیں اور آپ تک سے کتاب

☆ ڈاؤن لوڈ کریں

☆ اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرانیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety



Twitter.com/paksociety1

سٹوب کا کیا کرنا ہے؟
"اس نے کیا کرنا ہے؟" مارکوس نے پوچھا۔
"اگر تو اسے اپنی فکری کا دھاسا ہو گیا تو وہ پاپس
وہاں کو تھکا سکتا ہے۔"
"اکیس سوڑت میں وہ خود بخود ہانسنے کا۔" مارکوس
نے کہا۔
"اس سے پہلے کہ میں کوئی دیکھ کر ظاہر کرنا۔ میں نے
اپنی پیلوں پر کی سخت چیز کا ہوا دھوس کیا۔ یہ سٹوب کا
ریورس تھا۔ اسی سٹوب میں ہاتھ اول کر ہوسٹ سے میرا
ریورس بھی ڈال لیا۔"
"میری خود بخود ہی کہہ رہے ہیں سب کچھ نہیں جانتے۔"
اس نے کہا۔ "اب مجھے سنا رہے ہیں کچھ کرنا ہوگا۔"
"اب یہ کی کچھ میں سنا رہی ہوں؟" اس نے
کہا۔ "میں نے نہیں جانتا کہ اس کے عقب میں مارکوس
کے لیے بیجا تھا لیکن تم نے بتایا کہ وہاں کی کوشش دیکھا
جیکہ تم بھول رہے تھے۔"
"میرا خیال ہے کہ مجھے یہ باتیں اندر ہل کر کرنی
ہوئیں۔" اس نے روبرو کی بال میری ہاتھ میں چھوئے
ہوئے کہا۔ وہ مجھے دروازے کی طرف لے گیا اور اندر
دھکیلتے ہوئے مجھ پر گھم پان لیا۔
"یہ سب کیا ہے؟" میں نے کہا۔ "کچھ کرنے کی طرف
جو مجھے لگا۔" یہ بیان کیا کر رہا ہے۔
"اس سے سب سن لیا ہے۔" سٹوب نے کہا۔ "اور
وہ نے سٹوب کے بارے میں کچھ جان لیا ہے۔"
"یہ سٹوب ہو گیا۔" مارکوس بولا۔
"اب مجھے سنا رہے ہیں سٹوب کی طرف۔" میں نے کہا۔
"ٹھیک ہے، تم بہت ہو سنا رہے ہو۔" مارکوس نے کہا۔
"ہوئے ہلا۔" تمہارے خیال میں تم کہنا چاہتے ہو؟"
"گورنر اور نوٹس کو چھین کر میں ان کے لیے
کام کر رہا ہے جیکہ تم اور شرف سے خرچ ہونے کا کرد
یونین کی جاسوسی کرنے کے علاوہ دن کے بارے میں
معلومات بھی فراہم کرے۔" وارن جوز کو یہ بات معلوم
ہوئی تو اس لیے اس کو مارنے سے پناہ ضرور دی ہو گیا۔ اس
کے بعد میں نے یونین آفس پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔
سٹوب نے فیس کو ڈھکوا کر دیا۔ ان کے ساتھ اندر جانے
اور لڑائی کے دوران اسے مار دینے پر تم نے اسے کام کے
لے لئے مجھے دیکھتے ہوئے سٹوب؟"
"اب اس کی کوئی اہمیت نہیں۔" سٹوب نے کہا۔

”لیکن دو توبہ کنہ و تھے۔“ میں نے اعتراض کیا۔
 ”وہ گریست ہیں۔“ سلوب چلاتے ہوئے بولا۔
 ”جو جس اعتراض اور پراسے کہ تم کسی کے ساتھ ہو۔ میں نے
 جو کہہ کیا، اس کا مارکوس نے بہت اچھا سا انداز دیا۔“
 وہ ایک ہی خاموشی ہو گیا۔ اس نئی دیکھار کی وجہ
 سے ہم نے گلی میں ابھرنے والے قدموں کی آواز پر توجہ
 نہیں دی لیکن وہ آواز نہ کہ بلکہ قریب آتی جارہی تھی۔
 مارکوس بے چنگن ہوتے ہوئے بولا۔ ”یہ شور کیا ہے؟“
 میک ہورٹ نے دروازے سے بھاگ کر دیکھا اور
 بولا۔ ”بہت مزیدار ہے لوگ ایک جگہ میں اس طرف
 آ رہے ہیں۔“

”کیا مصیبت ہے؟“ مارکوس نے کہا اور وہ بھی
 دروازے سے بھاگ گئے۔ ”توڑیلے سے پارڈ کے بڑائی
 حذر رہا اور بیکٹری کا گیت چوڑا کر اس طرف آ رہے ہیں۔“
 اس موقع پر سلوب کوئی مدد نہیں کر سکا تھا حالانکہ میرا
 آؤ بیگ وہ اور پہلے ہی اسپتال لے گئے تھے لیکن اس
 نے میری بیگٹ کی اندر لی جیب کی تلاش لینے کی زحمت نہیں
 کی جہاں فیرس کا منار دیکھتا تھا کہ ہسپتال رکھا ہوا تھا۔
 جیسے ہی اس کا سر دروازے کی طرف کھولا گیا
 جلدی سے وہ ہسپتال نکلا اور اس کے کان سے قریب رکھتے
 ہوئے بولا۔ ”اسے اچھا بیچو دے دو۔“
 ”سچا بات نہیں ہے۔“ وہ جڑباتے ہوئے بولا۔
 ”اگر بچھیا رہیں دو کے تو یہ اسی سے بھی زیادہ بڑی
 بات ہوگی۔“

اس نے مجھ کو عالم میں دوڑوں اور لوہو میرے
 حوالے کر دیے۔ میں نے اس کا ریح اور اچھا جیب میں
 رکھا۔ ایک ہاتھ میں اپنا اور دوسرے ہاتھ میں فیرس کا
 ریح اور تھا جیسے ہوئے شرف کو حکم دیا۔ ”اسے ہاتھ دوپہ
 اٹھاؤ۔“

وہ مجھ پر قابض کرنے کے لیے ایڑیوں کے ٹکڑے
 لیکنا میرے ہاتھ میں دو ریح اور دیکھ کر اس نے اپنا
 اشارہ پلہ پانچ کا ریح اور فرش پر پھینک دیا۔

”سب اب الگ الگ قریب آ چکا تھا۔ میں نے میک ہورٹ
 فین مارکوس اور سلوب کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور وہ
 لوگ جیسے ہی پورے ٹکڑے پہنچے، مجمع کمارت میں داخل ہو گیا۔
 اس مجلس کی قیادت ٹورس کی طرف سے کر رہا تھا۔“

”میرا خیال تھا کہ شاید کسی مدد کی ضرورت ہو۔“
 اس نے مجھ سے کہا۔ ”لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہو گیا۔“

ان پر مجازی ہو۔

”گو یا تم میرا مقابلہ کر رہے تھے؟“

”میں تو سنگانی سے ہی جہاد سے کچھ اہم
 جب کہ کورن کا بڑا ہے۔ ہم سے شین کو بھیجے
 ہوئی جب اس نے میں جہاد سے شین کے بارے میں
 اطلاع دی تو اسی وقت کچھ لینے چاہیے تھا کہ مارکوس نے
 کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ ورنہ اس کے پاس
 کیسے معلوم ہوا۔ میں شین میں بھی جہاد سے ساتھ تھا کہ
 قاتلے پر وہ کہتا تھا کہ کرا۔ جب میں اسے تھوڑی
 پہلے تھیں اسی وقت شین داخل ہوئے دیکھا تو کچھ کچھ
 مدد کی ضرورت پڑ گئی تھی۔“

”جہاد اب بہت خطرناک ہے۔“
 ”میرا خیال ہے کہ جب کہ جہاد میں ہے اس کے
 وضاحت سے پتا چلتے ہیں۔“

میں نے مجمع کو تفصیل سے بتایا کہ کس طرف
 یونین کے مفادات کا رونا کھون مارا گیا اور جب دارن جڑتے
 روکنے کی کوشش کی تو کس طرف اسے زندہ سے ہاتھ
 چنے لادے کہ کورن کی مارا گیا۔ میں اور وہ قاتل
 سب بچے تھے۔ بعد میں اسے ہوا جائے لیکن فیرس نے
 اس کا تو بچا رکھا۔ وہ میرے برابر آ کر مڑا ہوا تھا
 نے ان لوگوں کے سامنے ایک مڑا تو فیرس کی مس کا خاتمہ
 الفاظ پر ہوا۔

”میں مارکوس اور شرف جیسے نہیں بن سکے۔ ہم لوگوں
 کے دائرے میں رہ کر زندگی بسر کرنے والے لوگ ہیں
 وقت یہ نوک زیر حراست تھا۔ ہم انہیں میں نے گویا
 جہاں بچے آئے تھے ان کی سب دیکھ بھال ہوگی۔“
 مجھ وہ مجھ سے قلمب ہوتے ہوئے بولا۔ ”میں
 مانا کہ اس قدرے کی سماعت کے دوران اور بعد میں اس
 فیرس میں کس طرف میں امان قائم کیا جائے گا۔ سسر کر رہا
 تم عارضی طور پر ایک شرف کے کہ اس انجام دینے کے
 تیار ہو۔ جب تک اس لیے جو خاندان شرف میں مل جاتا۔“

میرا حال میں ایک فرض شاس اور دیانت دار سا
 تھا اس لیے خاموشی و بالبت دینے اپنے اور پر اتنا احتیاط
 کہ ایک بار کام تمام شرف کے طور پر کام شروع کر دیا
 اس کی سٹ شرف کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں نے
 رضا مندی میں سر ہلادیا کہ کچھ ایسے مواقع قسمت والی
 ہی تھے۔

بے ضمیر

اس وقت دور کی

فریب دینا... جھوٹ نہ لانا... نہ کوئی احتیاط اور غلطی ہے... نہ اتفاقی
 حاذق... یہ کردار تو ایک خاصیت ہوئی ہے... جس کی جس وقت
 کے ساتھ گہری پوٹی چلی جاتی ہیں... ایک ایسے ہی بے ضمیر
 شخص کی داستان... جو بڑی اسامی سے... جھوٹ بولتا تھا... پیر
 شخص اس کی طبعیاتی شخصیت کے سحر میں اس قدر کم ہو جاتا
 کہ کسی کو شک نہ کہ احساس نہ ہوتا... تھکے... پتھر لے اور
 خنجر لاک راستی میں نہ زور والے بھی سانپ کی طرح ہل کھانے
 شخص کے قریب و جھوٹ میں الجھتے چلے گئے... اس کی ذہنی پراس
 شخص کو نہ سنا... جو اس کے لیے یہ پناہ محبت... عنایت اور چاہت
 رکھتا تھا... دلوں کی ہستیاں تاریخ کو رہنے والی کی حقیقت کھلی دو
 جیسے دھمکیاں کھلنا چلا گیا...



لڑکے کی اوش ہنر پر سوچو جی... جوں جی تھا کہ سو
 ... ہی وہ قید حیات سے نجات پا گیا ہے۔ وہ چوٹی کی
 خوشی میں لڑکا تھا جس کے سہری بال اس کی فراش پر
 میرے بہت بھلے لگ رہے تھے۔ سسر کی نظر اٹھنے پر
 میں نے لڑکا دو گہری خند ہو کر ہنسنے لگا۔ شہید سیریت
 کے میں سوچو جی خوشی میں جانتے تھے کہ وہ اپنی خند
 ... جس کی موت کی وہ بھی واضح تھی۔ سہانے دلی سیر پر
 ... ہنسنے کی خالی ہوئی اور اس کے ساتھ ہی رکھا شہد
 ... لیکن یہ ظاہر کر رہے تھے کہ اس کے لئے خوشی کی ہے۔
 ”آئیے ہم دوسرے کمرے میں جلیں مگر بات کرنے
 ... کمرے کا جائزہ لیتے کے بعد اس کے شہرے
 ... اس کے میں وہاں سے جڑتے سے کہہ تو دوئی میاں بیگی
 ... شہرہ پر واضح طور پر اطمینان تھا۔ ظاہر ہے ایک ایسے

☆ ☆ ☆
 ”لکھا تھا میں پروفیسر صاحب ”خائب و خافی سے
 کتاب پانکس بنائے پروفیسر کا بیان اور اللہ کی مہربانی
 میں جوش کی طرح نئی سنواری لڑی کے ساتھ کھڑی تھی۔

اس کے جذبات اور رائے اس کی ہے تماشا شہادت
 ثبوت ہے۔ اس کی اپنی محبت کو بیکار کیا، یہ فیسر کا مران کو نقد پر
 فخر محسوس ہوتا تھا۔ دو ملزم دوست انسان تھے اور ایک ہی دل
 کی دنیا میں اس طرح تمہارے کہ جس کی اپنا فکر بنائے کہ ان
 تک نہیں آیا۔ سبب مختلف تین سے تین نے ان کی طرف
 فائدہ بھی بڑھا لیکن انہوں نے اس کے لیے اپنے دل اور
 کے دو راہیں کئے لیکن رانڈ نے ان کی فزونی میں اپنی
 بنا کر خود کافی اور اپنی اشتہار اور جیولری کی شدت سے
 انہیں بہت گرمی دی۔ رانڈ نے ہر طرح سے خود کو ایک
 اپنا ہی جیوت کیا تھا اور ان بھی ان سے پہلے کی طرح
 والہانہ محبت کرتی تھی۔ انہیں اس کا یہ اندیشہ تھا کہ بڑا
 نکات تھا کہ کسی کوئی دوسری عورت ان کی زندگی میں آجائے
 جگہ لے سکتی ہے کہ خود رانڈ کی شخصیت کے ساتھ وہ
 تھے کہ انہیں ہر دو اس پر ایک ہی اور اتنا زور و اثر نہ لگاتا
 تھا۔ ایسے میں ان میں اس اور خزان آدنی کسی اور طریقہ
 کے تکرور عیاں ہوتا تھا۔ وہ تو ملزم دو تھے کہ تین ان سے
 نہیں بھاڑا اور انہوں نے جانے۔ خصوصاً ملازمت کر رہی تھی
 بہت زیادہ سے اور وہ اس سزا کی سزا کی طرف مچتی تھی۔

”آپ کو اس مسئلے میں حیرت ہوئے گی کہ کوئی ضرورت
 نہیں ہے۔ میں نے جس دنیا میں اپنے نام لکھا ہے وہ
 بہت بچاوت اور اس کا سرنگ، اسباب بھی بہت کم
 ہے۔ میں نے اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے کہا ہوں کہ
 ہرگز اس پہنچان کا اسباب ایسے ہی تھا۔ باقی دنیا بھر
 میں آنے کے بعد کی بات تو اسی مسئلے میں بھی میں نے اپنی
 نام دہائی نامی سے بات کر لی ہے۔ بہت صاف و سہجی اور
 بے زار صورت ہے اور اس بات پر تو اسی کو بھی ہے کہ
 ”کا“ قلم سے لکھا گیا ہے اور اس نے بھی
 ہے کہ بچہ کی دیکھ جائال کے مسئلے میں کسی حد تک

یہ (مصحح) قلم شاہد سے (مترجمین) احمد کبیر الدین قلم شاہ

نے اسی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کی خواہش کے مطابق نمبر شاہ کی خوالہ کی کسی پر ضرور کام کرے گا لیکن نوشین کی آواز دے دوڑی مگر پہلے سے شہر کے حالات کچھ اس طرح سے گزرنے کے قیام پاتے پاتے بھی اڑتا نہیں کہنے گزر گئے۔ غائب رہے دیگر پچیس دنوں کی طرح شاہ کی توجہ بھی دھن دانان کے مسئلے پر مہذب دل رہی اور اس کا صحن خوشیاں کی خواہش پر سے باطل بن گیا۔ یاد آیا تو اس وقت جب اس نے تھانے میں اپنے لیے آئینہ والی دیکھ کال وصول کی۔

”میں نوشین آخر بات کر رہی ہوں افسر صاحب۔ میں نے نمبر شاہ کی خود گوئی کے کسی کے مسئلے میں آپ سے توفیق کی درخواست کی تھی۔ اس کی خاطر کے جواب میں نوشین نے پورے بیان و سبب کے ساتھ اپنا حلقہ گہرا کیا۔“

”آئی ایم و پری سرورٹی نوشین۔ اصل میں شہر کے حالات ایسے تھے کہ کسی اور طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں تھی لیکن اب انتظام شاہ اس مسئلے میں ضرور کام کا آغاز کر دوں گا۔“ نوشین میں جانے کیا بات تھی کہ شاہ پچیس دنوں کے عموئی حوائج کے خلاف اس سے بہت تہذیب سے پیش آئے پر مجبور تھا۔ ویسے وہ فکر کا بھی مہذب آدمی تھا لیکن پچیس کے گھنٹے کی ایسی بھی ایک تربیت ہوئی ہے جو آدمی کو اس کے ذاتی حوائج سے ہٹ کر کچھ کچھ اٹھارہ پر تہذیب بنا دیتی ہے۔

”مجھے آپ کی عمر و آیات کا اندازہ تھا اسی لیے یاد رہا کہ وہ ان مسائل سمجھا۔ اس کا جواب میں کہ وہ ایک گہرا سائنس لینے ہوئے ہوئی۔“

”یاد رہا اسی کا کھرب۔ آئندہ بھی مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت رہے گی اس لیے بہتر ہے کہ تم میرا ریل ٹمبروٹ کر لو۔“ افسوس کی طور پر وہ خود گوئی سے راپٹے میں رہنے کی خواہش محسوس کر رہا تھا۔

”میں نمبر وینے کا کھرب۔ میں ایک دو دن بعد کال کر کے آپ سے اس مسئلے میں معلومات حاصل کر دوں گا۔“ اس نے ایک طرح سے شاہ کو تائید دے دیا۔ شاہ نے فون بند کیا تو وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ نوشین بہت تیزی سے اس پر مادی ہوئے تھی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ شام کے وقت پرو فیسر کامران کے گھر چلے جائے گا۔

ساز سے جو جگہ وہ پرو فیسر کامران کے گھر کی اطلاع دیتی تھی وہاں تھا۔ حسب توقع دو روزہ پرو فیسر نے اسی گھر

”اسپر شاہ سلیم۔ آؤ مجھے اندازہ چلاؤ۔“ پرو فیسر نے اس کا گھر چوٹی سے فتح مقدم کیا لیکن شاہ محسوس کر رہا تھا کہ اسے اپنے دروازے پر دیکھ کر وہ قدم سے اٹھنے کا کچھ نہیں۔ شاہ ان کے اندھے شاگردوں میں ضرور شمار ہوتا تھا اور اسے رات کے پچاس فیو ہونڈ کا بھی اعزاز حاصل تھا لیکن وہ بھی طاقت کی غرض سے ان کے گھر نہیں آیا تھا۔ لیکن طالب علمی کے بعد ان کا تعلق دھانڈا ہو جانے والی طاقتوں اور کبھی کبھار کی ٹیلیفونک منتقلی سے ہی بندہ اور قمارباز بن گیا۔ پرو فیسر کی انجمن بھائی اور بیٹیاں سوچنے پر مجبور تھیں کہ نمبر شاہ کی خود گوئی کا کسی شخص کے لیے جو شاہ کا مسئلہ تھا ان کے گھر آیا ہے۔

”راشد شاہ آیا ہے۔ اس کے لیے آئی ایم کی جانے تو بتلاؤ۔“ اسے اپنے ساتھ لے کر انکے گھر کی طرف گئے ہوئے پرو فیسر نے بندہ آواز میں رات کو پکارے ہوئے اطلاع دی۔ اس اطلاع پر وہ بہت تیزی سے سو جا رہا تھا۔

”فلور راشد! آؤ آؤ آؤ۔“ شاہ نے سسکاتے ہوئے کہا۔

”شاہ! آئی ایم کچھ کہہ رہا ہے۔ اس نے اسی انداز میں کہا۔“

”پچیس پچیس ہی ہو کر کہاں کیسے آتا ہوا؟“

”میں ٹھیک ہوں۔ ایک کام کے مسئلے میں اسی علاقے کی طرف آ رہا ہوں اس لیے اس وقت سے میں ملاقات کرتا ہوں۔“ شاہ نے باور سے انداز میں اپنی جہاں آمد کی وضاحت کی۔

”بہت اچھا کیا۔ تم جنسور میں تمہارے لیے چائے لے کر آئی ہوں۔“ وہ مطمئن نظر آئے تھے۔

”ایسا کرو کہ چائے کے بجائے کچھ منڈالے آؤ۔“ دفتر میں سارا دن چائے ہی پیتی رہتی ہے۔ اس وقت چائے کا موڈ نہیں ہو رہا۔“ شاہ نے بے تعلقی سے اپنی فرمائش بیان کی تو وہ سسکرائی۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارے لیے انکوائری بنا کر لے آئی ہوں۔“ وہ کچھ کی طرف مٹی مٹی۔

”تجلیہ دلوں شہر کے حالات بہت خراب رہے۔ تم جو بیٹیا کافی معروف رہے ہو گے۔“ پرو فیسر نے ایک انکے ہیران کی طرح اس سے شکوہ کیا۔

”ہم پچیس دنوں کے ساتھ تو یہ معلومات پہلے ہی دیتے ہیں۔ خون خرابا اور لاشیں اس کے سوا کچھ دیکھنے کو ملتا ہی کیا ہے۔“

”وہ آئی ایم تم لوگوں کا ہی حوصلہ ہے کہ دن رات ایسے

مذاہبات سے جھپٹے رہتے ہو۔ میں تو اسے دن رات کر رہا ہوں۔“

”بانی نمبر کی خود گوئی کو فرائض میں گن کر رکھو۔ جب بھی یہ خیال آتا ہے کہ ایک جملے کے لیے اپنے ہی ہاتھوں اپنی جان لے لی تو کب اٹھتا ہوں۔“ پرو فیسر نے ایک نیمبر نمبر لینے کو اپنے گھر شاہ کو اپنے گھر سے موصوت پر تشکر کرنے کا موقع مل گیا اور پھلوں پر ہونے بظاہر عام سے انداز میں بولا۔

”آئی آپ جیسے حکام کی دنیا میں رہنے والے آدمی کے لیے یہ بہت بڑا سنا ہے۔ کیا آپ اس کی کوئی وجہ دے سکتے ہیں؟ کیا اب اس کے جس سے نمبر کی خود گوئی پر پابندی پڑے گی؟“

”نہیں۔“ پرو فیسر نے مٹی میں سر ہلایا۔ ”وہ میرے گھر میں رہتا ہے۔ وہاں میں اس کی خود گوئی سے زیادہ اذیت نہیں تھا۔“ ہمیں معلوم ہے کہ میں دوسروں کی ذات میں زیادہ دلچسپی لینے والا آدمی نہیں ہوں اور میں اپنی دنیا تک محدود رہتا ہوں۔“ نمبر کو اپنے گھر پر آگے تھمت کے طور پر رہنے کی اجازت بھی میں نے اس لیے دے دی تھی کہ ایک تیرہ برس دوست نے اس کے لیے منار کی بھی دوسرے میں سے سوچا تھا کہ میری وجہ سے کاؤں کے بننے والے اس کو بے کسواں تعلیم میں ترک کر دے۔ آسانی ہو جاتی ہے تو یہ ایک ٹھیک ہوگی۔ یہاں رہائش اور کھانے پینے کے خوش میں اس نے بہت قلیل رقم لیا تھا وہ بھی صرف اس لیے کہ اس کی تربیت میں کچھ خرچ ہو رہا ہے۔ یہ رقم کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔“

”وہ خرچہ کیا لگاؤ تھا؟“ شاہ نے سوال اٹھاتے ہوئے

”بہت اچھا۔ میں نے اسے بہت شریف اور شکستہ حوائج لیا تھا۔“ وہ حال کے اس حرس سے میں اس پر خاصا اعتماد کرنے لگا تھا۔

پرو فیسر کا جواب میں کہ شاہ کا اندازہ ہوا کہ ایک انجمن رہائش گاہ کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لیے نمبر نے بڑی مہارت سے اجازت کا اثر قائم کر رکھا تھا۔ وہ اپنی ذات کے ان خفیہ پہلوؤں کو سامنے نہیں آئے دیا تھا جن کے متعلق اسے نوشین نے آگاہ کیا تھا۔

”سوچتا ہوں ایسے ہونڈ لڑکے کی ذلیہ ڈاؤی اس کے گھر پہنچی ہوگی تو اس کے گھر والوں پر کیا کر دی ہوگی؟“

پرو فیسر کو جھٹکا نمبر کی موت کا رنج تھا۔

”آپ پھر اس موضوع کو لے کر چلے گئے۔“ ڈاکٹر نے

”آپ کو اس میں لینے سے کیا ہے؟“ مشروب کے گلاس فرسے میں تھانے اندر آئی رات نے ان کا ہنسنے لیا تھا اس لیے فوراً انہیں نوک پھر شاہ سے جواب ہوئی۔

”تم ہی انجمن سمجھاؤ شاہ۔“ ٹھیک سے نمبر کی موت ایک المیہ کا حادثہ تھی لیکن اس پر اتفاقاً جو کچھ ہوا کہ نیچے کی کیا تک بھی ہے۔ اس واقعے کے بعد سے مسلسل ان کا ہاتھ پیر پالی رہا ہے۔ یہ کوئی انجمن بات تو نہیں ہے۔“

”بہ حیثیت تو میں ان کے لیے بہا طور پر فکر مند تھی۔“

”والد ٹھیک کہہ دی ہے سر، زندگی میں خبر خوشی مذاہبات تو کبھی بھی پیش آگے ہیں۔ ہمارے لیے بھڑکنا ہے کہ انہیں ذاتی سے ٹھیک دیں اور نقصان ادا کرنا ہی ہوتا ہے۔“ راشد کی تائید کرتے ہوئے مشروب کے گلاس سے ایک گھونٹ بھرا۔ ”بچہ قلیہ تھا۔ شاہ پر آئی کہ نمبر شاہ نے بھی اسی قلیہ کے شربت میں فینڈ کی گولیاں لگا کر نوک پھینکی تھی۔“

”کیا نمبر کا کھانا پینا مکمل طور پر آپ لوگوں کے ساتھ ہی تھا؟“ اس نے دریافت کیا۔

”کڑا ہوا تر، لیکن بھی کھانا دیا ہونے پر وہ باہر سے بھی اپنے کھانے پینے کے لیے کچھ لے آتا تھا۔ تم یہ بات

”میں ان کے لیے کچھ لے آتا تھا۔“ راشد نے کہا۔

”نہیں، مجھے یہی خیال آیا تھا کہ نمبر کے سامان میں اس نے کسی مشروب کا مادہ ضرور نہیں دیکھا تھا۔“ اس نے خواب آور گولیاں شربت میں ڈاکر کی استمال کی تھی۔

”ہو سکتا ہے وہ سامنے وغیرہ لے کر آیا ہو۔“ پرو فیسر نے خیال آزمائی کی تو شاہ غامض ہو گیا۔ اس نے جانے دوڑ پر کسی سامنے کار پچیس دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھ کوئی چھوٹا ڈیوٹر بھی رکھا نظر نہیں آیا تھا جسے نمبر نے مشروب کی تیاری اور اس کے بعد خواب آور گولیاں کو گھولنے کے لیے استعمال کیا ہو۔ ہو سکتا تھا کہ وہ چھ نمبر نے ذہن میں رکھ چکا ہو اور وہ بھی اسے استعمال کے بعد دھو کر کو دیا ہو۔ اس کے گھر سے کی تربیت اور مقامی کو کچھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک ناست پسند لڑکا تھا۔ شاہ سے اس معاملے میں خاموشی کوئی ہوئی تھی، اس نے خود بھی کے ساتھ اسے کبھی کسی اور شخص سے دیکھا تھا۔ شاہ اور سارا دور اس بات پر تھا کہ جلد از جلد اس معاملے کو لڑا کر پرو فیسر اور راشد کو کوئی اذیت سے نجات دل دے اس لیے اس نے جانے دوڑ کا ایک بھٹا سے جا کر وہ بھی نہیں لیا تھا اور اب

f PAKSOCIETY

دینے کے ہمارے روج نے اسے بھی ہوئی ٹھکروں سے دیکھا اور سرسراہٹ ہوئی آواز میں بری۔

”آپ کون ہو صاحب؟ مجھے تو لگتا ہے کہ آپ بہانے سے بچے اپنے ساتھ لائے ہو اور آپ کو کبھی کام والی کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ ایک ہلکے مزاج کی عورت تھی جس پر خیر کے کیا یاد پڑا تھا انداز تو رکھ ہی نہ تھا۔

”تم خلیفہ تھی ہونا اب سید کی طرح میرے سوا اور کا جواب دو۔“ وہ تھیں قاتلے سے جا کر تم سے چھوٹے کمرہ کا گھر۔ شاہ نے اسے دیکھی وہی جس پر اس کے چہرے پر غصہ نظر آئے تھا اور وہ اس کی ہلکی ہلکی۔

”مجھ خیر کب کا کھنوس ہے ناں بابہ۔ میں خیر پر ایمان دار کی۔ آپ کا کام کرنے والی عورت نہیں۔“

”میں تم سے پوچھا ہے کہ تم جو رات کی چوری کے سلسلے میں کیا جاتی ہو؟“ شاہ کو اس کی حالت پر رحم آیا لیکن اس نے اپنا لہجہ بدستور سخت رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”ایک آدھ بار بٹھ میں آیا تھا کہ بائی راند کا کوئی بڑھو کا قصبہ ہو گیا ہے لیکن مجھے تفصیل معلوم نہیں۔ بائی نے بھی میرے سامنے ذکر نہیں کیا کہ ان کی کیا چیزیں چوری ہوئی تھیں۔“ اس کا جواب سن کر شاہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

”کیا تمہیں راند کے انداز سے جھپٹ نہیں لگا کر دو جھپٹیں چڑھتی ہے اور اس نے اس کی خف کی وجہ سے بہانے سے جھپٹیں کام سے نکال دیا تھا؟“

”بالکل نہیں تھی، میں تو بائی راند کی شادی سے بھی پہلے سے بد فیصلہ صاحب کے اس کام کر رہی ہوں۔ اس نے سالوں میں کبھی میں نے بھی ایازت کے ان کے گھر سے کچھ بھی نہیں اٹھایا تو اب بھلا مجھے چوری کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ بائی راند بھی مجھ پر ایسا شک نہیں کرتی تھیں۔“ روج نے تڑپ کر اس کی تہہ دید کی تو اس کے سبک میں بھر رہا تھا۔ ایسا انداز دیکھ کر اس کے سبک میں ہی ہو سکتا ہے مگر بھی شاہ کوئی کسر بائی نہیں چھوڑا چاہتا تھا اس لیے اسے خیر لکے میں لگا۔

”ضرورت تو جھپٹیں تھی روج۔ آخر تم دو دو بیٹوں کا بہادو کرنے جا رہی ہو۔ ان کی شادی کی تیاری کے لیے کھانا دہم کی ضرورت تو ہوگی نا؟“

”اتھ میری تو یہ۔“ روج نے اپنے دونوں کانل پیٹ لائے۔ ”میں کیا چوری کے مال پر اپنی بیٹیوں لے رہی ہوں۔“

اتھ کا کرم ہے میری اٹنی کوئی مجھاری نہیں تھی۔ میرے دونوں دادا گھر ہی سے لڑے تھے۔ ایک میرے بوالہ کچھ

ہے تو دوسرا میرے شوہر کی لکھن کا بیٹا۔ میری دونوں بیٹیوں کے سسرالیوں کو بھاری حیثیت معلوم ہے۔ میں شریعت کے نگاہ پر انوں بیٹیوں کا نکاح کروں گی۔ جیسے کوئی لڑیا پڑا انکس دینا ہے میں نے۔ تمہارے بہت بچے جیتے اور برادری کی مدد سے وہ جاہ جوڑے اور برتن برائے سے ہی اپنے تئیں میں نے بیٹیوں کو اس کے لیے بھلا چوری کیا ان گھروں کی۔“ اگلے بٹھ کی پراختی تھا دونوں کی۔ آپ میرے گھر آ کر دیکھ لیا کہ کتنی شادی ہو رہی ہے روج کی بیٹیوں کی۔ ”وہ واضح طور پر غصہ نے کا بھلا دیکھی۔ اب اس کو مزید پتہ کہ تازہ بادی کے مترادف تھا چنانچہ شاہ نے اسے لہجہ نرم کر لیا اور بولا۔

”تم دل پرست تو ہو جو۔ میں اسی معاملے کی چھان بین کر رہا ہوں اس لیے تم سے بھی چند سوال جواب کرتے ہو۔“ شاہ نے بد فیصلہ صاحب یا راند کو اس سلسلے میں مگر علم نہیں ہے اس لیے ان سے بد گمان مت ہونا۔“

”آپ بیٹیاں تو نہیں والے ہو تھیں۔“ آپ نہیں واسطے تھی ہر ایک پر شک کرتے تھے۔ روج کے ماموں نے اس کے سسے انداز سے ہر شاہ کو کبھی آگئی۔ بہر حال اس کی تصدیق یا تردید کے بغیر وہ نہیں کر سکتا۔

”چلو تمہارے گھر کا راند تو نہیں کانی آ رہی تھی۔“ روج نے ذرا سے تلی کے بعد اس کی یہ باتیں لگائی کر لی۔

”بات سنو۔“ جب وہ گاڑی سے اترتی تو شاہ نے کہا۔ ”یہ رکھو۔“ اس نے چند منٹ ٹھہر کر اس کے ساتھ میں تھامے اور بیڑی سے گاڑی آگے نکال لے گیا۔ روج کا بیٹیا زندگی میں پہلی بار ایسے پوچھنے والے سے واسطہ پڑا تھا جو کچھ لینے کے بہانے سے کہہ گیا تھا چنانچہ وہ سخت حیران تھی۔

”میں نے اب تک اس کبھی کے سلسلے میں جو بھی کارروائی کی ہے اس سے خیر شاہ کی خود کوشی پر تو رہی نہیں پڑی لیکن اس پر یہ شک ضرور ہوا ہے کہ تمہاری تائی کی خاتموں کے علاوہ وہ بیڑی کی امت میں بھی جتا تھا اور اپنے مالک۔ بیان کی بیوی کے زوجہ رات منع پاکر اڑا رہا تھا۔ جسے قلعہ دینا چاہنے والا ہے۔“ راکھ بھی اتنی ہی چوری شدہ زوجہ رات میں شامل ہے۔“ روج سے ملاقات کے دو دن بعد

اس نے ختمیں آخر کو اس کے دفتر سے قریب ایک رستوران میں بلایا اور پُر تکلف چائے کا آؤد دینے کے بعد اسے یہ سب بتا دیا تھا۔

”وہ چور بھی ہے اس سلسلے میں مجھے بالکل انداز نہیں تھا۔ میں نے تو اس کو پتہ تھا وہ عورت بدستور تھی کہ اس کی بیٹیوں کے ساتھ سمجھ کر لیا تھا۔“ اس کے انکشاف نے دشمن کو صدمہ پہنچایا اور وہ بگڑ بگڑائی ہوئی آواز میں بولی تھیں اس نے خود ہی خود پر قابو پرا اور آخسر بہانے سے نہ بڑھ گیا۔

”مجھے افسوس ہے کہ مجھے جھپٹیں اتنی بات بتانی پڑی تھیں میں تمہاری خواہش پر ہی اس میں پروکام کر رہا ہوں۔“ راکھ کو آگے بڑھانے کے لیے مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہوئی۔“ شاہ کا لہجہ معذرت خواہ تھا۔

”میں اس سلسلے میں آپ کی خبر کر رہا ہوں لیکن اب مجھے بھی احساس ہونے لگا ہے کہ میں نے آپ سے ایک امکان مطالب کیا تھا۔ اگر میرے بھٹے سے نہ خود کوشی کرتی ہے تو مجھے اس حقیقت کو قبول کر لینا چاہیے اور اس سلسلے میں تحقیق کا مطالبہ کر کے آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔“ اب لگتا تھا کہ خیر کے اہم سے میں ہونے والے ایک اور شخص کے انکشاف نے اسے توڑ دیا تھا اور وہ نہ جانتی ہو کہ اس معاملے نے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں اس کے محبوب کی طرف خدایاں سامنے آ گئیں۔

”اب یہ ممکن نہیں ہے۔ میں اس میں پروکام ہوں کہ کام پورا کر چکا ہوں اور اب میں جس کے ختم ہونے تک اس پر کام نہیں چھوڑ سکتا اس لیے جھپٹیں مجھ سے تعاون کو نہیں چاہا کرنا پڑے گا۔“ شاہ کی سنجیدگی سے کہا بات پر اس کا بیڑا توڑ دیا وہ راجہ دلی سے نہ لی۔

”آپ مجھ سے کس قسم کے تعاون کے خواہش مند تھے؟“

”تم نے بتایا تھا کہ دفتر میں تمہارے سامنے کبھی نہیں نے پاس کی لڑکیوں کے کوئی آتے دیکھتے تھے اور میرے تم سے اعتراف کیا تھا کہ وہ صرف تجھے غور کرنے کے لیے ان لڑکیوں کے ساتھ ٹھہرتے رہتا ہے۔ کیا تم نے ان لڑکیوں کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کر سکتی ہو؟“

”میں زیادہ کچھ نہیں جانتی۔ میں اتنا معلوم کرنے کر رہی ہوں اس کی کبھی غلطی نہیں اور وہ ایک ہی وقت میں دو تین کو آرام سے بے وقوف بنا رہا تھا۔“ نوشین نے ذرا سوچتے ہوئے اس کے سوال کا جواب دیا۔

”جھپٹیں ان لڑکیوں کے نام معلوم ہیں؟“ ”سب کے تو نہیں۔“ باں ادھم بھڑا خون پر ہات گرتے ہوئے میں نے اس کے منہ سے کبھی سوئی کا نام نہ سنا تھا۔ ہو سکتا ہے اس کا اصل نام سوینا خیر ہو اور خیر است اپنی بہت کاتھیں لائے کے لیے کچھ ختم سے بکارت ہو۔“ نوشین نے خیال آرائی کی۔

”اگے۔“ میں چپک کر لڑکی کا۔ جھپٹیں اس سلسلے میں زیادہ لگڑ مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے جھپٹیں بدستور خود کو اس معاملے سے نکالنے کی کوشش نہ کر۔“ روج کی غصہ جھپٹیں کے لیے اپنا وقت برباد کرنے کے لیے نہیں ہوتی۔ تم بس یہ سوچو کہ جھپٹیں ایک غلام کچھ کر گیا تھا اور خوش قسمتی سے تمہاری خود ہی اس سے جانی چھوٹ گئی۔ اس سلسلے پر جان چھوٹ جاتا تھا میری خوش قسمتی ہے۔ اگر تمہاری خیر سے شادی ہو جاتی اور بعد میں اس کی دیگر غماں سامنے آتیں تو جھپٹیں زیادہ مشکل پیش آ سکتی تھیں۔“ دینے انہی وادی کی بات سے میں غماں میں کوئی نے انکشاف کر دیا تھا جھپٹیں میں نظر انداز کرنا تھا میری حیثیت تھی۔ کس فکر نہ ہونے سے شادی کر کے کوئی عورت بھی خوش نہیں رہ سکتی۔ جس بات کو ابھی تم نظر انداز کر رہی تھیں شادی ہو جانے کی صورت میں دشمن تمہارے لیے سب سے زیادہ تھقیق رہے ہوتی۔“ شاہ نے اپنا کچھ ہی پوچھیں اسٹینر سے ایک مارج اور دوست کا چھوٹا بچہ لیا تھا۔ نوشین کو ہاس اور آدمی لکھتا است بہت بڑا لک رہا تھا اس لیے اپنی مات اور پٹنے کے خلاف اس طرح کی کشتہ بازی کر رہا تھا۔

”شاہ آپ خلیفہ کہہ رہے ہیں لیکن میں بھی لڑکیاں جھپٹوں نے اپنے ڈاک شادی پر اپنی ہمت سے زیادہ بڑھ کر اٹھ کر کھانسی کی بددینی اور توجہ پاکر بہت ملہ دوم ہو جاتی تھیں۔“ خیر بھی وہ وہاں نہیں تھا میں نے مجھ پر سے وہ توجہ دلی اور مجھے سراہا کہ میں ایک ڈاک ٹوکی اور اپنے گھر والوں کے لیے اتنا پتہ کر رہی ہوں۔ وہ اگرچہ مجھ سے صرف زبانی بددینی کر رہا تھا مگر مجھے بھی اپنا کتنا تھا لگتا تھا کہ گھر میں مجھے اس طرح سراہنے والا کوئی نہیں۔ میری بیٹیوں کا خیال ہے کہ میں روز روز سچ سنو کر دفتر میں آتی تھیں وہ تو سڑ سے میں راتی ہوں اور مجھے ان کی طرف گھر کے کام کاج میں اپنی جان نہیں لگاتی پڑتی۔“ اسی اور خیال ہے کہ انہوں نے اگر اپنی محدود آمدنی میں سے میری تنہم پر غصہ کیا ہے تو اب میرا بھی غصہ جتا ہے کہ جواب میں میں ان کا پتہ پتہ نہ ہو تو جبکہ انہوں جہاں یہ سوچی کر رہتا ہے کہ

میں نے تو صرف چند سال کے لیے یہ دوستہ دار یاں اپنے
شاہوں پر دھائی ہیں جبکہ اسے آنے والے وقت میں
تازہ دگی یہ بوجھ اٹھانا ہے۔ اب آپ علی بن ابی طالب
میں ان کے دشمنوں کے ایسے راہیے کی دہائی سے
لیے شہر شہر پیسے بھر دی گئیں۔ یہ سمجھا کر کیا بڑی
بات کہ جس اسی لیے یہ قتل چاہتا رہا۔ اس نے علم انھوں
سے مختصر اپنے حالات بتائے تو شاہ کو اندازہ ہوا کہ کتنی دلی
خوشی ہے۔ وہ اس کا دوسرا بیان کرنے کے لیے اس سے ابھر
اُٹھ کر دیکر ہاتھیں کرنے لگا۔

پتا چلا

یہ نوجوانی میرا تھم کر کچھ ہی شاہ پر یادوں کے درمیان
گئے۔ یہاں اس نے اپنی زندگی کے پھر پھر ہاتھ دیکر دیکر
گزارے تھے۔ زندگی کا وہ دور بہت بے فکر اور سرخوشی کا
تھا۔ یونہی دلی کے بعد اسی نے اپنی شاہی کے بعد کے مختصر
مرے کو بھی انجائے کیا تھا لیکن جی کے بہت جلد ساتھ
پہونچ جانے کے باعث وہ اندر سے کچھ مہم ساسا تھا اور
جس کی پیشین گوئی میں اس نے سمجھا تھا۔ اب اس کا
شہر شاہ کی خوشی کے لیے کچھ کام کرتے ہوئے ایک بادشاہ
اس میں خاموشی کی تبدیلیاں پیدا ہونے لگی تھیں۔ ان
تبدیلیوں کا اثر قیام پورے دلی کے خوش گواروں کی یادوں کی
دستک کہ وہ اپنے دل میں عجیب کی طرح محسوس کر رہا تھا۔
وہاں دلی جا پہنچا، اہل دلی تھا۔ کچھ طلبہ نیز قندھاروں سے
پہنچے اپنے کلاس اور ان کی طرف تیار تھے۔ کچھ طلبہ کی
ٹولیاں ان کے پاس پر پہنچ کر ان سے پیشگی کہاں اسٹیڈی اور کپ
شہب کی رسم بھاری تھیں تو ان کے ذرا دھڑ سے مہمانوں اور
قبیلوں کا مقابلہ جاری تھا۔ ان سب کے ساتھ وہ جڑ سے ہی
تھے جو دنیا دانی سے بے خبر جڑ سے ایک دوسرے کے
ساتھ کھنکھناتے تھے۔ ایسے خراب ہونے اور ہمد کرنے
میں معروف تھے جن کی پیش شاہی دہائی کسی کے حصے میں
آتی تھی۔

”ابھی تک دلی کی کیا آپ کا قتل ویرانی میں سونپا تک
میری راجستانی کہتے ہیں؟“ اس نے قریب سے گزرتی اور
لڑکیوں کو طلب کر کے ان سے مدد مانگنا لگا۔
”سنا ہے۔“ لڑکیاں سوچ میں چلی گئیں۔ ”ہم بھی
قائل ویرانی ہی استو جس میں لیکن ہمارے بیچ میں سونپا ہم
کی کوئی لڑکی موجود نہیں۔“ آخر کار لڑکی نے اسے جواب
دیا۔
”اے سونی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ دیکھتے تو خود کئی

کرنے والے حیرت انگیز دوست تھی اور۔“ شاہ نے حیرت
تصنیع بیان کیا۔
”اب آج سے مٹا جائے گا۔“ وہ دیکھیں وہ
وہاں جوج کے لیے گروپ بیٹھا اس میں خود نیز اور نیز
فی شہر والی لڑکی شہر کوئی ہے۔“ لڑکی نے دلی کے
اشارے سے جتنی اس کی راہنمائی کی۔

”میں اس کے لیے۔“ لڑکیوں کا شہر اور اگر سنے کے
بعد وہ اس گروپ کی طرف بڑھ گیا۔ تانہ کی اطراف مار مار کر
اس کی نظروں کے مدار میں گئے۔ وہ کوئی رگت کے ساتھ
کسی قدر پہلے غور کی بانگ بھی لیکن انہیں اس سے کی گئی
تیار کی وجہ سے غامض خوش محسوس گئے۔ دلی کی۔ اس کے
ریٹش برادران بالی ہوئی تھیں کی کش میں بھرے ہوئے تھے
اور وہ، جس جوش و خروش سے شہر کو دلی کی پڑائی تھی
بھی اسی زور و شور سے دلی کی بانگ لیں رہی تھی۔ اس نے
چہرے پر اپنی کوئی تاثر نہیں خاص سے یہ اندازہ اور کتنی
قریب میں اس نے اپنے محبوب کو کھونٹے کا مدد سہا ہوا۔ وہ
بالکل ڈولنگ دلی تھی۔

”ابھی تک دلی کی کیا؟“ شاہ نے اس گروپ
کے قریب پہنچ کر یہ اندازہ دست کیا تو طلبہ کی توجہ کی اور
اس کی طرف متوجہ ہوئی۔
”میں آپ سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا
ہوں۔“ شاہ نے بے ارادہ اس کے مطالبہ کی بات کی۔
”وہ کس لیے؟“ اس نے غلطی سے غور سے جھڑپ
نے سرد لہجے میں یہ پوچھا کہ گروپ میں موجود لڑکی کی جگہ کا
کاغذ اتر آئے تھے۔ کسی ایسی لڑکی کا پتہ گروپ کی لڑکی کو اس
طرف کا طلب کرنا یقیناً ان کی غیرت کا مسئلہ تھا۔

”فی الحال آپ میرا کارڈ لے لیں۔“ مستعد میں آپ کو
دیا اور کہا۔ ”پتا زور، لڑکیوں اور دلی کی لڑکیوں کو
نظر انداز کر کے اس نے شاہ کی طرف اپنا کارڈ بڑھایا۔ اس
نے کارڈ کے منہ و محبت سے چہرے کو اس کا رو بہ دل کیا۔

”اوکے۔“ آئی ایم ریڈی۔“ تم لوگ لیکن دلی میں دلی
ان صاحب سے بات کر کے ابھی آتی ہوں۔“ اس نے کہا
اور اچھ کڑی ہوئی۔ اپنے شہانہ انداز کے باوجود وہ
پُر اعتماد اور کسی قسم کی مہم رست کا شکار نہیں تھی۔ اپنے
جیسے اور انداز سے وہ جس کلاس کی ٹانگہ دھڑکی ہو رہی تھی
اسے شاہ نے سمجھتا تھا۔ اس نے شہر دلی کی خبر دے دی تھی۔ ایک
معمولی انجینئر اس کی کلاس سے تعلق رکھتے۔ ان کو اس کا
پانے کی بجائے اوقات ہی کہاں دیکھتا تھا کہ وہ اس سے

گھبراتی۔ وہ دونوں شانہ بشانہ پہلے کھینچے تھے یا تک
تھے۔
”میں آپ سے شہر شاہ کے حلقہ کچھ جانا چاہتا
ہوں۔“ وہ دونوں لوگ کی ہونٹیں ملے گراہک دوسرے کے
مقابل پہلے شاہ نے اس سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔
”ایک شہر کا فطرت اور چاند بندہ تھا۔“ شاہ نے حرف
سوئی نے بڑی بے ساختگی سے جواب دیا۔

”اس کے باوجود سنا ہے تم دونوں میں بڑی گہری
دوستی تھی؟“ شاہ نے اسے کچھ بھی نظروں سے گھورا۔
”دوستی میری بڑی لڑکیوں سے ہے۔“ اس نے بے
نیازی سے شاہ سے ان کا اسے اور کوک کا ایک ٹوٹ بھرا۔
”لیکن میری معلومات کے مطابق شہر شاہ سے تمہارا
تعلق دلی سے لڑکے کا تھا؟“ شاہ نے اس کی بے
نیازی کے خول کو توڑنا چاہا۔

”میں ایک دوسرے سے فطرت کر رہے تھے۔“ شاہ پر
کوئی تاثر نہیں ہوا۔ اس نے پھر دیکھ کر بے گناہ۔ ”کیا میں
پر جو سنی دلی کی شہر کہ آپ مجھ سے کیا جانا چاہتے ہیں؟“
پوچھنے کی بجائے پھر اسے دلی کو اپنی غرض دلی انھوں سے
پوچھتے ہوئے اس نے شاہ سے دلی کو ایک لہجے میں پوچھا۔
”میں شہر شاہ کی خود دلی میں پر کام کر رہا ہوں۔ اس
کے ایک قریبی عزیز نے قتل کا شکار کیا ہے کہ یہ خود دلی کا
حلقہ نہیں ہے چنانچہ میں ان قریب اطراف سے نکلتے
کر رہا ہوں جن کا شہر شاہ سے قریبی حلقہ رہا ہو۔“ اس لڑکی
کی کڑواہٹ و نفیست نے شاہ کو مجبور کر دیا کہ اس سے کھل کر
بات کی جائے۔ اس کی بات میں گناہ کے ہوشہ بھی تھا۔
دلی انداز میں سڑکے۔ پھر دلی۔

”لیکن نے یہ قتل کا شہر نے اپنی راہنما کا پر غائب
اور گولیاں لگا کر خود کشی کی ہے اگر وہ دلی اور انداز سے بنا
جاتا تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کی موت میں دلی کا ہاتھ ہے لیکن
خارج سے وہ بیان دے رہا تھا دلی آپ کو وہاں جا کر اسے فینڈی
کولیاں میں کھا سکتی تھی۔ وہ وہ فیمر کا نام ان کا ہے ایک
کیسٹ تھا؟“ پھر سوچی انداز میں پہلے بولنے اس نے
آخر میں تعجب ہی پائی۔ جواب میں شاہ نے اکتاہٹ میں سر
بازیا اور دلی زور زور سے کوشش دلی تو اس کا سوال دلی آپ کے
بار سے میں تھا۔

”دلی آپ۔“ شاہ نے بنا دلی مہم۔ ”وہ ایک احمق
اور بد بانی لڑکی تھی جس سے شہر شاہ جیسے فطرت
سے محبت کرنے کی فطرت کی اور لڑکی پوٹ کھائی۔“

بے ضمیر
”اور انھیں سے بنا۔“ شاہ نے بے یقینی ہوا۔
”وہ ہمارے ہی پارکسٹ کی اسٹوڈنٹ تھیں۔ والد
کسی لہجے میں لڑکے کہ اس لیے اسے اپنے شہر انخراہات
برداشت کرنے کے لیے پونہ دلی کے بعد کئی نوجوانی
پڑھائی چھٹی تھی اس کے باوجود وہ ایک ذہین طالبہ ہے
اور بیش فائیاں کامیابی حاصل کرتی رہی ہے، اس کی خوشی کی
وجہ سے شہر نے اسے اپنی محبت کے چال میں بھنسا یا اور
جس سے بے غیر محبت کے اس کے تیار کر دے لوگ اور
اسا شہر پر احمق حاکم کر رہا۔ بات صرف یہیں تک نہیں
تھیں بلکہ دلی آپ کو بھی ہے۔ یہی اسے اپنی محبت کی گمانی سے
اپنے شہر میں دلی رہتی تھی۔ اس کی اس دلی اور سادگی
کو دیکر شہر جیسے بے غیر آدمی کو بڑے حوصلہ نادر و حیرت
سے باہر ہونے والی بات تو اس میں سے کسی ملاقات میں اس
پہلے دلی آپ کو جیسا ہی طور پر بھی حاصل کر لیا۔ دلی آپ کی
بدتمیزی کہ اس کی یہ فطرت وہ تھیں۔ کتا بھی اور جب اس نے اپنی
حالت کا ذکر کرتے ہوئے شہر سے شادی کا حکم لیا تو اپنی
بھینچوں اس کی داستان سنا کر اس نے شادی سے انکار کرتے
اور دلی آپ کو بارش کا مشورہ دے دیا۔ دلی آپ اپنی
محبت کی انتہی کو سنا نہیں جانتی تھی لیکن عزت بچانے کے
لیے اس کے پاس اس کے کوئی راست بھی نہیں رہا تھا۔
اس نے اپنی ایک شاہی شہر دلی کر کے جو کہ اس کی بہت گہری
دوست تھی کئی کئی کھوکھلا کر دلی آپ کو اس کے خلاف سے
بارش کر دے۔ اسے میں کا یہ ہوئی تھیں کہ تم زور زور ہو گیا
تھا اس لیے یہ کام بہت مشکل ثابت ہوا اور دلی آپ کی محبت کو
شہر یہ نقصان پہنچی۔ اس کی لڑکی نے دلی آپ کے والدین
سے اجازت لے کر کئی روز تک اسے اپنے گھر میں رکھا۔
انھوں سے اس دنوں اس کے شوہر اپنے آپ کی طرف سے
لاہور تھے ہوئے تھے اس لیے یہ کام خود بخود ہو چکا تھا۔
تقریباً دلی دن کو ان کے گھر پہنچے کے بعد دلی آپ اپنے گھر
واپس آگئی تو پہلے پھر نے اسے دلی تو ہو چکی لیکن دلی آپ اور
جسالی حالت اس میں کئی کئی دلی جی جی کر پائی۔ گھر
والوں سے اس نے یہ بہانہ بنا کر کہ لڑکی کے گھر سے
ہوئے اسے اس کا شہر دلی ہو گیا تھا اس لیے صحت خراب ہو گئی
ہے۔ تاہم کئی دن کے علاج کے نام پر وہ دلی دلی کو اسٹال
کرتی رہی جو اسے فینڈی ڈاکٹر نے دلی میں۔ شہر کو اس نے
فونی پر سب بتا دیا تھا۔ کئی کئی دلی کی مختصر بات چیت
ہو جاتی تھی۔ شہر نے اسے دلی اس کا تھا کہ وہ اپنی صحت مکمل
بھال ہونے تک گھر پر قرا رہ کر رہے۔ یونہی دلی کی مجنوں

f PAKSOCIETY

PAKSOCIETY

PAKSOCIETY

بہت جگہ جاتا تھا۔

"مردوں کا ٹھکانہ یہاں ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ سیاسی پارٹیوں کی ایسے عرصوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ایسے لوگ رگڑائی میں آج بھی جا رہے تو جیسے ان جیسے غیبتی جوڑ ہوتے ہیں اس لیے انہیں روز کوئی ضرورت نہیں ہوتی کہ ایسے سرکس محفروں کو کام ڈال کر رکھیں۔" بار بار دہانے ایک عقل حقیقت بیان کی کہ واقعی وہ ان میز پر پھر مختلف پاسے دکھائی دیتے تھے۔

"اے آپ مجھے بتانا پسند کریں گے کہ آپ نے کس طبقے میں اپنے گھر کو قائم کیا تھا؟" جیسے اور دیگر لوازمات سے انصاف کرتے ہوئے پوچھا: "آپ جیسے دور کرنے کی کوشش کی تو شاید نے اسے ساری تفصیل بتا ڈال۔" پھر ان کا کادو بھی نہیں تھا بعد میں ہاشم کی زبان کی اسے سب معلوم ہو جاتا۔

"ہاشم! تم کبھی کبھار بڑے۔ میں اس کے مسائل سے ابھی طرح واقف ہوں۔ وہ کل کر بھانجے رہی کام کرنے والی ہے۔ اس لیے واقعی اس کا اس شخص سے کوئی تعلق نہیں آتا۔" ساری بات سن کر بار بار دہانے ہاشم کی حمایت کی۔

"ہاں، میرا بھی یہی اندازہ ہے۔ اسی لیے میں نے اس کو کہہ جانے کی اجازت دے دی ہے۔" شاہد نے اس کی تائید کی۔ بار بار دہانے ہاشم کے ساتھ تھانے سے روانہ ہوا تو خوش گوار سوز میں قیامت شاہد کے ماتھے پر ٹھکنوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ اس کی چوٹی میں کہہ رہی تھی کہ میری سوت سیدھا سادہ خود کشی کا کس نہیں ہے لیکن ابھی تک جگہ جگہ ہاشم کی جاکلی لے کر بیٹھ گیا۔ خاک میں میری پرست بارہم پر پڑا۔ وہ تو۔ کا خطرہ اور دیگر تمام ضروری معلومات اور سچ جیسے۔ ایک سیکٹر پر ڈکڑا دینے تک گیا۔ اس سے قبل اس نے اس بات کو نوٹ نہیں کیا تھا۔ قوت کرتے ہی اس کے وجود میں مٹی سی اور لڑکی۔ وہ فوراً اپنی سیٹ سے اٹھا اور تھانے سے روانہ ہو گیا۔ اس نے اس وقت مٹی پر نہیں پوچھا تھا کہ کتنا دھڑکی تھی۔ چنانچہ جب اپنے غلوں پر اسپتال پہنچا تو اسپتال کی انتظامیہ ملاقات کا وقت نہ ہونے کے باوجود اسے راند کے کمرے میں جانے کی اجازت دینے پر مجبور ہو گئی۔ کمرے میں راند کے ساتھ ایک غرض انجام تک نہیں جکی ہو جوتھی۔

"اوہو شاہد! مجھے پروفیسر صاحب نے بتایا تھا کہ تم اپنی والدہ کے ساتھ ملاقات کے لیے آؤ گے لیکن تم آکر کیلے

ہی نکلے آ رہے ہو؟" راند نے اسے دیکھ کر خوش گوار انداز میں کہا۔ شاہد نے غصے کیا کہ اس کے چہرے پر پتھر کے آگے آ رہی لیکن حسب معمول وہ اٹھ بیٹھ میں تھی۔

"میں سیدھا تھانے سے یہاں آ گیا۔ اس لیے اکیلا نہیں لاسکا۔ پھر کسی دن لے آؤں گا۔" شاہد نے اسے جواب دیا اور سب کی کات کے پاس جا کھڑا ہوا۔ کات میں سہری ہاتھوں اور صاف رنگت والا ایک کول کو کھنا سا چھپے ٹھہر سورا تھا۔

"سسر! کیا آپ کو دیر کے لیے کمرے سے باہر جا سکتی ہیں۔ مجھے سسر راند سے کچھ ضرورتیں بتائیں گئی ہیں۔" بچے پر نظر میں ہانپے ہوئے اس نے ترکی سے کہا تو وہ خوش اخلاقی سے "شیدو سر" کہتی ہوئی باہر نکلتی۔ البتہ راند کچھ تیراں نکل آ رہی تھی۔

"بچہ تم سے اور پروفیسر صاحب سے خاصا جھگڑا ہے۔ تم کس پر گیا ہے؟" ترکی کے باہر جانے کے بعد شاہد نے جھجکا کا آواز کیا۔

"جھما! پروفیسر صاحب تو کہہ دیتے تھے کہ اس کی آنکھیں اور لب لہجہ میری طرح ہیں۔" راند نے کچھ ٹھکرے چراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں، شاید۔ لیکن چائیکس کچھ ایسے تھے کہ وہ کچھ ٹھکرے شاہد کو خیال آ گیا۔ "شاہد نے اسی اجابت پر جملہ کیا کہ راند خود کو سنبھال نہ سکی اور اس کے چہرے پر کچھ بڑبڑا گیا۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" پھر توجہ کے بعد اس نے گائی آواز میں پوچھا۔

"میرے شاہد! کی خود کشی کے کہیں میں کچھ ایسا یا تھا جی نہیں میں نے پہلے نظر انداز کر دیا تھا لیکن ہر طرف دوڑ بھاگ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں نے اس کیس میں چند سائے کی باتیں خطرہ انداز کر دی ہیں اور یہ خیال ہے ان باتوں کی تم سے براہ کرم کوئی وضاحت نہیں کر سکا۔" شاہد کات کے پاس سے ہٹ کر راند کے کمرے کے ساتھ دھکی کر رہی پڑا جیٹا۔

"میں کچھ نہیں چاہتی۔" راند کا اضطراب اس کے چہرے سے ظاہر تھا۔

"میرے شاہد! نے آزاد کے شربت میں خواب آور گولیاں ملا کر پی ہیں اور تمہارے پاس شربت کا پوچھنا سوچ رہا تھا۔"

"کیوں اکی غاص بات نہیں ہے۔ یہ قلعہ مار کیت میں عام مکتا ہے اور میرے خود بھی فریہ کر لاسکا تھا۔" شاہد کی

بات ختم ہونے سے اسی راند نے تیر آواز میں اسے ٹوکا۔

"ہاں! لیکن جیت اتھیر بات ہے کہ میرے شاہد کے کمرے میں کئی شربت کا جادو پڑا ہے جہاں تک کہ سائے میں کچھ سا اور نہ ہی ایسے آجہائے جن سے غصے ہو کر اس نے کمرے میں شربت تیار کیا تھا۔ کچھ ایسا تو نہیں کہ اس راند کے لیے تمہارا بچہ استعمال کیا گیا ہو؟"

"نہیں ممکن ہے۔" راند کی طرف سے صبر پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ وہ آواز دہا کر بار بار جان استعمال کر سکتا تھا۔ راند نے تھوک جھٹے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں، ویلوان لیا کہ اس نے شربت تیار دے کچھ میں تیار کیا تھا لیکن ایک اور بہت عجیب بات ہے جی کہ شربت میں شامل خواب آور گولیوں کی قسمی سمیر کے کمرے کی میز پر سے ہی اسی جی بقی اس نے وہ گولیاں اپنے کمرے میں ہی شربت میں شامل کی ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ میں شربت کے کچھ اس پر تو اس کے نظر پر نہیں لے لیکن خواب آور گولیاں لی شیشی پر ایک بھی دھکر پڑت نہیں تھا۔ اب یہ تو ہو

انہیں ملکا تھا کہ میرے شاہد میں گولیاں شامل کرنے کے بعد شیشی پر سے اپنے دھکر پر نہیں ملتا تھا۔ اسے اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ کام تو ہی کر سکتا تھا جو اس کے کئی کو خود کشی کا رنگ دینے ہونے کو خود کچھ چاہتا اور یہ کام صرف دو افراد کر سکتے تھے۔ ایک تم اور دوسرے پروفیسر صاحب۔ اب تم مجھے بتاؤ کی تو تم دونوں میں سے یہ کام

کس نے کیا تھا؟" اپنے دفتر میں تیز کر لوت کیے جانے والے ابھی تھے کہ راند کے سامنے بیان کرتے ہوئے شاہد کا ہر ہتھ سخت ہوتا چلا گیا۔ اس کی بات کے اختتام پر راند نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور سنبھک مسک کر روئے تھی۔

"مجھے بتاؤ راند! آج جانے کے بعد ہی میں فیصلہ کر سکیں گا کہ تمہیں کس حد تک رمانت دینی چاہی ہے۔"

ان بار شاہد نے تھوڑے عرصے میں اسے بتایا۔

"مجھے بتاؤ! آج جو کچھ ہوا اور اتنا شرمناک ہے کہ میرے لیے زبان نہ لایا بھی مشکل ہے۔ سچ ہے کہ اگر پروفیسر صاحب کی رائے ہوتی تو میں خود سوت کوٹنے کا فیصلہ نہیں کرتی تھی کیونکہ میری سوت ان کی تکلیف اور بڑی کا باعث بن جاتی۔" بھرائی ہوئی آواز میں ہوتی دوسے ہاتھوں پر لگ رہی تھی۔

"خاموش رہنے سے کچھ تمہارے دل کا پتہ پڑتا ہے۔"

اسے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ انسان اگر اپنی عقلی کامیابیوں کو لے

تو اس کے دل پر سے ہر جگہ ہو جاتا ہے۔" شاہد نے اسے سمجھایا۔

"پروفیسر صاحب کی جوتھی کے مقابلے میں مجھے ساری زندگی یہ یاد تھا کہ حضور ہے۔" اس کا انداز خوش تھا۔

"میری کچھ نہیں آتا کہ جب تم پروفیسر کا سران سے آتی تو زیادہ محبت کرتی ہو تو پھر تم سے اکی بڑی غرض کیسے ہوتی؟ اکی محبت کے ہوتے ہوئے بے وفائی کی کچھ نہیں کیسے نکلی؟" شاہد کا لہجہ جارحانہ ہو گیا جبکہ راند چپٹی چپٹی نظروں سے اس کی طرف دیکھتی تھی۔

"تم تلا کلام دے دو۔" اس نے کانپتے لہجے سے اس کی تردید کی۔

"کیا غلط کچھ ہوا ہوں آکھ یہ غلط ہے کہ یہ پروفیسر کا سران کا نہیں بلکہ میرے شاہد کا ہے۔" کات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہد پت پڑا۔ "کیونکہ تو اس کا ذوق این اسے گروا کر یہ بات ثابت کر دوں۔"

"میں کرو شاہد۔ مت کرو ایسی باتیں۔" راند نے مذہم حال ہی ہو کر گئے پھر رکھ دیا۔

"میں پروفیسر صاحب سے بے وفائی کا قصور بھی نہیں کر سکتی۔ میں نے اس سے ایک حقیقت ضرور چھپائی ہے لیکن بے وفائی کا الزام دیکھ کر میری اس سے قیامت محبت کی تین کرد ہے اور جو روز اول کی طرف آتا ہے صرف اور صرف پروفیسر کے لیے ہے۔" وہ بہت آہستہ آواز میں بولی رہی تھی۔

"تو تم بتاؤ کہ کچھ کیا ہے۔" چہرے سے ہٹائے بغیر میں حقیقت تک جیسے ہاتھوں کا۔ اس کی حقیقت سننے شاہد کہ ہے بس کر دیا۔

"سچ میں دیتا ہے کہ میرے شاہد کو پہنچانے میں ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی۔ اس کی ظاہری شخصیت سے دھوکا کھا کر ہم نے اسے کوئی اختیار سمجھا اور اس نے اس اختیار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دن تمہاری میں مجھے براہ کرم ڈالا۔"

میں اپنی اس برادری پر خاموشی سے دیکھتی لیکن مجھے معلوم تھا کہ پروفیسر صاحب اس صدمے سے بالکل لوت جا چکا تھے۔ کچھ بھی مزے لے لیے ان کی موت کی رفاقت میں رہت بہت بڑی ذہنی اذیت ہوتی ہے۔ میں نے اس اذیت کو قبول کرتے ہوئے انہیں اس میں جلا اوستے سے بھالایا۔ اس عاصفے کے بعد کئی روز تک سخت اذیت میں رہی۔ صدمے نے مجھے بچا رہی کہ ڈالا لیکن پروفیسر صاحب کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے میں نے خود کو مضطرب لایا۔ البتہ تمہارا ذکر کیسے ہوگا اس واقعے کے بعد مجھے میرے لیے سخت ہو گئی ہوگی۔

جاسوسی ڈائجسٹ - 253 - نومبر 2014

حقیقت ظاہر ہونے کا خطرہ نہیں مولیٰ نے کبھی قیامِ خیمہ کی
فرمائش پر اس کے لیے آؤ کا شربت بنا کر اس کے گھر لے
جھا لے جایا کرتے تھے اس نے ہی اس میں شہابِ آؤ
گولیاں ڈالی تھیں۔ پر قیصر صاحب اس وقت اپنی اسٹوڈیو
میں مصروف تھے اس لیے اتنا غلظت نہ ہو سکا۔ قیصر نے شربت
کے بہانے مجھے ایک بار گھر ورتا گئے کے لیے بلایا۔ اتنا
بے بسی کی نرا کرکٹ کا خیال کرتے ہوئے میں اس کے سامنے
نکلنے کی تیاری میں ہی وہ اس سے اچانک کہہ دو اپنی زبان بعد کے
قویٰ اسٹند و اس کا بیڑا لپٹا لیاں گی۔ وہ میرے اس طرز
زیر ہونے پر خوش ہو گیا اور مجھ سے شربت لی لیا۔ وہ اس
پر سے اپنی انجیوں کے نشان میں نے پہلے ہی ستارے تھے
تاکہ بعد میں جب اس کی موت کے مسئلے میں حقیقت میں
تو میرا کوئی تعلق سامنے نہ آئے۔ مجھ میں ایک مرتبہ
بے گری کی بھی اور وہ ٹوٹے جھٹے بعد میں اس سے بے خیال
تھی۔ سنی پک چڑی فیش میں میں نے کچن کے کام میں
استعمال ہونے والے باربر کے دستاں پہن کر گولی لگائی اور
پہرہ بھی دستاں پہن کر حق قیصر کی موت کے بعد اس کے
گھر سے میں نکلاؤں گی۔ میں نے پہلی گولہ لگائی تھی کہ اس
کی گولہ لگائی کا رنگ دیکھ سکوں۔ ابتدا میں میں کامیاب
میں رہی لیکن آخر ہر قسم حقیقت منہ پہنچائی گئی اور اب بقایا
تو خون کے تار سے بڑے کرتے چاہو وہ تھکن پڑ کر ہو کر کسی
میں بدلتی ہے پہلے میں اپنی جان و تپا پند کر رہا تھا۔ مجھ
میں اپنی موت نہیں ہے کہ انہی کا رنگ مانچو لے کر مجھے قیصر
صاحب کا سامنا کر سکوں۔ وہ مسلسل بولتے سے بے حد
تھک گئی تھی۔ چنانچہ آؤ اس سے بدست بہت دانی لگائیں
اس کی دیران انجیوں میں اس کا مادہ کسی پلانٹ مزم کی طرح
تحریر اور وہ واقعی وہ سب کر گزارے گی جس کا اس کے
سامنے اٹھ کر رہا ہے۔ اس وقت وہ اپنی کیفیت میں تھا
کہ وہ دوا بھی ترک کر رہی تھی۔ شاید وہ اس سے خوف بھی
محسوس ہوا اور اس کی پروفیسر سے بے مدد محبت کا کچھ محسوس
میں اور ایک بھی۔ یہ خود تھی انھیں میں نے قیصر کا مرانا کی
محبت میں بٹھا ہونے والی اور انھیں اس میں خود سے گواہی کے
کے مشق میں ڈوب چکی تھی کہ میان گواہ اور چاہا اس کے لیے
محسوس ہوا تھا۔ وہ تو کوئی ایسی کامیابی نہ تھی کہ چلوں
میں پہنچوں میں اس کی پرستش کرتی رہی تھی۔ شاید اس وجہ کی
پرستش میں مدافعت کی جرات نہیں کر رہا اور غاصب سے
پاس سے باہر نکلا گیا۔

حاجیه سی ڈاٹ جیٹ - 25 - نومبر 2014ء

بہت شرمندہ ہوئی تھی اور اس نے اُٹھ کر کیا تھا کہ وہ شادی کے بعد بھی اپنی مائیت جاری رکھتی۔ شاہ نے پہلے اسے روکنا چاہا لیکن پھر یہ سمجھنے کے بعد کہ یہ نوٹین کے لیے اپنی عزت و دور کا سوال ہے، نتیجہً زناں روک کر نوٹین نے اسے صاف الفاظ میں بتا دیا تھا کہ اس کی بات نہ ماننے کی صورت میں وہ خود شادی سے انکار کر دے گی۔ شاہ اسے کبھی صورت خوب نہیں چاہتا تھا سو راضی ہو گیا۔ نوٹین مکر اور دفتر کے وہ برہمن تھی جو غریبی سے توازن رکھتے ہوئے سال بھر سے اس کی رہنمائی کرتی تھی اور اسے وہ سارے سکھ دے رہی تھی جس کی اصل کو طالب ہوتی ہے۔ شاہ چاہتا تھا کہ آج ان کی وید بحث ایسا مکر ہو جس سے اسی لیے نوٹین بھر تھو جتے اسے شام میں جھڑک لیتے پر درود سے دے رہی تھادور دو تاملی مار چلتے تھے۔

اندر اندر یہ تھا۔

”میں فرما رہی ہوں کہ اس وقت مقررہ کیا تھا۔ اب اس سے میں گھر پر گھر ہے۔“ ضمیر کے گیس پر پیچھے سے سے خلق اس کی توہین میں گرفتار نوٹین نے اسے اُسکاتے کے لیے ایک بار ہنر لعنتی سے کام لیا۔

”اس وقت نوٹین اس بار گھر آتا ہے۔ اب تو تم پر لعنت ہو جس کی گئی ہو۔“ خیر ادا دوسرے سے نواہ تو نوٹین اسے مقرر کر رہی تھی۔

”تب تک یہاں کبھی جو کچھ پر نظر دے کے تیر چاہتی رہی ہو، جتنے سے اندر ہوئی تھی بااورد نہ تھا اور نہ اسے پاس میں تو کمری سے نکال بھی سکتا ہے۔“ شاہ نے اسے پیچھا۔

”ایسے ہی نکال دے گی۔ نہیں دانے کی نئی نئی ہوئی۔ اسے ہی تیل میں بند کر دوں گی۔“ نوٹین نے چپک چپ کہ جواب دیا اور پھر اراضی کے اچھا کے لیے چڑھتی ہوئی دفتری طرف چل پڑی۔ شاہ نے اس کی اس آواز کو سن کر دیکھا اور گاڑی آگے بڑھادی۔ اس کا رخ چاہنے کے بجائے گھر کی طرف تھا۔ آج اس نے پھل لے کر بھی گئی اور اب گھر جا کر کچا ایسے انکشاف کرتا چاہتا تھا جنہیں وہ کچھ دفتر سے لوٹنے کے بعد نوٹین دیکھ رہا جائے۔ آج کے دن اسے تھک کر گئے کے لیے ایک خوب صورت میسر کو تو وہ پہلے ہی خرید چکا تھا۔ نوٹین ایک گھنٹ کی طر س اتی گئی۔ وہ اس گھنٹ کی بے قدری کیے کہ وہ جو اس نے ایک بے ضمیر سے تھکوا رکھ کر اسے صحت کی گئی۔

حاجیه سی ڈاٹ جیٹ - 25 - نومبر 2014ء



میں آنکھوں سے پھونک رہی تھی کہ کیا اس طرح بھی...
 وہ میں کو بچھتا ہے ابھی تک گی۔ ایک
 پرست کو میں اٹھانے کی کوشش میں
 اس نے گرا ہی دیا تھا۔ یہ پہلا اور
 آخری موقع تھا جب وہ بھانسنے سے
 قہر ادا تھا۔ عدلیہ سم کیا تھا کہ اس
 نے ہونے کے پاس باا اور اس سے کہنا
 نہیں چھوڑا تھا۔ جیسے ہی رہنا نہیں
 اور مصروف ہوئی وہ اس کے پاس آئی
 وہ اور پھر فرانت کھا کر اس کے پاس
 سے بھا۔ ذرا بڑے ہوئے اور سونا چلنے
 پڑنے کی تو خود عدلیہ کے پاس آجائی۔
 زبیر نے اسے اسکوئی میں داخل کرا دیا۔ سونا
 اس کے انتظار میں وہ پھر کو گیت کے پاس ہی
 رہتی۔ شام کو سند کر کے اس کے ساتھ چلی۔ اگر عدلیہ
 رہنا کے کسم پر اپنے کمرے میں رہنا تو وہ خود اس کے
 رہنا آجائی۔

جب ذرا خوش سنبھلا اور مستی فرق واضح ہوا تو اس
 نے ہر بیان ایک جھجک لیا آئی۔ اب بھی وہ بات کرتے
 رہے مگر ایک حد میں وہ مگر اور کھینچتا تو اس وقت چھوڑ دیا تھا
 اب مرنے میں سال کی ہوئی تھی۔ وہ بھانسنے اس پر سختی کی
 تھی۔ شوروں پر آجائے اور جھجک لیا آئی۔ عدلیہ کی خواہش
 تھی کہ وہ ایم بی اے کے لئے لی لی اسے تازہ میں وہ عدلیہ
 نے مگر زائد سے اسے لی کام کا کیا تھا اس نے خاموشی سے
 ادا کر لیا۔ یہ تو وہ نہیں میں کچھ کیا تھا کہ اسے یہاں
 صرف کھا و مروت میں رکھا ہوا ہے اور وہ ایک حد سے بڑھ
 کر اس کے لئے کچھ نہیں کریں گے۔ ایم بی اے کی تعلیم
 لینے ہی بہت مشکل تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ مگر کچھ نہیں
 سے بعد چاہ کر گئے گا اور پھر اپنے ہی پر اعلیٰ تعلیم حاصل
 کرے گا۔ ایک نئی طریقہ تھا کہ وہ معاشرے میں اچھا
 نام حاصل کرے اور پھر اس کا کچھ ٹانگہ سکے۔
 مگر کچھ نہیں کا امتحان وسیع ہی اس نے خود کوئی کی
 ترقی شروع کر دی۔ اسے اس سے غرض نہیں تھی کہ کوئی
 سہا جاتی ہے اور وہ اس کام کا چاہتا تھا جس میں اسے کچھ نہ
 مل جائے۔ اسے ایک بڑے اچھا مفصل اسٹور تھا
 اور صحت میں کیونکہ وہ اس کام کا تھا اس لئے اسے کیش کا کوئی
 پتہ نہ تھی۔ اسے ایک نئے مکان اور ایک نئے شام کی شقت
 میں کام کرنا پڑا تھا۔ ان دنوں میں کی شقت تھی۔ آج اسے

سیرورق کن دوسری کتابیں

کاشفہ راز سیر قسمت آزما

روشن اور غیر انا مستقبل نظر ہا پر شخص کا میریت خواب
 پوتا ہے... مگر کچھ لوگ ان خوابوں کو اپنے جسم و چار...
 زمین و دل کا ناگزیر حصہ تصور کر بیٹھتے ہیں... رچ بس
 چاہنے والے کو داروں کے گرد گھومنے ایک تہی فتنہ صحر...
 ان کے نزدیک شاندار حالت ہیں نہیں... مستقبل بھی
 شاندار ہونا لازمی تھا... یہ بڑا آہنگوں اور خرد...
 خوابوں کے حصول نے انہیں ایک ایسی سمیت
 دھکیل دیا... جہاں سے برائی اور جدم کی راہ پر چلتا
 لڑا بھی دشوار نہیں رہا... پہلا قدم ڈھکیا...
 اس کے بعد ہر قدم آسان ہوتے چلے گئے...

قسمت سے سیر و آزما کھلاؤ ریں کا

حسان لیا کھیل...

حساب تھی اور مگر کی کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ وہ اس سے
 مرنے کا کہنا نہ کر سکتے تھے۔
 عدلیہ کو زائد اور بھانسنے نے خوشی سے لہلہ نہیں کیا
 تھا۔ وہ کسی لڑکی جو کی طرف اس پر آئے تھا۔ وہ
 ناخواستہ تھی لیکن انہوں نے عدلیہ کی پرورش کی تھی۔
 کے مگر کے اوپر سے چھوٹے سے انور کے کمرے میں چھوٹے
 تھا جو کہ میں میں تندور کی طرح گرم اور مردوں میں اچھا
 سرد ہو جا تھا۔ اسکو سے آنے کے بعد وہ زیادہ تر اس
 کرتے تھے۔ رہتا تھا۔ اسے بلا وجہ سے آنے کی اجازت
 نہیں تھی۔ صرف تین وقت کھانے کے لئے وہ بچے آتا۔ اس
 کے لئے موسم کے لحاظ سے۔ صوفی کپڑے پہنتے تھے اور باقی
 چیزیں ہی عام ہی ہوتی تھیں۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ انہوں نے
 اس کے ساتھ کوئی تعلیم کیا۔ اس سے مگر کوئی کام نہیں لیا
 جاتا تھا اور نہ ہی اسے مار پیٹ یاہ زبانی کا نشانہ پڑا تھا۔
 اس کے ساتھ چھوٹی چھوٹی کچھ بہت سرد ہو گیا تھا۔ وہ مگر وہاں
 کے ساتھ کہیں آتا جاتا نہیں تھا اور نہ ہی اسے مگر آئے
 مہمانوں کے ساتھ آنے کی اجازت تھی۔
 اس مگر میں اس کی واحد بھور اور کسم تھا اس کی کڑوا
 مونا تھی۔ مونا اس سے دوسال چھوٹی تھی اور جب وہ اس کے

عدلیہ خوش تھا اور بہت مونس میں تیار کر رہا تھا۔
 آج اسے پہلی گواہی تھی۔ اسے چاہ کر کے ہونے ایک
 سہنا کر دیا تھا۔ وہ تیار ہو کر اس کے لی میز پر آیا تو زائد بچا
 اختیار پر رہے تھے۔ عدلیہ نے کہا۔ "چچا جان آج مجھے
 پہلی گواہی ملے گی۔"
 "مبارک ہو۔" زائد نے انہار سے غصہ سے بغیر کہا
 تو میز پر آجائے گا کی مونا نے عدلیہ کو مسخرہ خواہ غصوں
 سے دیکھا۔ مونا نے آجائے گا اور پھر اس کو کھانا دینے چلی
 گئی۔ قاف کے نشت سے صحت یاب ہونے کے بعد بھانسنے
 عام طور سے کمرے میں آجائے کرتی تھی۔ مونا، زائد اور
 رہنا کی دھوکہ دیتی تھی اور عدلیہ کا چیمبر تھا۔ اس کے
 ماس باپ اس وقت ایک ہم دھما کے میں رہتا سے نصبت
 ہوئے جب وہ صرف تین سال کا تھا۔ وہاں باپ کے ہمراہ
 میڈیکل شاپنگ پر گیا تھا جب پھر سے بازار میں ہم دھما کا ہوا
 اور مرنے والوں میں شاہ اور اس کی بیوی میسر بھی شامل
 تھے۔ عدلیہ بھلائے طور پر محفوظ رہا تھا۔ زائد، دیا میں اس کا
 سب سے قریبی رفیق تھا۔ اس لئے اسے ہی عدلیہ کی
 ذمے داری پوری کرنا پڑی۔ وہ عدلیہ میں کراری ماضی تھا
 اور اس کے مرنے میں چند سال باقی رہ گئے تھے۔

پہلی گواہی
 تھی اس اور بہت پر
 جوں تھا مگر زائد کے قافلے سے اس کا جوش غصہ پڑ گیا تھا۔
 اسے امید تھی کہ وہ کھائے گئے کا تو اس کا مدیہ اچھا ہو جائے
 گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ مونا شے میں شریک ہوئی تو زائد
 نے اچانک پوچھا۔ "گواہی کتنی ہے؟"
 "بارہ جزا۔" اس نے جواب دیا۔
 "اس کا مطلب ہے تم اب اپنے ہی ہوتے پر روکتے
 ہوئے زائد نے کہا تو اس نے اور مونا نے چونک کر ان کی
 طرف دیکھا۔
 "کی بچا جان... مہر لی... ایسا کی کہنا۔
 "تب تم اس سے میں اپنا بندہ بست کرو۔" زائد نے
 صاف الفاظ میں کہہ دیا۔ "تمہارے لگا سے مجھ پر جو
 ذمے داری تھی وہ اب پوری ہو گئی ہے۔"
 "ابو آپ عدلیہ کو یہاں سے جانے کا کہہ رہے
 ہیں؟" مونا نے بے یقینی سے کہا۔
 "بچا جان حیک کہہ رہے ہیں۔" عدلیہ نے غصہ کی
 سے کہا۔ "انہوں نے اپنی اسے داری پوری کر دی ہے۔
 میں اسی سے اپنا بندہ بست کروں گا۔"
 "ابو آپ کی کہہ رہے ہیں؟" مونا رو رہی تھی۔
 "عدلیہ کو یہاں کیا؟" میں نے پوچھا۔ مجھے وہ بھاری ہے۔"

f PAKSOCIETY

قائل نہیں ہو۔
"اگر آپ کی مراد تعلیم اور حیثیت سے ہے تو آپ مجھے کچھ ہلکت دیں اس کے باوجود میں آپ کے معیار پر وراثت اندوز تو آپ سے جگہ ہونا کا رشتہ بننے سے نہیں بچ سکے سوچ تو رہی یہ میرا حق ہے۔" مدہل کی کال بدلتی ہو گئی۔
"ڈیز چاہا جان، میں نے کبھی آپ سے بات نہیں کی۔ یہ حق تو مجھ کو دیا۔"
"ہیک ہے تمہارے پاس ایک سال کی ہلکت ہے۔"
"نواہد احمد کھڑا ہو گیا۔" اپنا گھر بتا کر وہاں ہی بڑا چٹاک میرا ہے اور کم سے کم اتنی آمدنی ہو چکی کہ میری ہے تو بھر آجاء۔ میں اللہ نہیں کروں گا۔"

"ایک سال۔۔۔" مدہل نے کہا جانا۔
"ایک سال بعد اسی جگہ آنا۔" زادہ نے اس کی بات بکٹ کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ مدہل انہیں جاتا ہوا دیکھ رہا تھا مگر وہ خود بھی کھڑا ہو گیا اور تجھے قدموں سے پارک سے نکل آیا۔ ایک سال کا مطلب تھا کہ زادہ نے اپنے حور پر اس کی ناک کی کھل بند بست کر لیا تھا۔ ایک سال میں اس کے لیے کہاں تک تھکا وہ اتنا بڑا کھڑا ہوتا۔ زادہ اس کی تلوار چپاس سے اوپر کی اور اس کے لیے یہ سب نکل حاصل کر چکا تھی بہت مشکل تھا۔ اس رات دو سو چار ہا اور بیڑ پر کر دیکھیں بدلتا رہا۔ مگر اس نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اگلے روز وہ دھو دھو کر اپنے سے پہلے شیش کے پاس کئی کال شیل کے جواب میں شیش اٹکھیں مگر وہ آج اور تے دیکھ کر جمائی لی۔

"اتنی سچ۔۔۔"
"میں تیار ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
"ہیک ہے، شام کو آنا۔" شریٹل ہوا۔
شام کو وہ ایک سو سو روپے کے ہوٹل میں بیٹھ تھے۔ شریٹل نے جانے کا آڑ دھار دیا اور تے کڑا دی کر کے نکال دیا۔ جیسے ہی اس کا اندکا رہ۔ مدہل نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔ "انہی کئی کو آنا ہے مگر ہم شاپنگ پر ہیں گے۔"

"کیا مطلب، تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"
"ابھی تم دیکھ لو گے۔"
شریٹل کا انداز اٹکے والا تھا۔ مدہل خاموش ہو گیا۔ ایک لمبی ان کی طرف آئی اور بے تعلقی سے کسی کچھ کران کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ نظر بچا رہی تھیں کہیں برسی کی خوب

"لیکن ایک بات کا خیال رکھنا تو دیکھو اور سنو وہ خبر دینا پڑی ہے۔ آگے نہ جاوے۔ میری بات سمجھ رہے ہو؟"
"ایک بار جاننے کے بعد انہی کا راستہ نہیں ہو گا۔"
"دوسرے میں پڑ گیا۔ یہ۔۔۔ وہ کچھ رہا تھا کہ کام ٹھیک نہیں ہے، دوسرے اور شاید جرم کے ذریعے میں آ جا ہوں۔ اس سے یہ بات ابھی تک دیکھ کر اس میں کسی کو نقصان نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ خود کو آدھ نہیں پار تھا۔ اس نے شریٹل سے کہا۔ "میں سوچ کر جواب دوں گا۔"
"ہیک ہے، تم اس طرح سوچ لو اس کے بعد جو فیصلہ کرو گے، بتا دو۔"

زادہ احمد دفتر سے نکلتے ہوئے پارک کے پاس پہنچا۔ وہ دیکھ کر اس کی پیٹائی پر لی آگیا۔ اس نے اپنے کالج سے ملنے ایک سال کی اور ان کے رشتہ ہونے کے بعد وہ پارک کے مدہل کی طرف آیا۔ مدہل کے سلام کا جواب اس نے سرد دھڑکی سے دیا اور ہوا۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"
"مدہل! آج آنا۔" پچا جان مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔
"تو کھڑے یہاں کیوں آئے؟"

"میں نے مناسب سمجھا کہ آپ سے باہر بات کر دوں۔"
"زادہ کچھ بڑا چٹاک رہا۔ مدہل کی گلا کہ وہ اس کی بات سننے سے انکار کر رہی تھی مگر اس نے سر ہلایا اور کھڑے ہو کر دھڑکی مار کر میں بیٹھے تھے۔ "بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"
مدہل نے جھٹ کی اور کہا۔ "پچا جان میں سونا کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

مدہل کا خیال تھا کہ وہ اسے میں آجائے گا کہ خلاف توقع وہ سرد رہا اور اس نے پوچھا۔ "کیا بات کرنا چاہتے ہو؟"
"شاید آپ جانتے ہیں وہی سونا کو پسند کرتا ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں آپ کی اور کچھ کی چیز نہیں ہوں۔"
"جب تم جانتے ہو تو پھر بات کرنے کا مقصد؟"
"مونا کو مجھے پسند کرتی ہے اور پھر پچا جان ہونے لگا۔"
"تو وہ کی ہے اور کیا اس کی ساتھی کرتی ہیں۔ حق دانی بات بھی مانت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم اس کے

مونا بھی اس سے ایک حد سے زیادہ بے تلف نہیں ہوئی۔ آجی میں انہیں اور بہت کچھ احساس ہونے سے پہلے کہیں بھی اس کے پاس نہیں ملے۔
مدہل جانتا تھا کہ اگر زادہ اور مدہل نے اس کے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیا تو اس سے انکار نہیں کر سکے گی۔ جب اسے یہ خیال آتا تو وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر چکا تھا اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اس کے پاس چلا جائے۔ اس دن اس نے اس سے محبت کیا اور وہ خود اس کے قریب محسوس کرنا تھا تو سونا بھی۔ اس کے ملا دو کر ایسا نہیں تھا جسے وہ اپنا کہہ سکتا۔ زادہ اور مونا سے وہ پہلے ہی اس میں ہو گیا تھا۔ اب اس کے پاس وہ ابھی رہا تھا کہ وہ خود کو ان کے معیار کے مطابق بنائے اور پھر مونا کا ہاتھ لائے۔

اس کے باوجود مدہل اس امید پر کوشش کرتا تھا۔ وہ آٹھ بجے تک اسٹور کی آبی کی کڑا اور پھر باب سے آگے نکلے بغیر جانے سے پہلے شیش کے پاس چلا جاتا اور اس سے بہت کچھ کہتا تھا۔ مگر اسے حور پر کسی اعتراض پر نہ دیکھتا تھا۔ چند لمحوں میں اس نے سونا کو اس کے لیے بہت کچھ کہہ لیا تھا خاص طور سے ہیک اور پچا جان کے سوت و سونے کے استعمال میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ مگر اس کی کوششیں اسے آ رہا تھا کہ اس طرح سے آدنی کیا جائے ہے؟ یہ پتہ نہیں دے رہا تھا کہ اس میں استعمال ہونے والے ایک دن اس نے شریٹل سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "اسی طرح استعمال ہوتے ہیں۔"

مدہل اچھل پڑا۔ "یعنی چوری۔۔۔؟ اور مردوں کی دولت آن لائن چھانا؟"
"خبر سے کیا بات ہے جس کی دولت آپ پر اتنے ہیں اسے بھی نقصان نہیں ہوتا ہے۔" شریٹل نے کہا۔
"ایسا کیسے ممکن ہے کہ آپ کسی کی دولت چھالیں اور اسے نقصان نہ ہو؟"
"کیونکہ عام طور سے ان کی دولت انشورڈ ہوتی ہے۔ انشورس کمپنیاں نقصان پورا کر دیتی ہیں اور اگر انشورس کمپنیاں پورا کریں تو ہیک پورا کر دیتے ہیں۔ آدنی نقصان میں نہیں رہتا۔"
"لیکن یہ سب ہوا کیسے ہے؟"
شریٹل نے پوچھا کہ انشورس سے اسے دیا۔ چاہے وہ درست آجائے آسان ہے کہ وہ مشکل ہے۔
"کیوں نہیں؟"

اسے علی طور پر کر کے دیکھا تو اس نے چرمین لکھ میں کہا۔
"تم نے تو کمال کر دیا۔ جو کچھ میں نے ایک ہفتے میں سیکھا تم نے ایک گھنٹے میں سیکھا۔ دوست نہیں کر کم اسی لحاظ کے لیے جیتے ہو۔ میں میرے ساتھ ایک میٹھا لگاؤ بھر دو تم کہان سے کہاں آتی جاؤ گے۔"
"لیکن ان سوخت و سیر کو استعمال کہاں کرنا ہو گا؟"
"یہ میں نہیں جانتا۔ میں بتاؤں گا۔" شریٹل نے کہا۔
"ابھی تم اس کی پریکٹس کرو۔ تمہارے پاس انٹرنیٹ ہے؟"

"کوئی بات نہیں، میرے انٹرنیٹ کے والی والی سے حثیت پر کر سکتے ہو۔ فائیت زیادہ دور نہیں والی والی کے مسئلہ و اپنا تک آجائیں گے۔"
مدہل ہچکچا ہوا۔ "یاد ایک مسئلہ اور ہے۔ میں ایک ٹاپ وہاں دیکھ رہی تھی۔ کتنی چیز ہے اور کسی نے غائب کر دیا تو میں کسے الزام دوں گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ جب میں باب سے آؤں تو لے جاؤں اور کچھ یا شام کو جاتے ہوئے فیسبل دے جاؤں۔ یہاں کام کرنا ہوں وہاں بھی نہیں لے جا سکتا وہ شریٹل لے جا۔"
"میں سمجھتی ہوں باہر جا ہوں۔" شریٹل نے سوچ کر کہا۔ "خیر یہ مسئلہ نہیں ہے، تم مجھے کال کر کے بتا دیا کہ میں فلیٹ پر ہی رہوں گا۔"
مدہل خوش ہو گیا اس کا مسئلہ حل ہو گیا تھا اور اسے اضافی آمدنی کی ایک راہ بھی مل گئی تھی۔

زادہ احمد سول سروسٹ تھا اور دارالحکومت میں رہتا تھا مگر اس نے گھر میں وہ ماحول نہیں دیکھا تھا جو اب یہاں رہنے والوں کا خاصہ بنا گیا ہے اور جو بار پر آڑا ہوا ہوا تو زندگی کا حصہ بنتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ دینی دار فاضل تھا۔ پھر وہ کسی کا مخصوص کردار اس کی ذات کا حصہ تھا مگر موانع ہونے کے باوجود اس نے بھی حرام کمانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ مذہب اور اس سے وابستہ اخلاقیات کو اہمیت دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مونا کی پرورش شرعی انداز میں ہوئی تھی۔ بارہ سال کی عمر سے وہ دونا بننے لگی تھی۔ آج اس میں دینے والی لائسنس یہ شیش پورا پہنچتی تھیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ زادہ اور مونا کا پاس اس سے کل جمل بھی تھا اور تے اس کے پاس سے اس کے پاس رہتا تھا۔ اس کا بیٹا اسکول اور کالج کی کڑا تھا اس میں جو وہی جیسے گھرانے سے نکل کر کچھ نہیں تھا۔ مدہل کے کزن اور ساتھ رہنے کے باوجود

قسمت آ رہا

سیرا کے اثرات سے لگدہا تھا کہ اس سے شوق نہیں ہے مگر اس نے ہنسا کہ میں پھر اس نے کہا "اگر یہ نہ مانا تو کیا میں خوش کروں گا؟"

شریئل نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تو جیسے تھا۔"

☆ ☆ ☆

مدیر نے ڈیوٹی آف کر کے کچھ تو کچھ پریشان تھا۔ آج بے بنا درش تھا۔ اس سے کبھی لیتے ہوئے دو غلطیاں ہوئیں اور غلطیاں بھی ساتھی ساتھیوں سے ملتی تھیں۔ اس پر ٹھہرنے پر اس نے غصہ کیا اور جہاز چلانے کے بعد اسے اطلاع دی کہ دم اس کی کڑواہ سے کالی جائے گی۔ مدیر نے پریشان ہو کر کہا۔

"سرخیں کڑواہ کیسے کروں گا؟"

"جیہاڑا دیکھو گے۔" غیر نے رکھائی سے کہا۔

"کام کے وقت جہاز اور یہاں کہاں ہوتا ہے۔"

"سرخسار اور میرے کاؤچر پر تھا اس لیے ایسا ہوا۔"

مگر غیر نے اس کے لیے جہاز نہیں تھا۔ مدیر کی منت حاضرت پر اس نے رقم دو اور جہاز کی قسطوں میں کاٹنے کا اعلان کر دیا۔ اور آخری سے لے کر کچھ کرنا تھا اس لیے زیادہ تر لوگ اس کی طرف آتے تھے۔ یوں اس پر پونہ بڑھ جاتا۔ اپنی انگریز کے سلاطین اور بدلتی کام نہانے کی کوشش کر دے۔ وہاں پر بادشاہ تھا کہ منت کرنے کا یہ صلہ نہ رہا تھا اور جو کام چری کرتے تھے وہ سب سے شہر اور بخیر تھے۔ دو چار بے آف کر کے کچھ اور سہری عروج پر تھے۔ اور پتے آسمان پر بادل تھے جو برسنے کے لیے تیار تھے۔ بد قسمتی سے آج وہ بھرتی لگا رہی بھول گیا تھا۔ بارش شروع ہوئی تو اس نے ایک واکن کے شیشے پتہ چلائی۔ اسی وقت ایک چوبلی کار آکر شیشے کے سائیلر کی اس کی فرنٹ سینٹر کا شیشہ لے گیا۔

"مدیر یہ تم ہو؟" کار سے سیرا کی آواز آئی۔

"کیسے اوشم، یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"پارٹنر کی دلچسپی سے لگ گیا ہوں۔" مدیر نے بولا۔ "تم کیسے ہو؟"

"فائن۔ آج سیرا سے ساتھ چلو۔"

مدیر نے جیڑی سے دروازہ کھولی کر اندر چلے گیا۔

سیرا نے سیرا کی بہت سے اور یہاں کوئی۔ اس کی سرخ نہیں آ رہی تھی۔

"اسی ملائے میں مشکل سے ہوتی ہے۔" سیرا بولی۔

"ارکائی نہیں چیک کر سکتا۔"

مدیر نے لوگوں کا سرگرم رہا ہے۔ ایک گھنٹے میں وہ اکھڑے مائل کر کے، ایک چارہ ہے تھے اور انہوں نے نیوٹی ۲۱ اور نیوٹی ۲۲ کو لٹا دیا۔ شریئل کا کہنا تھا کہ اس کا بھی نقصان نہیں ہو گا مگر اس کا کارڈ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ وہ جوت کر کے گاڑا ہوا تھا۔ اس نے والا وہ نہیں تھا۔ اس کے بعد چیک کی باتوں میں بھی اس نقصان کو بوجھ کر اس کی۔ درحقیقت اس کا نقصان نہیں ہو گا۔ سیرا اس نے "ہم نے منت میں ستانوں بڑا کی شاپنگ کر لی۔"

"لیکن یہ جرم ہے۔" مدیر نے غیر ارادی طور پر کہا۔

شریئل نے اس کی طرف دیکھا۔ "یہ جرم کیس ہے۔"

جرم اور دہشتہ جس میں آدھی پکا جائے۔"

"اس میں بھی پکا ہوا تھا ہے۔"

"اس کا امکان بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اس کی تو خبر تک نہیں آتی ہے۔" سیرا نے کہا۔ "ہم نے آج تک جرم کی کیا ہے اس کے بارے میں کبھی کوئی خبر نہیں آئی۔ کیونکہ تھے رائل کا نقصان اور وہ ہوا ہے، وہ خاموش ہو جاتا ہے اور چیک اور آؤٹ جس والے اپنی بڑائی کے خوف سے اسے چھپا لیتے ہیں، ان کا نقصان انہوں سے بچ رہا ہو جاتا ہے۔"

"جس کے بارے میں خبر نہیں لگ رہا ہے کہ یہ جرم ہے تو تم پولیس کے پاس نہیں جا سکتے۔"

"تم مجھ سے ہو گا۔" سیرا نے پہلی قیصر لہذا میں کہا۔ "اگر یہ جرم ہے تو تم بھی اس میں شریک ہو گا۔"

مدیر نے ناوش رہا۔ شریئل نے اسے قیصر کے پاس کارڈ دیا تھا۔ وہاں کر جاتے تھے تو شریئل نے اسے آواز دی۔

"یہ پانچاڑا تو لے گا۔"

مدیر نے کسی قدر ہلکا پھٹ کے ساتھ آواز دیا اور شاپرے کیا۔ اس کے جانے کے بعد سیرا نے شریئل سے کہا۔

"میں یہ جرم کا تو کبھی کرے گا؟"

"نہیں، یہ عام سا آدمی ہے تو کسی کے پاس جانے کی بہت نہیں کرے گا۔" شریئل نے چھین سے کہا۔ "یہ بہت کام کا آدمی ہے، اس سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔"

یہ سیرا کی آواز تھی۔

"راستی ہو گی۔" شریئل نے چھین سے کہا۔ "میں نے ہمارا ڈال رہا ہے، پہلی جگہ یاد رہتا رہے گی۔"

دیکھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ننگی اور بوجھ پچھ۔" سیرا نے ہلکا ہلکا طریق بڑھائی۔ آدھے گھنٹے میں اس نے اپنے لیے دو کام والے سوٹ لیے۔ ان سے پہلے کے وقت چیک اور جوڑے لیے۔ ان سب کو مل کر تقریباً چالیس ہزار تھے۔ شریئل نے اپنے لیے نیا آئی فون لیا اور پھر اس نے مدیر کے منہ کرنے کے بعد اس کے لیے ٹائیک کے جوڑے لے لیے۔ اب بنی تقریباً نوے ہزار تھے۔ شریئل نے کارڈ نکالا اور دو تینوں اور اس کے لیے کیش کاؤچر پر آئے۔ گاڑی ٹھہر گئی تھی۔

"چمچا۔" سیرا نے کہا۔ "جس کے پاس گاڑی ہے؟"

"گاڑی ہے۔" شریئل نے گاڑی آگے کیا۔ لوکی نے گاڑی لے کر مشین میں ڈالا اور مدیر نے چمچا۔

"نیم لپٹا۔"

"امان اللہ خان۔" اس نے جواب دیا۔

مدیر نے چمچا کر اسے امان اللہ خان کا کارڈ دیا۔

شریئل سے تصدیق کر رہی تھی مگر اس نے مطمئن ہو کر بر بلا دیا۔ "لیجیٹیم کوڈ نہیں۔"

شریئل نے سامنے لگنے کی پینڈ پر پچھ کر سترہ سو روپیہ کیا۔ آٹھ لاکھ تین لاکھ لے اسے چیک لیا۔ یہ ورنی قالی کیا اور رقم کی ادائیگی ہوئی تو پچھ کر دو تین لاکھ اس کی رسید لکھ آئی۔ سڑکی نے رسید نہ لے لی۔ "تھیک ہو۔"

جب تک یہ ملے عمل نہیں ہو گیا مدیر کا دل بھڑکی سے دھڑکا رہا تھا۔ وہ شاپرے دھانے باہر آئے مگر گاڑی میں آئے کر رہا ہوا تو مدیر نے مکان کا سائیلر لیا۔ شریئل نے چمچا۔ "جو کچھ ہے؟"

"میں کو تم نے ایک ڈیٹ کارڈ سے ادائیگی کی ہے، کیا کسی کا کارڈ تھا؟" سیرا نے ہاتھ لگ گیا ہے۔

شریئل سکرایا۔ "اس کا مطلب ہے تم نہیں جانتے۔"

"وہ کارڈ تھا کہ نہیں تھا؟"

"نہیں اور اس کا بھی نہیں تھا جس کا ڈیٹا اس میں موجود تھا۔"

سیرا مقب سے بولی۔ "یعنی کارڈ اور ڈیٹا دونوں چوری کے تھے۔"

"یہ کسے ممکن ہے؟" مدیر نے بولا۔ "میلو ڈیٹا حاصل کیا جا سکتا ہے۔"

"اس کی بھی پچھتائیں ہیں۔" شریئل نے کہا۔ "تم نے دیکھا ایک گھنٹے میں ہم نے لاکھوں پے کی شاپنگ کر لی"

سورت لڑی تھی۔ فٹوش کسی قدر کھڑے اور آنکھیں بڑی تھیں۔ اس نے پہلے سے چیک اپ کیا ہوا تھا اور نئے رنگ کے سوٹ میں اچھی لگ رہی تھی۔ مدیر کے لیے اس کی آمد غیر متوقع تھی۔ دو سو تین ہوا تھا کہ کوئی مرد آئے گا جو شریئل کیسے کیا صورت والا ہو گا۔ سڑکی تو خوب صورت اور کبھی سے بھی لکھ کر کرنے والی نہیں تھی۔ وہ ان دونوں کو دیکھ کر سسکائی اور پھر مدیر کے تاثرات جھانپ کر بولی۔

"ہائے، مجھے دیکھ کر حیران ہو؟"

"ہائے۔" شریئل نے کہا اور حیران کر دیا۔

"مدیر، یہ سیرا ہے اور میرا یہ مدیر ہے، سے لی ہمارا نام کو لیک۔"

سیرا نے ہاتھ آگے کیا تو اس نے کسی قدر جھجک کے ساتھ ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ بولی۔ "تم نے کی خوشی ہو گی۔"

"مجھے بھی خوشی ہو گی۔" مدیر نے کہا اور امتراف کیا۔ "میں اچھی حیران ہوا ہوں۔"

"میں مدیر کو دکھانا چاہتا ہوں کہ ہم کیا اور کیسے کرتے ہیں؟" شریئل نے کہا اور سیرا نے سر ہلایا تو مدیر نے محسوس کیا کہ شریئل کی حیثیت باقی نہیں تھی۔ کیونکہ سیرا نے کوئی امتراف نہیں کیا تھا۔ "کارڈ کہاں ہے؟"

"یہ رہا۔" سیرا نے اپنے منہ چیک سے ایک ڈیٹ کارڈ نکالا کہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ "اس کا پچھترہ سترہ ہے۔"

شریئل نے کارڈ لے کر اس کا جائزہ لیا۔ "نیم آٹھ سو ساٹھ آؤ۔" ہم ابھی ادائیگی آتے ہیں۔"

وہ اس سے نکلے اور شریئل کی اسپورٹس کار میں پہلے ایک اسے لی ایم چیک دیکھے اور پھر ایک اعلیٰ درجے کے شاپنگ سینٹر تک آئے۔ یہ سترہ سو شاپنگ کے لیے مخصوص تھا اور یہاں پر انڈیا جوتوں سے لے کر ہینڈ بگس تک سب دستیاب تھا۔ مگر سب بہت مہنگے تھے۔ شریئل نے مدیر سے کہا۔ "میں کچھ لیتا ہے۔"

اس نے کارڈ کو ہاتھ لیا۔ "میری اوقات نہیں ہے۔ میں تو یہاں سے راول بھی نہیں لے سکتا۔"

"نیم آٹھ سو ساٹھ۔" شریئل نے اسے آگے دیکھایا۔ "مجھ کو آتا ہے کہ تمہارے لیے یہاں سب فری ہے جو چاہے۔" مگر فری ہونے کی حد ایک لاکھ سے زیادہ نہ ہو۔

شریئل نے بے گنا تھے تھے وہاں۔ "تم ہاں تو نہیں کر رہے ہو؟"

"اس کا سوا نہیں ہے۔" شریئل نے سیرا کی طرف

قسمت ازما

سے پیش قدمی نے اسے نئے خدشات سے دوچار کر دیا تھا۔
فایت تک آتے ہوئے اس نے ایک فیصلہ کیا اور اپنے میں
بند جگر کر لے کر باہر آیا، اس کا رخ شریٹل کے فلیٹ کی
طرف تھا۔ اس نے کئی منٹ پہلے پہلی تو شریٹل نے دروازہ
کھولا۔ وہ حسب معمول ہونڈو گاڑا اور اس کے دوت اس
نے من گھڑی جی ٹی لگا رکھا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"تم آج کیسے راسخ ہو گئے؟"
"میں یہ ابھی کر لے آیا ہوں۔" اس نے جگر کا
شارپہ نکالے۔

"آؤ اندر آؤ، مجھے حق سے کچھ بات کرنی ہے۔"
شریٹل نے شارپہ نظر انداز کر کے کہا۔ "مدھلی نہ چاہئے ہوئے
بھی اندر چلا گیا۔ شریٹل نے سونے کی طرف اشارہ کر کے
کہا۔ "مختصر اور یہ یاد رکھنا چاہئے؟"

مدھلی نے سر ہلایا تو اس نے کیٹیل سے کافی تک
میں ڈال کر اس کے سامنے رکھی۔ "جیٹنی اور کریم اپنی سرخی
سے خالص۔"

مدھلی نے جیٹنی اور کریم ملائی۔ "تم کیا کہیں چاہتے
ہو؟"

"تمہاری سیرا سے ملاقات ہوئی ہے؟"
مدھلی نے سر ہلایا۔ "ہاں، دو گھنٹے راستے میں فی جی۔
لیکن جیٹنی کیسے پتا چلا؟"

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ جیٹنی دہشت گردی
پوشش کر کے کیٹنی میں سے اسے بتا دیا تھا کہ یہ بہت مشکل
ہے، ہم اس قسم کے کڑے نہیں ہوتے۔"

"آلی ایف سوئی میں نے تم سے کہا کہ میں تیار ہوں
اور پھر میں جیسے بہت گیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" شریٹل نے عجیب سے انداز میں
کہا اور اپنا کٹ کوٹ کی جیب سے ایک ہینول اٹال لیا۔
مدھلی ایک لمبے ٹولز اور کافی جھک کر گھرنے لگے۔

اسے اپنے کے بارے میں زیادہ علم نہیں تھا کہ اسے یہ
ہینول دیکھنے میں سبک لگ رہا تھا۔ "موسم سرد ہو رہا ہے۔
لیکن مجھے اس موسم میں ڈرائیو کر کے مزہ آتا ہے۔"

"باہر بارش ہو رہی ہے۔" مدھلی نے خشک۔۔۔
لیوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"ایسے میں مزہ دہلاؤ ہو جاتا ہے۔" شریٹل نے کھرا ہو
کر کہا۔ "ہینول پرستو اس کے ہاتھ میں تھا۔" آؤ جیٹنی۔
"میں یہ سن کر ہلا ہوا ہوں۔" مدھلی نے اظہار کرنا
دیا کہ شریٹل نے سائیکل اس کے بعد لے کر باہر چلا اور اسے

مناخ اسٹیکس لیے اور موسموں بدل دیا۔ وہ سیرا سے اس
کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ سیرا نے بتا کر اس کے ہاں
بے نہیں تھا۔ ایک منٹ سے پوچھ رہی تھی کہ میں سیرا
بٹ کر اسے پوچھتی تھی کہ اسے۔ تعلیم مل کر مرنے کے بعد وہ
جانب کرنی دیتی تھی، اگلی ہونے کی وجہ سے وہاں موجود
تاک اس پر دانت چکانے لگتے تھے جیسے وہ لاوارث مال ہو۔
اس نے کئی ملازمتیں بدل لیں اور ہر بار اسے لوگوں کے اسی
روپے کا سامنا کرنا پڑا۔ تب اس کی ملاقات شریٹل سے
ہوئی اور وہ اس کے ساتھ شامل ہو گئی۔

"آج میں بہت ابھی جگہ رہتی ہوں۔ بے شک
کر اسے ایک بے جگر دہلی کی جگہ سے پوچھ کر میں جیت اور
نی پاس پر دوس والے مجھ پر نظر میں لگا کر پیٹ رہے ہیں۔
میرے پاس گاڑی ہے، آؤ ابھی ہے اپنی سرخی سے اور
میرے کی زندگی گزار رہی ہوں۔"

"تم خوب صورت ہو جانا ہو، کیا کسی نے تم کو شادی
کی آخر میں کی؟"

"تم کہو گے مجھ سے شادی؟"
"میں نے مدھلی ایک لمبے ٹولز پر دیا کہ اس نے خود
پر تھا وہ لایا۔ "میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا تھا کہ میں اسے اور تو
پاہتہ ہوں۔"

سیرا جی۔ "میں نے نہیں نہ بھی یہ سوال کیا اس
نے یہی ساری کوئی نہ کوئی پتا نہ کیا صرف شریٹل نے اسے بتا دیا تھا کہ
وہ مجھ سے شادی نہیں کر سکتا۔"

"میں نے کہا نہیں کیا۔" مدھلی نے اظہار کیا۔
"یہ حقیقت ہے، میں اپنی کڑی سہا سے جیت کر رہا ہوں اور
میں صرف اسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

سیرا نے سیرا کے چہرے کا رنگ ایک بار پھر بدلا۔ "مگر وہ
مضبوط اور صاب کی مالک تھی، اس نے اسے میں خود کو کا دل بڑ
لیا اور مسکرائی۔ "جیسے تمہاری مرضی لیکن مجھے نہیں ہے تم جلد
وہارے ساتھ ہو گے۔"

"ممکن ہے کہ کوئی اٹال میں خود کو دہشت گردی نہیں کر
پار۔"

"میں پاس ہی رہتی ہوں۔ کیا خیال ہے آج رات
کہا میرے ساتھ گاڑی میں بہت ابھی لگ رہی ہوں۔"

"میں، میں بہت تھا وہاں اور وہاں جوک بھی نہیں
ہے۔" مدھلی نے اظہار کیا۔ "وہ موسموں کو دہشت گردی تھا کہ سیرا اس
کے گرد جال سا پھیلا رہی ہے جیسے اسے یہ صورت گھرنے
کے چاہئے۔"

نہ ہو۔ کیونکہ شریٹل دہشت گردی تھا۔ اس کے پاس وہ کر
مدھلی کو ابھی طرح اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے چاہئے کے

سے آگے کی طرف جھکی۔ "مگر ہم چاہتے ہیں کہ تم وہ دہشت
گدہ ہو جاؤ۔ تمہاری مالی مشکلات آؤ ہوں نہ۔"
مدھلی اس سے ٹھٹھکی چلائے پر پھر ہو گیا۔ "میں
معت کر رہا ہوں شاید مجھے کوئی ابھی باب مل جائے۔"
"ابھی تم بارہ ہزار لے رہے ہو اور اگر تمہیں دوسری
جانب مل گئی تو کتنی خواہش ہو جائے گی۔ چند ہزار بہت ہوا تو
میں ہزار۔"

"میں جانتا ہوں لیکن۔۔۔" سیرا کے آنے پر مدھلی
خاموش ہو گیا پھر اس کے جانے کے بعد اس نے دو ہزار
بات شروع کی۔ "میں نے کہا تھا میرے لیے یہ بہت مشکل
ہے۔"

سیرا نے چاہئے بنا کر اس کے سامنے رکھی۔ "لیکن
اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں اندر سے خود کو آگاہ
نہیں پار ہوں۔"

"تم مجھے اٹال دیکھ گئے اور۔" سیرا نے اظہار کیا اس کے
ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بے لکھی سے کہا۔ "اگر تم ہمارے ساتھ
آ جاؤ تو ہمارے درمیان بہت ابھی دوک ہو سکتی ہے۔"

سیرا نے غصہ دہشت گردی پر زور دیا تھا۔ مدھلی کا ہم سہارا تھا۔ وہ
نوجوان تھا اور کسی بھی ٹولز کی کسی اسے بڑا کیسے لگ سکتا تھا۔
پھر سیرا کی پیشکش بہت واضح تھی۔ مگر اس نے اسے مزہ کا
خیال آیا اور اس کی سہارا بہت خود یہ خود تم ہو گئی۔ آج ہی
ہاتھ لگ گیا۔

"میں مجھے مجبور مت کرو۔"
سیرا کے چہرے کا رنگ ایک بار پھر بدلا۔ "مگر وہ
مضبوط اور صاب کی مالک تھی، اس نے اسے میں خود کو کا دل بڑ
لیا اور مسکرائی۔ "جیسے تمہاری مرضی لیکن مجھے نہیں ہے تم جلد
وہارے ساتھ ہو گے۔"

"ممکن ہے کہ کوئی اٹال میں خود کو دہشت گردی نہیں کر
پار۔"

"میں پاس ہی رہتی ہوں۔ کیا خیال ہے آج رات
کہا میرے ساتھ گاڑی میں بہت ابھی لگ رہی ہوں۔"

"میں، میں بہت تھا وہاں اور وہاں جوک بھی نہیں
ہے۔" مدھلی نے اظہار کیا۔ "وہ موسموں کو دہشت گردی تھا کہ سیرا اس
کے گرد جال سا پھیلا رہی ہے جیسے اسے یہ صورت گھرنے
کے چاہئے۔"

نہ ہو۔ کیونکہ شریٹل دہشت گردی تھا۔ اس کے پاس وہ کر
مدھلی کو ابھی طرح اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے چاہئے کے

"مراوی واقعی بہت ہے۔ ایک کپ چاہئے کے بارے میں
کیا خیال ہے۔"

"میں تم میں مجھے کسی ایسی جگہ اندر وہاں سے میں
جیٹنی لے لوں۔"

"میں چھوڑ دوں گی۔" وہ بولی اور کار ایک کیفے کے
سامنے روک دی۔ مدھلی نے پوچھا کیا تمہارا اسے اندر لے
گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بلا وجہ کا خرچ اس کے گلے پر
کیا۔ وہ چھوٹے دل کا آدمی نہیں تھا مگر مالی مسائل بڑھ
رہے تھے اور اس کا ہاتھ تنگ ہو رہا تھا۔ سیرا نے چاہئے اور
اس کے ساتھ اسٹیکس کا آڑا رکھا۔ دھرتی کے جانے کے بعد
وہ بولی۔ "تم گھومت کرو میں میں دوں گی۔"

"مجھے اس کی فکر نہیں۔۔۔"
"کم آن۔" وہ بے تعلقی سے بولی۔ "میں جانتی ہوں
تم ان دونوں مشکل میں ہو۔"

مدھلی نے ہلا۔ "تم کیسے جانتی ہو؟"
"میں چہرے کے تاثرات سے جانتی ہوں کہ آدمی
کیوں پریشان ہے۔" سیرا نے دعویٰ کیا۔ "تم اس کی
بعد شریٹل سے بھی جانتی ہو۔"

مدھلی نے گہری سانس لی۔ "میں نے اس بارے
میں سوچا اور مجھے کہ یہ میری فیلڈ نہیں ہے۔ مجھے آ رہے
کر کوئی ٹولز ہو تو میں بارہا جاکوں گا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ کوئی اور تھل تو اس کا کوئی
امکان نہیں ہے۔"

"امکان تو ہے، آدمی کو تھل پر بھی پھنسا رہی ہے۔ تم
یہ سب کرتی آتی ہو اس لیے ایسا سوچ سکتی ہو لیکن میرے
لیے بہت مشکل ہے۔"

مدھلی کی بات پر سیرا کے چہرے کا رنگ بدلا تھا
شاید یہ بات اسے چھڑ نہیں کر سکتی تھی کہ اسے فوراً خود پر قابو
پانا۔ "آج کل ایسی باتوں کی پروا کون کرے؟"

"میں کرتا ہوں اور مجھے نہیں ہے مجھ سے بہت سے
لوگ کرتے ہیں کہ اس لیے میں پیچھے ہو گیا۔ مگر لیٹان
دیکھو یہ بات مجھ سے سینے میں رہے گی اور میں بھی کسی
کے سامنے یہ راز نہیں کھولوں گا۔"

"میں لیٹان کی جیٹنی تمہاری ضرورت ہے۔"
سیرا بولی۔ "آج اس نے گھنٹہ بھر کے ساتھ بڑے گلے والی
ڈھرتی سے سہارا لیا تھا۔

فیوں میں لیدر کے لاک بولٹ تھے جو بالی نہیں لگی تھے۔
یہ تمام چیزیں بہت تھیں۔ سیرا نے اپنے ہونے خاص انداز

موٹاپا کریں کم...

Young!!

راہیں Slim فٹ اور

طیجی عرقِ اوبیسرول

موٹاپے میں کمی کی قدرتی دوا
100 فیصد قدرتی دوا ہے جو ہمارے جسم میں
• جسم میں چربی کو ختم کرتا ہے • ہمارے جسم میں چربی کو ختم کرتا ہے
• اجابت صاف کرتا ہے • آنتوں کی سہولت دیتا ہے
• ہمارے جسم میں چربی کو ختم کرتا ہے • آنتوں کی سہولت دیتا ہے

www.ayyubi.com.pk

تقریباً پہنچ کر ساتھ لے گیا۔ وہ خود میں اتنی جرات نہیں پا رہا تھا کہ اپنا بازو پھرا سکتا۔ وہ دونوں بچے پارک تک لے آئے اور شرٹیل نے اسے فرنٹ سیٹ پر دھکیل دیا۔ سردی اور بارش کی وجہ سے سناٹا تھا اور کسی نے ان کو جانتے ہوئے نہیں دیکھا۔ گیت کا گارڈ بھی اپنے کینوں میں تھا۔ اس نے باہر جانے کی ذمہ داری بھی نہیں کی تھی۔ شرٹیل نے گاڑی باہر نکالی اور وہ پتال کی طرف جانے والی گاڑی دے پر آ گئے۔ اس وقت ہائی دے مشین بھی اور شرٹیل کا رنگ بھی اسپرڈ بن جانے لگا۔ عدیل بے چارہ ہو گیا۔ اس موسم میں اتنی تیز رفتاری خطرناک ہو گئی۔

”کوئی بات نہیں، مجھے غصوں نے کھلانا اچھا لگتا ہے۔“ شرٹیل بولا اور اس نے گاڑی رفتار مزید بڑھا دی۔ مکہ دیر بعد سڑک پہاڑوں کے درمیان میں کھانے لگی اور جب شرٹیل اسے تک کا تو کار کے پیچے سڑک پر پھسلنے لگی۔ ”تم اچھے ہو کہ تمہارا گرنے ہی؟“

”ہاں لیکن میں نے تمہارے بھی وعدہ کیا اور تم سے بھی کہہ دیا ہوں کہ اس بار سے میں میری زبان بند کر دوں گا۔“

”مجھے یقین ہے۔“ شرٹیل نے گھبریل کر ایکسی لینر دیا۔ ”لیکن مجھے تمہاری ضرورت ہے۔“

”یہاں...“

”ابھی کچھ مت کہو۔“ شرٹیل نے اس کی بات کاٹی۔ ”مجھے توجہ سے ڈرائیو کرنے دو یہاں ڈرائیو صلی آخری نفعی بن جاتی ہے۔“

اس نے ایک موڑ کاٹا تو درمیان میں عدیل روڑا لے کر اس طرف گیا اور اس سے چپک گیا۔ اس طرف گہری کھائی کو بہت نزدیک دیکھ کر اس کا دل اچھل کر مٹھ میں آ گیا۔ ایک لمبے لوہے کا کار سڑک سے اتر جانے لگی اور پھر کوئی اتے گہرائی میں جانے سے نہیں روک سکے گا۔ شرٹیل کی طرف اسے سڑک پر دیکھتے ہیں کہ منہ بے اختیار عدیل نے دہشت زدہ ہو کر کہا۔ ”یہ کیا کر رہا ہے؟“

”اٹھو۔“ شرٹیل نے چار کر کہا۔ انجین اور پھیول کا شور بہت بلند تھا اور انہیں اب اونٹنی آواز میں بات کرنا پڑ رہی تھی۔ ”کیا تمہیں کمر ہے؟“

”مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

”ڈر مت ہو اور سوناٹو لٹنے کا پلان بنا رہے ہو۔“ شرٹیل نے طنز بے چارے دیکھ کر غصہ موز کاٹا۔ ”بزدل آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ اسے ہنسی کی نظر ملتی

تھیں اور نہ ہنسنے کی آزادی۔“

”تم میرے بار سے میں سب جان چکے ہو۔“

”بھلا کھل۔“ شرٹیل نے رفتار بڑھا کر دیکھتے ہوئے ایک اور تنگ موڑ کاٹا اور پھر سڑک پر اس کی کار بھٹکی چلی گئی۔ پائلز آخری لمبے میں اس نے کار کو کھائی میں جانے سے روکا۔ یہاں بارش ہو تو تک گئی تھی اور سڑک پر بھی مٹی ہو گئی تھی۔ بارش میں کھائی کی سبب پائوڈ کے مٹی کی طرح اس کی جیسے ان کا انتظار کر رہی تھی۔ اس بار عدیل نے زیادہ خوفزدہ ہوا۔

”یہ کیا کر رہے ہو؟“

”تم دیکھ رہے ہو۔“ شرٹیل نے بے پروائی سے کہا۔ ”آگے ایک اور تنگ موڑ آ رہا تھا اور شرٹیل نے رفتار میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔“

”وہ... وہ...“ عدیل بھلا گیا۔ اسی لمحے شرٹیل نے اسٹریمک چھایا اور گاڑی کے پیچھے چارٹی خلافت سے چڑھا۔ سڑک پر گرفت بڑھ کر دیکھنے کی کوشش میں وہ منہ ہو رہے تھے اور پیچھے ہی موڑ مٹل ہوا دھکنار سے کی طرف جانے لگا۔ موٹا نہیں ختم نہیں ہوا تھا اپنی لمبے سامنے سے ایک گاڑی کودا رہی تھی اور وہ تیزی سے آگے کی طرف آ رہی تھی کیونکہ وہ رات میں سائڈ پر تھی۔ عدیل نے تقریباً شرٹیل پر چار پڑا۔ تیز روٹی کو توڑ دیکھ آئے دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹ گئیں تھیں۔ شرٹیل کا کار کو سڑک سے اترنے سے بچا رہا تھا اور اس کے پیچھے کنارے کی دیوار تک کے ستونوں سے دھکے کھاتے تھے۔ سڑک کے ستون کی قدر غیب اٹھنے اس لیے گاڑی ہلائی ان سے نہیں مگر اسی لمحے جب تک کار شرٹیل کے گاڑی میں آئی سامنے سے آئی کار پر پڑ گئی تھی۔ اس نے چارٹی قوت سے بڑک لگا کر عدیل سامنے لائیں بوز پر چار پڑا۔ وہ نہیں جان سکا کہ سامنے سے آنے والی گاڑی شرٹیل کی کار سے کیوں نہیں گرا گئی۔ وہ اسے چھوٹی ہوئی ضرور گاڑی تھی مگر وہ اس قدر تیز تھی کہ عدیل نے سڑک کو اپنے پیچھے جانے کا یقین ہی نہیں آیا اور جب اس کے حواس بحال ہوئے تو اس نے پکار کر کہا۔

”تھری پائلز ہو گیا؟“

قسمت آزما

تھا۔ مدہل کو کہہ کر اس نے انداز کیا تو وہ اسے گولی مارنے سے بھی روکے بغیر گولیوں سے بھرا ہوا ڈھانچہ اڑا کر مارنے لگا۔ شرٹنیل نے اپنے اندر آیا۔ اس نے ٹیبلٹ ڈھانچہ پر رکھ دیے اور اندر نکلا۔ اس نے کہا: "معاذ اللہ ہے۔"

بچے میں سونہ پوری اور بکری کے آئینہ تھے۔ اس کے ساتھ شرٹنیل کے کچھ بچے بھی تھے۔ آج سے مدہل کی ڈھانچہ پر بلی بھی آئی اور اب اسے ایک ٹینٹ میں جا رہا تھا۔ بچے کے بعد شرٹنیل نے اپنے لیے ایک اور اینڈروں کو لایا۔ وہ تینوں ایک ہی صوفے پر آگئے تاکہ ان کے ساتھ رہ سکیں۔ شرٹنیل نے ایک ویڈیو لے لی۔ یہ اس ڈھانچہ کی ویڈیو تھی جہاں مدہل کام کر رہا تھا اور ویڈیو شاید ڈھانچہ سے بنائی گئی تھی۔ وہ بالکل نیا تھا۔ ڈھانچہ بھی اور ویڈیو درمیانی طور سے بنائی گئی تھی۔ کمرہ دوم میں ڈھانچوں کے پاس اندر اندر منظر دکھائی دیتے تھے۔ اندر غارنی راستے پر بے بس پانچوں میں سے تین کیش کاؤنٹر ہیں۔ صاف دکھائی دے رہے تھے۔ کی پینڈر تین کاروں کی طرف بھاگ رہا تھا۔ وہ بھی نظر آ رہے تھے۔ شرٹنیل نے کہا:

"ڈھانچوں میں سے کی پینڈر دکھائی دے رہے ہیں۔" مدہل نے سر ہلایا۔ "میں سمجھ گیا، اس طرح سے چن کر ڈھانچہ لیا جائے گا کہ ضروری کی چیزیں ہوں گے۔" فکر آئے۔ "کیونکہ بہت سے لوگ چھپا کر چلنے کو ڈھانچے میں۔"

"ہاں لیکن کچھ لوگ اسے چھپا ضروری نہیں سمجھتے۔ صرف چن کر ڈھانچہ لینے سے کوئی کارڈ استعمال نہیں کر سکتا، اس کے لیے کارڈ ہونی چاہیے۔" مدہل نے کہا۔ "تو یہ کیسے کریں گے؟" مدہل نے کہا: "صرف سکرے سے دیکھ کر چن کر ڈھانچہ لینا کافی نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" شرٹنیل نے کہا اور اندر سے ایک جدید ترین آئی فون لے آیا۔ "یہ دیکھو مکمل کپیڈ ہے۔ تم سوچ سکتے ہو کہ اسے بارے میں تو جانتے ہو؟"

مدہل نے سر ہلایا۔ اس کے باوجود شرٹنیل نے بتایا ضروری تھا۔ "سوچ سکتے ہیں ایک ایسی شے ہوتی ہے جس کے ساتھ کسی قسم کا کارڈ لگا دیا جائے تو وہ اس کا ڈھانچہ بن جاتا ہے۔ وہ اس ڈھانچہ سے کتنی ہی گولیوں سے لیا گیا ہے۔ اس ڈھانچہ کا استعمال عام سے ہوتا ہے۔ یہ پورے ڈھانچہ میں ہوتی ہے۔ اسے تو ایسی ہی اسل میں سوچ سکتے ہیں۔ اسے اس طرح مختلف ٹیکسٹ پر استعمال ہونے والی کارڈ ہے۔"

اس نے سر ہلایا۔ "تم نے ٹیکسٹ کیا، اس کے باوجود میں نے لکھ لیا۔"

مدہل نے وضاحتیں دے دیں۔ "تم دیکھتے ہو بہت سادہ سی ٹیکسٹ ہو۔ میری جگہ میں میں آکر تم شرٹنیل کے ساتھ کیسے آگئے؟"

"تم کیسے آئے؟" میرا نے کہا۔ "میں نہیں اب بھی پتا نہیں چلا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔"

"اس نے پہلے خوفناک ڈھانچہ کر کے مجھے دھتکڑہ کر دیا اور پھر مجھ پر ہتھ پڑا۔" شرٹنیل نے کہا۔ "میرا نے کہا۔" میرا نے اس نے ایک آدمی کو ٹھٹھکیا تھا۔ وہ اس کے لیے خطرہ بن گیا تھا اور بکری پر آکر ڈھانچہ۔"

مدہل نے اندر سے لے لیا۔ "مگر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔" وہ سمجھ سے کہتا تھا ہے۔ اس نے میرے کام کی جگہ کی طرف بھی اشارہ کیا۔ اس کا کیا مطلب؟

"تم بہت سادہ ہو۔ تم وہاں سے ڈھانچہ کارڈ لانا اور مدہل نے لکھ لیا تھا۔" وہ کہنے لگا۔ "وہاں کسی قسم کی مشین کا ڈھانچہ نہیں ہے۔" مدہل نے کہا: "میرا نے کہا۔" میرا نے اس نے اس کے کام نہیں کر رہے ہیں۔ مدہل نے طرف سے جان لوگے اور اس کے استعمال میں ہمارے بھی حواس کر لو گے۔"

"تم کب سے اس کے ساتھ ہو؟"

"تین سال سے۔" اس نے جواب دیا۔ "اس حیرت سے میں تم لوگوں نے اس قسم کے کتنے کام کیے؟"

"ان دنوں میں بڑے بڑے ڈھانچے لے کر آ رہا ہوں۔" مدہل نے کہا اور وہاں سے کارڈ لانا اور چن کر ڈھانچہ لے کر آئے۔ "یہ دیکھو مکمل کپیڈ ہے۔ تم سوچ سکتے ہو کہ اسے بارے میں تو جانتے ہو؟"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا اور کمرہ کو کالی کی۔ "مدہل نے بکری سے ساتھ ہے۔ ہاں بکری کو جانتے ہیں۔"

ادھر بحث مت کر، کس قسم وہاں آ جانا۔ اب میں ڈھانچہ رو کر کام کر رہا ہوں۔

آدھے گھنٹے بعد وہ اس ٹینٹ میں تھے۔ سرائی کی دھج سے باز رہا۔ مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

"نہیں۔" شرٹنیل نے سر ہلایا۔ "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

مدہل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔" شرٹنیل نے کہا: "میں نے بکری کی طرف سے لے لیا۔"

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

قسمت آزا

حسنیہ نے کہا: "یہ کام ہم بعد میں کر سکتے ہیں۔ لی ایل ہماری توجہ حریذنا حاصل کرنے پر ہونی چاہیے۔ اگر ہم ایک دن میں ایک مہی ایسا ڈانا حاصل کرتے ہیں تو ایک مہینے بعد وہاں سے پاس میں کارڈز ہوں گے اور جب ہم ایک ساتھ یہ کام کر سکتے ہیں۔"

عدلی نے اس کی تائید کی: "اگر مرد ایک بندے کا کارڈ ہونے لگا اور دو تین دن قیامت کر دی تو کسی کا خیال ڈیپارٹمنٹ اسٹور کی طرف نہ سکتا ہے۔ دلت گزر جائے گا تو قیامت کرنے والوں کو شاید ڈیپارٹمنٹ اسٹور کا خیال ہی نہ آئے کیونکہ اب اسے لی ایل بہت جلدیوں پر استعمال ہونے لگا ہے۔"

"اور جو استعمال کرتے ہیں وہ کیش پر اسے ترجیح دیتے ہیں۔" شریٹل نے کہا: "اس لیے بہت سی جگہوں میں اس کا استعمال کم سے کم ڈیپارٹمنٹ اسٹور کا بھی خیال آئے گا۔ ہمیں عدلی کو بخود رکھنا ہے۔"

عدلی نے سنوں کا ساماں لیا۔ اس نے پرچما: "تمہارے پاس کتنے غالی ڈیٹ کارڈز ہیں؟" شریٹل نے سوچا اور بولا: "پچاس سے زیادہ ہوں گے۔"

اس کارڈ میں شکل تھا اس کام میں ایک سبب تھا۔ اس نے کارڈ پیش کرتے ہوئے شریٹل کی طرف بڑھایا: "اب اسے چیک کرنا ہوگا۔"

شریٹل نے کارڈ پر ایک ایک چیک کے سامنے روٹی اور انکر اس کے اسے لی ایل کی طرف بڑھا۔ چند منٹ بعد وہ ابھی آیا تو بہت پر جوش تھا اس نے اندر بیٹھ کر کہا: "اکاؤنٹ میں سالانہ بیلجلا کر دے دیں اور کرنٹ اکاؤنٹ سے لیٹن برن ٹیکس اس کی حد میں ہوگی۔"

"عدلی نے پرچما: "کیا ہم یہ رقم نکال سکتے ہیں؟" "کیوں نہیں؟" "لیکن اسے لی ایل کی حد تو ہوگی۔" "میرا دلی۔" "ہاں اس کا حد ہوگی لیکن یہ مسئلہ نہیں ہے۔ کمرشل لی ایل میں تحوزے قائلے نہ سارے چیک ہیں۔"

"تو آج ہی نکال لیں؟" "میرا بولی۔" "بھئی آج دھرو ہو سکتا ہے۔ میرا دلی کا لیٹن اس کی طرف جاسکتا ہے۔" "ہاں مالک کا نام میرا دلی ہے۔" "تو لیٹن نکالیں گے نہ یاد دیر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ کارڈ نمبر کم نکال بھی سکتا ہے۔" "میرا اے ممکن ہوگی۔" "لیکن یہ کمرشل مناسب نہیں ہے۔" شریٹل نے

آدھی جھوڑا چیک تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر کی پیٹ پر چن کو ڈال دیا۔ چیک کی طرف سے تصدیق کی گئی کہ چیک کو رقم موجود ہے اور عدلی نے مل کی رقم نکال کر اس کے کارڈ پر نوڈا اسٹیشن سے رسید نکال آئی جس کے مطابق اس آدھی کے چیک اکاؤنٹ سے اتنی رقم کاٹ لی گئی تھی۔ دوسری رسید اسٹور کی طرف سے تھی۔ عدلی نے شریٹل سے کارڈ اور دونوں رسیدیں نکال کر آدھی کے حوالے کیں۔ "چیک پر میرا۔"

وہ جواب دے بغیر نے نازی سے اپنی غالی دیکھا ہوا ہری کی طرف چلا گیا۔ عدلی نے گہری سانس لی اور جب اسے احساس ہوا کہ اس موسم میں اس کے ہاتھ نہ پھینکا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد میرا کوٹھی ہوئی آئی۔ اس نے کچھ چیزیں لی تھیں اور جب وہ ڈرائنگ کرنے آئی تو اس نے آہستہ سے عدلی سے کہا: "اکاؤنٹ بیلجلا ہو گیا۔"

اس دن اسے اور کوئی موقع نہیں ملا۔ وہ سات بارہ بجے آف کر کے باہر آیا تو ڈیپارٹمنٹ اسٹور کے باہر سڑک پر شریٹل اور میرا اس کے چکر چلے۔ اس کے اندر بیٹھنے ہی دونوں نے پر جوش طریقے سے اسے شاباش دی۔ شریٹل نے کہا: "تم نے نکال کر دیا۔ اتنی مہارت سے کارڈ ڈیٹ حاصل کیا کہ ہمیں بھی پتا نہیں چلا۔"

"پتا نہیں ڈیٹ آیا ہے کہ نہیں۔ میں نے اپنے طور پر پانچ سینکڑے پر سے کر لیے تھے۔"

"نیب دو۔" میرا نے کہا تو عدلی کو دونوں چیکس اتارنے کے لیے باہر نکلتا پڑا۔ سردی بہت تھی اس نے آدھی پیڈ کی داسکٹ اتار کر جلدی سے اپنی جیکٹ پہنی اور اندر آ گیا۔ میرا نے آدھی پیڈ کا نوڈار چیک کیا اور بولی ڈیٹ آ گیا ہے۔"

"پن کوڈ ریڈ ہو گیا تھا؟" "ہاں اور میں نے ڈیٹ بھی یاد کر لیا۔" شریٹل نے کارڈ آگے بڑھا دیے ہوئے کہا: "قرنی قانیہ تیرہ سو تاج ہے۔"

"دیکھیں میں آدھی پیڈ والا لکھا ہوا تھا۔" "بلکہ پتا چل جائے گا۔" شریٹل نے کہا ہے۔ "اب پیڈ غالی کارڈ پر پیش کرنا ہوگا۔"

"یہ کام بھی کر لیتے ہیں۔" "میرا بولی۔" "اسی مشین سے ڈیٹ غالی کارڈ میں لکھا ہوا ہے۔"

شریٹل نے غالی کارڈ میرا کے حوالے کیا اور اس نے سب سے مشین کی مدد سے آدھی پیڈ سے ڈیٹ کارڈ کا ڈیٹا فاکر

تھا اور کارڈ مشین کا کی پیڈ اس کا ڈیٹا نشانہ ہوتا۔ میرا مسلسل کام کر رہا اور جب عدلی سب دیا تو وہ ہوشیار ہو جاتے اور میرا سے دیکھتے کہ وہ کچھ کارڈز تک کر رہا ہے یا نہیں۔ اس وقت وہ اس کی اسکرین آن کر لیتے۔ کیونکہ مسلسل اسکرین آن وہ سب سے بڑی جلدی قسم ہوتے کا فخر تھا اس لیے اسکرین صرف ضرورت سے کد وقت آن کی جاتی۔ اس کے لیے کسی ایک کارڈ میں رہنا ضروری تھا۔ شریٹل کی اسپرٹس کا وہ باقی سارے بیٹے سیاہ تھے صرف دلت اسکرین شفاف تھی اس لیے جب تک کوئی سامنے سے آکر نہ دیکھتا اسے کمر انٹر نہیں آتا اور اگر وہ دیکھتا تو اسے کمر کا ہوا انٹر آتا۔

شریٹل نے عدلی کو ہدایت کی تھی کہ وہ صرف ایسے فرد کا کارڈ دیتا ہے کہ کوشش کرے جو پیڈ سے پیش لکڑا ہو یا اس نے بڑی خریداری کی ہو۔ تین سے چار کے درمیان اس نے تین کے قریب سکروز لٹائے۔ ان میں سے سترہ نے کیش اور ان کی اور تین نے کارڈ استعمال کیے۔ ان میں سے ایک نے کارڈ ڈیٹ استعمال کیا اور اس نے ڈیٹ کارڈ مردہ شریٹل کے میاں پر پورے نہیں اتر رہے تھے اس لیے عدلی نے ان کے کارڈ کا لٹا لینے کی کوشش نہیں کی۔ پھر ایک سوٹ پیش اس کی طرف آیا۔ اس نے میرا کی کپڑے کا مہنگا سوٹ پہنا ہوا تھا اور اس نے غالی مالیت کی خریداری بھی کی ہوئی تھی۔ عدلی نے اس کے سامان کو پر اس مشین سے چیک کیا۔ کچھ رقم سترہ ہزار سات پانچس روپے بنی تھی اور اس نے تقریباً تمام ہی روپے پیش لی تھیں۔ عدلی نے اس سے پرچما: "سراپ اور ان کی کارڈ سے کریں گے یا کیش؟"

جواب میں آدھی نے ڈیٹ کارڈ اسے دیا۔ عدلی نے کارڈ لینے ہی انکھی مالک دیا اور آدھی سے کہا: "سراپ بار دیکھیں۔ تمام چیزیں ہیں کوئی رہ تو نہیں گئی۔"

آدھی حیران ہوا کیونکہ مام حور سے ایسا سوال کیا نہیں جاتا ہے۔ اس نے ایک نظر زالی میں موجود اشیا پر الی اور بیڑا دی سے کہا: "نہیں، چیک لیا۔"

اس دوران میں عدلی نے کارڈ سوٹ مشین میں ڈال دیا اور دل ہی دل میں کٹی گن رہا تھا اور وقت گزرا دی کے لیے ایسے ہی کپیر زلی ہرزہ کو میز پر ہاتھ۔ جیسے ہی اس کے حساب سے پانچ سینکڑے پر سے ہوتے اس نے کارڈ نکال لیا اور اسے پھر لی سے مشین کی ملات میں ڈالا۔ پتا کوا کا آپشن آئے ہی اس نے آدھی سے کہا: "پن کوڈ فیڈ سر۔"

نومبر 2014 کا سہ ماہی ایک فہرست

سیاحتی

مزید

ملاقات

دنوں کے لشکر و دستوں اور دل کے نئے روشن میں، انجمنستان، آخری سچائی پر ڈاکٹر ساجد امجد کی ایک نرالی کہانی

لاوارث، وارث

تاریخ کے جھروکوں سے بدلتے حالات و واقعات کی دلچسپ ترتیب... **الیاس سیٹا پوری** کے قلم کی دلچسپی

ستاروں پر کمنڈ

پڑاؤ کی چوٹیوں کو کمر کرنے والا ایک دلہن کی شجاعت و استقامت کا انوکھا انداز... **طاہر جاوید صفی** کے قلم سے سافریک آخری پڑاؤ

مازوی

ایک امجد... دل کی ہر دھڑکنوں کے ساتھ ساتھ قلمساز و قلم کار **محی الدین نواب** کے خیالات کی پرازا

حسابی ذالجت 273 - نومبر 2014

حسابی ذالجت 273 - نومبر 2014

حسابی ذالجت 272 - نومبر 2014

شخصیت از ما

اور مکی کوڑی میں ہوتا تھا۔ یہاں توڑا سا شعلہ ہے کہ آدمی کی حیثیت کا تعین مشکل ہوتا ہے۔ عام آدمی بھی بعض اوقات ذہنیت کا رد استعمال کرتا ہے۔ لیکن یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے جیسے ہم ذہن حاصل کرتے رہیں گے اس کی ضمانتی بھی کرتے جائیں گے اور آخر میں ہمارے پاس وہی لوگ ہوں گے جن کے پاس ایمان لیا ہوا ہے۔

یہی قصہ اسے خیال میں ایسے لوگوں کو لونی ہمارے ہے۔

”اے! کہہ دیجئے کہ انسان خواب میں بھی ہمارا اور اگر اور وہ اسے برداشت کر سکتے ہیں۔“

اگلے دن شرنیل اور کبیرہ اسٹور میں آئے تھے۔ شرنیل نے اس کی بات مان لی تھی۔ وہ اس سے اگلے دن آئے اور اس کے بعد ایک دن چھوڑ کر آئے تھے۔ تقریباً ہر دن ان کے ہاتھ کوئی نہ کوئی کارڈ لگ جاتا تھا اور وہ اسی دن اس کی تصدیق بھی کر لیتے تھے۔ آنے والے دو مہینوں میں انہوں نے انہیں افراد کا ڈیٹا بنایا اور ان میں سے انہیں افراد کو چنا تھا۔ یہ سب لاکھوں ٹیک کا ذمہ والے تھے۔ سرورپن کا میزبان آپس ہونے والا تھا اور وہ اس سے پہلے اپنے ہدف حاصل کر لیا جاتے تھے۔ کیونکہ وہ صرف بیکٹ کے ہی آئی پیڈ مپا ملتا تھا۔ عام پرچہ جونی شرنیل پر مشتمل ہوتا تھا اس میں الکی کوئی شخص نہیں تھی۔ مارچ کے آغاز میں حیثیت کا موسم ختم ہو گیا تھا کہ وہ طبیعت خرابی کے بہانے حیثیت نہیں کر رہا تھا۔

مگر دوسرے ہفتے یہ بہانہ بھی ختم ہو گیا کیونکہ موسم ختم ہونے کے بعد اس نے دوبارہ اس کے لیے طبیعت خرابی کا سبب دیا تھا۔ اس دوران میں وہ حریہ جو اسٹور افراد کا ڈیٹا بنانے کے لیے تھا۔ چھاننے کے بعد انہوں نے پیشکش افراد کا جواب کیا تھا۔ یہ سب بڑے اکاؤنٹس والے لوگ تھے۔ شرنیل نے ایک دن میں اسے فی انٹر میں حکم کر ان کے اکاؤنٹس چیک کیے تو ان میں بھی طبیعت خرابی کے لیے لاکھ سے زائد پرکے رقم تھے۔ مدلی تو جیسا تھا اس نے بھی خواب میں بھی اتنی بڑی رقم کا انکس سوا تھا۔ شرنیل اور کبیرہ بھی دیکھتے تھے۔ وہ مایوس سے یہ کام کر رہے تھے کہ انہوں نے انکی اسے کم وقت میں اتنی بڑی کامیابی حاصل نہیں کی تھی۔ قرن ان جو پہلے ان کے ساتھ کام کرتا تھا۔ وہ ہندوؤں میں سے تھا۔ اس کے پاس ایک بڑا سا کارڈ تھا۔ شرنیل نے کہا۔

”اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ وہ ڈیل کر اس کرتا

تھا۔“

”وقت بہت ہے لیکن ہمیں احتیاط زیادہ کرنی چاہیے۔ (ادھر نظر رہے اسیالی ہے۔“

شرنیل نے کچھ دیر سوچا اور پھر مسکرائے گا۔ ”تم ٹھیک کر رہے ہو۔ اب ایسا لگتا ہے کہ تم صحیح سمتوں میں رہیں گے۔ یہ اس کام میں؟“

”ہاں یہ لگتا ہے۔ کام مجھے کرایا ہے۔“ مدلی گہری سانس لے کر بولا۔ ”اصل غصہ بھی مجھے ہے اور مجھے خود بخود کرایا کر رہا ہے۔“

اس رات شرنیل نے اسے اپنے بارے میں بتایا۔ اس کا تعلق ایک بانیہ دار گھرانے سے تھا۔ مگر جاگیر داران سے متعلق تھا۔ اس میں ایک انسان دوسرے انسان کو جس طرح ڈیل کرتا ہے اور اسے کتنا زیادہ کڑا لے کر مجبور کر رہا ہے اسے دیکھ کر شرنیل نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی جاگیر دار نہیں ہے گا۔ اس فیصلے کے بعد وہ اپنے خاندان کے ساتھ گیا اور اس کے بھائیوں نے بڑی خوشی سے اس کے لیے پوزیشن کر لیا۔ انہوں نے ایک بار بھی اسے نہیں کہا کہ وہ اپنا اصل پل بدلے۔ ان کے نزدیک رشتے سے زیادہ زمین کی اہمیت تھی۔ ماس باپ کے بعد شرنیل پلٹ کر اپنے گھر نہیں گیا۔ اس نے بھائیوں سے تعلق توڑ لیا تھا۔ اپنی داستان سنانے کے بارے میں اس نے اپنی احتیاط ضروری کر دیا تو گاؤں کا بٹا یا اور نہ ہی بٹا یا کہ وہ کسی ملازم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے کرکٹ پیش کیا تھا اور حکمت میں رہتے ہوئے اس نے شکر کر کے کہا کہ وہ کوئی نئے میں نہ رہا ہے۔

”جس قسم انسانوں پر حکم کے خلاف ہو تو تم کیا کر رہے ہو؟“

”ایسی کسی انسان پر حکم نہیں ہے۔“ شرنیل نے طبیعت سے کہا۔ ”میں کسی کے حکم میں نہیں ہوں۔ ہاں میں کسی کو لوٹ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں لوگوں کا تعین ہونا ہے وہ انہوں سے پیدا ہو رہا ہے۔ میں تو کسی ایسے اکاؤنٹ کو نہیں پیچھا کرتا جس میں کسی ملازم کی نگاہ آتی ہو۔“

”جس میں کیسے پتا چلتا ہے کہ کون ملازم ہے اور کون دولت مند ہے؟“

”میں اسے فی ایم سے اسٹیٹ منٹ نکال رہا ہوں۔ اس سے پتا چل جاتا ہے۔ اول تو ایسے لوگوں کا ڈیٹا لیتا ہوں۔“

”میں اسے کب تک روکا ہے؟“ اس نے کہا۔

”آسانی ہوتی تھی۔ گاؤں سے پتا چل جاتا تھا کہ بندہ کس حیثیت کا ہے۔ صرف اسی کا کارڈ ڈیٹا لیتے تھے جو گاؤں

رہتا ہے۔“

”اس کے علاوہ اور کتنے کارڈز میں چوری کا لالچ ہے؟“

”میں اسی میں ہے اور ایک اسی میں تھا جو استعمال ہو رہا۔“

”در اصل جو سہا سہی سے ہم کام نہیں کر پاتے تھے۔“ شرنیل نے اعتراض کیا۔ ”سابقہ پادھر کے بارے میں میرا نے نہیں بتایا یا ہوگا اس نے خدائی کی اور اسے سوٹ کرنا پڑا۔“

مدلی کے جسم میں سرد لرزہ دوڑ گیا۔ ”تو اس شخص کو ہم نے آوی پکڑا ہے تو مشکل سے بچتا ہے۔“

”ہاں لیکن میرے نزدیک خدائی شخصیت ہے اور میں اسے کسی صورت معاف نہیں کرتا۔“ شرنیل کا لہجہ سخت تھا۔

”دوست اس بات کا ہمیشہ خیال رکھتے۔“

مدلی نے سر ہلایا۔ ”لے والی رقم کس حساب سے آتی ہے؟“

”سادہ حساب ہے چاہیں فیصد میرا ہوتا ہے اور میں نہیں فیصلہ دو طرفوں کے مجھے نہیں آئے گا۔“

اگر شرنیل ساڑھے چار لاکھ ڈال لیا تو صرف مدلی کے مجھے میں دو لاکھ کے قریب رقم آتی۔ اسی بار اس کا جسم دوسری وجہ سے سننا تھا۔ پندرہ گھنٹے میں دو لاکھ۔ شرنیل اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے شاید ان کی فیکل بھانپ لیا۔ ”یہ آٹا ہے۔۔۔ تم ایک سال میں اس سے نہیں زیادہ کما لو گے۔“

”ایک سال؟“ مدلی نے سوالیہ انحراد سے اس کی طرف دیکھا۔ ”اس کے بعد؟“

”میرا کام پورا ہو جائے گا اور تمہارا بھی ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم سب اپنی اپنی راہیں لیں گے۔“

مدلی نے یہ سن کر انہوں سے کام لیا کہ اسے ہمیشہ ان کے ساتھ نہیں رہتا ہے۔ ”کیونکہ تم کو راجپوتانا ہی آمان ہوگا۔“

”کیوں نہیں تم دیکھنا ایسا ہی ہوگا۔“ شرنیل نے چورے انداز سے کہا۔ ”ان باتوں کو ذہن سے نکال دو۔ میں انہیں دیکھ کر بھی برصورت یہ کام کر رہا ہے۔“

”آخر تم لوگ ہر روز فیکل اسٹور آئے تو یہ چیزیں کس کے لیے ہیں؟“

”ہوٹل کے لیے ہر روز دوسرے دن پیکر کا۔“

”اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔“ شرنیل نے سر ہلایا۔

”مگر میں غلطی تعداد میں لالچ حاصل کرنے میں وقت

”اس کا مطلب ہے پچاس اکاؤنٹس کا ڈیٹا حاصل کیا جا سکتا ہے۔“

”کوئی مد نہیں ہے کیونکہ کارڈ ہر بار حرج ہو سکتا ہے۔“ شرنیل نے کہا اور وہ روت ہو گئے۔ کبیرہ کو اس کے گھر میں چھوڑنے ہوئے وہ آگے چلے گئے۔ وہ ایک چوڑے قید میں رہتی تھی مگر یہ بہت پوش ملائے میں تھا اور یہاں بھی وہی رواج تھا کہ چوڑی پڑھی کو نہیں جانتا تھا۔ اس لیے کبیرہ یہاں سکون سے رہتی تھی۔ وہ اپنے ٹکائے پہنچے۔ شرنیل نے اسے اپنا خزانہ نکال کر دکھایا۔ ایک بریف کیس میں پچاس سے زائد ڈیٹا کارڈز تھے۔ ”یہ میں نے بہت مشکل سے جمع کیے تھے۔“

”دیکھیے؟“

”پاکت مادوں سے حاصل کیے ہیں۔ وہ پر ہر ڈالنے میں تو ان میں بھی آ جاتے ہیں مگر اس طرح بہت کم آتے ہیں۔ میں میں ستر کھنڈے والے ڈیٹا کارڈ کہاں رکھتے ہیں۔ کچھ ڈیٹا کھنڈے سے خریدے ہیں جو لوگوں کو روت دیتے ہیں۔ کڑی میں سوا دو سو کو روکتے ہیں۔ ان کے لیے یہ بیکار ہوتے ہیں۔ میں کچھ لوگ ڈیٹا کارڈز میں کرنے میں مجھے تین سال لگے ہیں اور ان پر کوئی شخص لاکھ کرایا آیا ہے۔“

”تم کو ڈیٹا کارڈ کیوں نہیں لیتے؟“

”یہ بڑا قیمتی ہے۔“ شرنیل نے کیشی سے کافی نکالی اور اس میں کچھ لاکھ لاکھ لاکھ۔ ”ایک دو سو کے میں کسی بات نہیں ہے مگر اس میں کروڑوں کا جبکہ پانچ لکھ جاتا ہے۔ ایک ہی کارڈ سے اضافی جاتا ہے کہ آدمی سالوں پہلے کر کھائے۔ مگر اس کا استعمال آسان نہیں ہے دوسرے اس سے پیش حاصل نہیں کیا جا سکتا۔“

”کیش تو تم نے نہیں لیا۔“ مدلی نے یاد دلایا۔

شرنیل ہنسا۔ ”وہ تمہیں دکھانے کے لیے کیا تھا۔ روز ہم کیش ہی نکالتے ہیں۔ ماس ان کا کیا کر رہا ہے اور اس میں کچھ کا غصہ بھی ہوتا ہے۔ اسے فی ایم میں میرا انتخاب ممکن کر جاتی ہے اور وہاں لگے کبیرہ اس کی صورت دیکھ کر نہیں کر پاتے۔ میں مجھے چاہا ہوتو فی کیپ ممکن لیتا ہوں اس میں بھی صورت چھپ جاتی ہے۔“

”ایک بار کبیرہ؟“

”یہ تو کبیرہ کا کارڈ کی طرح ہے۔ یہی بار چاہے اس پر ڈیٹا ڈالو اور کبیرہ بار چاہے صاف کر دو۔ جب تک کارڈ میں موجود تھا کیش میں کسی کو خیال نہ آئے یہ کارڈ

PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

قصبت اڑھا

"اس کا پتا لینے۔" شاہی نے کہا۔ "صرف پانچ نہیں ہو چاہیے بلکہ ہندے کوگی اس ہے پھر پانچا ہے۔" "میں پوری کوشش کروں گا۔" شباب نے کہا لیکن وہ اس کی طرف دیکھے بغیر کان سے ٹکلیاں گئے۔

☆ ☆ ☆

سیر اور شریفل بہت خوش تھے۔ انہیں قریب سے بڑھ کر کامیابی ملی تھی۔ وہ تین گھنٹے تک لطف اے لی میز میں جا کر ایٹ کاڈز سے رقم لکھتے رہے اس کے بعد بھی وہ ایک دوسرے میں گرم موجودگی کر شریفل نے خطرہ سول لیا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ رات بہت ہوئی تھی اور بنگہ گورڈر یا وہاں کشت کرنے والی فیلڈ پل پائیس بھی نہیں چیک کر سکتی تھی۔ رقم قریب سے زیادہ تھی۔ جب وہ ایک دو دھڑکنے آئے اور انہوں نے مزید دیکھنے کا کورم کی نوک پر پہنچے تو وہاں سے زیادہ تھی۔ سیر اور شریفل کی خوشی کی سبب آج کی۔ البتہ عدلی سید وقت۔ سیرانے اس کی طرف دیکھا۔ "تم خوش نہیں ہو؟"

"نہیں۔" اس نے صاف کوئی سے کہا۔ "مجھے یہ سب اچھا نہیں لگ رہا ہے۔"

"دوست تمہیں اچھا لگے یا بڑا جھیس یہ قبول کر رہا ہوگا۔" شریفل نے کہا۔

"میں انکار نہیں کر رہا، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔"

سیر اٹھ کر اس کے پاس آئی۔ "میں جہد ہی نیچر جاتی ہوں، مگر اب تم اس کام میں شامل ہو چکے ہو اس لیے ابے اوپر سے یہ جو جو اتار دو۔ دیکھو تمہارے جیسے میں تقریباً آج لاکھ دو پچاس لکھ گئے۔ تم ان سے بہت کچھ کر سکتے ہو۔"

عدلی نے سر ہلایا اور ہنسی کر بولا۔ "سکایا نہیں ہو سکا کہ ہم ابھی سے الگ ہو جائیں؟"

"میں نے ایک سال کی بات کی تھی۔" شریفل نے اسے یاد دلایا۔ "تم نے انکری کیا تھا۔"

"دیکھو یہ چھوٹی واردات نہیں ہے۔" عدلی نے کہا۔ "اس کا لازمی جزو چاہو گا اور پولیس رپورٹ ہوگی۔" "تم نے اسے مارے بڑے ٹوک ہیں اور وہ چاہیں گے کہ ان کو نوٹس دالے پکڑے جائیں۔"

"ہاں ہی اور میری ٹیکس نامی بندہ تھا، وہ بھی اسی کے ساتھ چھپتا ہے پتا کیا۔ پہلے خود گنیا بعد میں علیٹ بھی خانی کر دیا تھا۔"

☆ ☆ ☆

شباب ساری پراپرٹی پر ڈیڑھ سال سے کام کر رہا تھا، اس کا بزنس تو زیادہ نہیں تھا مگر اسے تمام اہم ڈیڑھ سال سے اور یہ وقت ضرورت اس سے کام لینے تھے۔ اس کی مطلوبات زیادہ تھیں وہ اس کی کوئی لکھا تھا۔ اس کی اپنی انجینیئرنگ کروڑوں ڈیڑھ تر باہر رہتا تھا، شام کو کچھ دیر کے لیے آتا اور پھر کمر چلا جاتا۔ انجینیئر کا کام اس کے دوتو کے دیکھتے تھے۔ اس شام بھی وہ اپنی انجینیئر پر آیا تو صوفی اور شادی اس کے شکر تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر چونکا کیونکہ راجا صوفی کے خاص کارندوں کی حیثیت سے ان کی شہرت تھی۔ وہ خیرند ہو گیا کہ وہ اس کے پاس کیوں آئے ہیں مگر اس نے گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔ "صوفی صاحب رات کو کیسے ہو آج اس فریب کو کیسے یاد کر لیا؟"

"میں صاحب ایک کام سے آئے ہیں؟"

وہ انہیں اندر لے آیا۔ "تم کرو جناب۔"

"ایک بندہ ہے شریفل حیات، آپ سے اسے عینت دلایا تھا۔"

شباب نے ذہن پر دوڑ دیا۔ "وہی جس کے پاس درود رکھ کر تھیں یاد ہے؟"

"نہیں اس نے چار سینی پیکٹ چھوڑ دیا تھا۔ میرے ہی پاس ہے اور میں نے ہی اسے ادا کر دیتا پتہ چلایا۔"

"حقیت کو یاد کوئی، ہمیں ہندے سے دیکھا ہے۔"

صوفی نے کہا۔ "وہ کہاں ہے؟"

"میرے علم میں تو نہیں ہے۔ ویسے کون یہاں رہتے والے ایک دو شخص سے کہہ سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں۔" اس سے ملنے کی کوئی آج ہوں۔ اسے مدد مل لیا تھا۔"

"تو اسی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ شاید وہ جانتا ہو کہ عدلی کہاں لے گا۔" سرفراز خان نے کہا اور پھر بزنس سے بچا۔ "آپ کون ہیں اور اس کے بارے میں کون کون کچھ دے ہیں؟"

"اپنے کام سے کام رکھو۔" شاہی نے کہہ دیا۔

"یہ جہان کہاں ہے اس وقت؟"

"کون سی پر جوگا۔" سرفراز نے بھی حشک لکھنے لکھا۔ "میں جو جانتا تھا وہ بتا دیا۔"

وہ دونوں نیچے آئے اور راجا صوفی سے رابطہ کر کے اسے مدد کے بارے میں بتایا۔ اس نے نقش و پائیس سے بات کی اور پھر انہیں کال کی۔ "تم دونوں اسٹور جتنی جاؤ، کچھ دیر میں اس کی کوئی ہونے والی ہے۔ شریفل کو جانتے ہو؟"

"جانتے تھے۔"

"وہ جہان کے ساتھ آہر آئے گا۔"

وہ دونوں ڈیڑھ شیش اسٹور پہنچے تھے۔ چار بجے شدت ختم ہوئی تو خازن میں آہر گئے۔ اگر شریفل جہان کے ساتھ نہ آتے تو انہیں مشکل ہوئی۔ جہان پیدل میں اسٹاپ کی طرف چلے پڑا اور وہ گاڑی میں اس کے پیچھے تھے۔ ایک دیر ان جگہ انہوں نے اسے روک لیا۔ جہان کو جہان لگا تھا۔ وہ ان کے چہرہ سے ہراساں ہو گیا اس نے لڑنے لکھنے میں کہا۔ "میرے پاس زیادہ رقم نہیں ہے اور وہاں بھی نہیں ہے۔"

"فکر مت کر کہ گا۔" صوفی نے اسے تسلی دی۔ "تم ڈاکو نہیں ہیں۔ تم جو بات کرتی ہے وہ ادا کر آ جا۔"

وہ اسے نزدیکی خالی چاٹ میں لے آئے۔ شاہی نے عدلی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔ "وہ کل سے نہیں آیا، پہلے میرے ساتھ ہی فائیت میں رہتا تھا اب کہیں اور رہا ہے۔"

"دونوں میں۔۔۔ سب پتا چل جائے گا۔" شاہی نے اٹھا کر کہا۔

"اگر بندہ مل جائے تو کیا کرے؟" صوفی نے سوال کیا۔

"اے میرے پاس لا ہے زندہ سلامت۔"

"کوشش کریں گے اگر عمر نے مارنے پر تہل گیا تو۔" صوفی بولا اور وہ کمرے سے ہو گئے۔ "یاد ہے اور کون کہاں اور کون کہاں؟"

"یہ جیسے دو گھنٹے بعد بتا دوں گا۔" راجا صوفی نے جواب دیا۔ اسے بھی لگتا تھا کہ کام اسی لڑنے کے لیے کیا ہے جہ کہش کا تر پر تھا اور اسے اس کی صورت یاد تھی۔ اسٹور کا ایک اسٹنٹ شریفل و پائیس راجا صوفی کا جاننے والا تھا اس نے اسے کال کی اور حسب قریب اس نے آج سے کچھ میں بتا دیا اس دن کا سرفراز پھر عدلی امروہائی شریفل تھا۔ پھر پھر پھر۔

"اس سے کوئی غلطی ہوئی ہے جناب، آپ نہیں تو ابھی فارغ ہو رہے ہیں۔"

"اور نہیں یاد، اچھا لڑکا ہے اسے رکھ لیکن میری انجیئرنگ کا ذکر مت کرنا۔"

"جیسا آپ کہیں۔"

"ہاں اس کی ذرا کیس وقت ہوتی ہے؟"

"آج شام اس کی ذرا کیس ہو کر ہو جائیگی۔"

"تو جانتے کہاں رہتا ہے؟"

"ایک منٹ راجا صاحب، میں دیکھا اسے چیک کر کے بتا رہا ہوں۔"

"تم آرام سے چیک کرو، میں دس منٹ بعد کال کر رہا ہوں۔"

☆ ☆ ☆

"تو بندہ یہاں رہتا ہے۔" صوفی نے عمارت کی طرف دیکھا۔

"پتا تو نہیں کا ہے۔" شاہی نے کہا۔ "مگر جیسے وہ لازم سے غائب ہے ایسے ہی یہاں سے بھی غائب ہوگا۔"

"آؤ معلوم کر لیں۔" صوفی نے کہا تو وہ دونوں گاڑی سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھے۔ گاڑی سے قریب کا پتا کھینچا اور اوپر آئے۔ انکوش سے سرفراز خان علیٹ میں تھا اس نے عدلی کا چہرہ پر ہاتھ دیا۔

"وہ تو چار سینی سے جہان سے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

دانتوں کے درد، موڑھوں سے
خون آنا، ٹھنڈا گرم لگنا اور
دیگر تکالیف کے لیے

10 پرابلیم
1 حل



Dr. Atta-ur-Rehman
(Dental Surgeon)

دانتوں کا درد، موڑھوں سے خون آنا

25 سال سے دیکھ کر آگے

”پر انسان پزار میں نہیں لٹے۔“ سمیرا نے آہستہ سے کہا۔ ”تم بھلو، میں ہوائی ہوں۔“
وہ بیٹہ روم میں گئی اور کچھ دیر بعد کمر کے لباس میں باہر آئی۔ مچل لاؤنچ کے ساتھ اور اوپن تھا۔ اس نے فریج سے انڈیو، ڈش روٹی، مکھن اور جوس نکالا اور ڈش تیار کرنے لگی۔ لیکن کے ساتھ ہی چھوٹی کمی میز می۔ سمیرا نے اس پر ہلکا ہلکا ہاتھ دیا۔ ”اسے کے دوران اس نے اچانک ہی پھا۔“
”تم کیا کہتے ہو شریس سے ہر ایک لپٹا ہے؟“
”سمیرا خیال ہے صرف کام کا شے ہے۔“ عدیل نے کہا۔
”میں نے تم دونوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں کی۔“
سمیرا نے سکون کا سانس لیا۔ ”میں جیسا تھا چاہ رہی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ میں تم سے نفوذ کی نہ سمجھتا۔“
”شرور میں تمہارا اثر کم اور تمہیں بھر پور چلا گیا۔ اب مجھے نہیں ہے تم ایک آدمی کی ہو۔“
”ہائی ٹیک اس کے کہ میں جرم کرتی ہوں۔“
”وہ تو میں اور شریس ہی کر رہے ہیں۔“ عدیل نے کہا۔ ”اس کے باوجود میں گناہ ہے کہ ہم اچھے ہیں خوش تمہارے بارے میں کیسے سوچ سکتا ہوں کہ تم غلط ہو۔“
”تھک چکی۔“ سمیرا نے کھنکھارے سے کہا۔ ”تم نے میرے دل کا زخم دیکھا؟“
”سمیرا تم ابھی بڑی ہو اور اب کوئی ذلی مسئلہ بھی نہیں ہے تو تم یہ راز چھوڑنا نہیں دیتا؟“
”سمیرا نے گہری سانس لی۔“ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں کسی کے برے پر یہ راز چھوڑوں۔ ابھی مجھے شریس کا سہارا ہے، اگر میں اسے ترک کرتی ہوں تو پھر میرا کوئی سہارا باقی نہیں رہے گا۔ تم سوچ سکتی ہو کہ آج کے دور میں جب ہر شخص اپنی عزت کو کھانے کو آتا ہے شریس جیسے لوگ کتنے باپ ہیں۔ میں نہیں مانتی۔ اس کے ساتھ ہوں لیکن اس نے آج تک مجھے مرد کی نظر سے نہیں دیکھا اور نہ ہی میری جبری کا تذکرہ اٹھانے کی کوشش کی۔ حد تک وہ مجھے چاہیں بغیر دے، اگر وہ مجھے کہہ دے تو وہ اسے اور اپنی خود غم کر جائے تو میں اس کا کیا کیا کر لوں گی۔“ سچی پارہیسا اور کہ اس نے میرا تحفظ کیا اور مجھے مجھ سے اس کا مسئلہ نہیں چھپا۔“
عدیل متحیر ہوا تھا۔ ”اس کی بات باتوں نے مجھے بھی متاثر کیا ہے۔“ اگر دیکھا جائے تو وہ بہت سے نام نہاد شریس سے اچھا ہے۔“
”اب تم جانتی ہو کہ میں کیا کر دوں۔“ شریس کو چھوڑتی ہوں تو اکیلی رہ جاؤں گی اور مجھے کائنات کا ایک کوئی طریقہ نہیں آتا۔

جانتے جب تک یہ معاملہ ختم نہ ہو جائے اور الگ بھی ہو جائے جائے تاکہ اگر کوئی ایک بڑا جانے تو باقی محفوظ رہیں۔“
سمیرا جوان کی گفتگو سن رہی تھی اس نے کہا۔ ”وہی عدیل اس لحاظ سے ٹھیک کہہ رہا ہے کہ ابھی تو میں کچھ کرنا نہیں ہے اس لیے بہتر ہے اپنا اپنا حصہ لے کر سب الگ ہو جائیں اور جب حالات بہتر ہوں تو ہم دوبارہ مل سکتے ہیں۔“
”اب تم اس کی حمایت کر رہی ہو۔“ شریس کا انجید کسی قدر غصہ ہو گیا۔
”کیونکہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔“ سمیرا کا لہجہ بھی تیز ہو گیا۔
”نہیں، اس لیے کہ یہ عدیل کہہ رہا ہے۔“ شریس نے کہا اور اٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔ عدیل نے اسے اس کے سامنے میرا ہے چھپا۔
”تم دو دنوں میں جسم کی گفتگو کر رہے ہو میرے بارے میں۔“
”انہوں نے تم باہر لی تھی۔ سمیرا نے اپنی رقم دوا ایک اٹھائی۔“ اسی سے چھپا، میں جانتی ہوں۔“
”ابھی رات بہت ہو گئی ہے۔“ عدیل نے کہا۔ ”تم رک جاؤ، میرے کمرے میں سو جاؤ، میں یہاں لاؤنگ میں سو جاؤں گا۔“
”نہیں، میں چلی جاؤں گی۔“ سمیرا بولی۔ ”میں ماری ہوں راتوں کو بھی باہر رہی ہوں۔“
”میں جیسا اکیلے نہیں ہانے دوں گا۔“ عدیل نے کہا۔ ”میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔“
”تم وہاں نیسے آؤ گے؟“
”اچھ لوں گا کوئی نہ کوئی گاڑی مل جائے گی۔“
عدیل نے جوتے پہنتے ہوئے کہا اور دونوں فلیٹ سے نکل آئے۔ سمیرا کی کار بھی موجود تھی۔ سب کے پانچ بج رہے تھے اور گلی میں شہر پرستان تھا۔ کچھ دیر میں ٹریفک کی اڑان ہوئی تو گاڑی گھروں سے نکلتی۔ وہ سمیرا کے فلیٹ تک پہنچے تو سب کی روشنی خود بخود بج گئی۔ سمیرا نے اس سے کہا۔
”آؤ اندر آؤ، میں انتظار کرتی ہوں۔“
”نہیں جیسا زحمت ہوئی۔“
”کوئی زحمت نہیں ہوگی۔“ اس نے کہا۔ وہ پارکنگ سے افسانہ کے ذریعے اوپر آئے۔ سمیرا کا فلیٹ بھی چھوڑا سا تھا مگر بہت صاف، قمر اور چائینا ستور تھا۔ اس نے ہر چیز بہت اچھی اور خوب صورت کی تھی۔ عدیل نے قریب کی نوو خوش ہو گئی۔ ”مجھے بہت شوق ہے تمہارے کمرے کا۔“
”مگر صرف سامان سے نہیں جیتے۔“

PAKSOCIETY



میری بوجھ میں نہیں تھا کہ اس نے کبھی نہیں سے بھیجی تھی۔ ہم کچھ آؤں گے کہ وہ رعب رہتے ہیں۔ شاید یہی ایک سبب ہو سکتا ہے

”کیا۔“ تمہاری فکر سائنس سے بہتر بڑھ کر ہے۔“
 میرا نے اس کی طرف دیکھا۔ ”تم کیا کہنا چاہو رہے ہو؟“
 ”میں جو کہنا چاہ رہا ہوں تم سمجھ رہی ہو۔“
 میرا کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے سر ہلایا۔
 ”میں نے بہت کوشش کی مگر میں سمجھ رہی ہوں۔ میں اسے پسند کرتی ہوں۔ اسے کچھ ہو۔ یہ تصور بھی میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ یہی کہنا چاہتے تھے؟ تم مجھ سے؟“
 ”شریٹل خاموش ہو گیا پھر اس نے کہا۔“ تم جانتی ہو یہ کس کا دفتر ہے؟“
 ”میں۔“
 ”وہاں صغیرا کب رہا۔“
 ”میرا بچہ۔“ وہی جو مشہور قلم نگار ہے؟“
 ”بالکل وہی اور وہ بہت معروف ایک آدمی ہے۔ ہم اس سے نہیں جانتے۔“
 ”تم میری بات نہ کرتے سے الگ کر رہے ہو۔“ میرا فیسمل غولی۔

”ای۔“ لیکن وہ کہاں ہے، میں نہیں جانتا صرف ایک نمبر ہے جس پر اس سے رابطہ کر سکتا ہوں۔“
 ”یہ چالی گنی انگریزی ہے۔“ راجا صغیر نے چالی انگریزی کہا۔
 ”تم نے بقیہ اس میں اپنے جسے کی دم رکھو گی یہ کی۔“ جی۔ ایم۔ آئی شہار سے مجھے ہیں۔“
 مدلل ایک بار پھر خاموش رہا پھر صوفی نے اس پر مٹھوٹے بازی کی مشق شروع کر دی۔ راجا صغیر پلٹ کر میز کے دوسری طرف جا بیٹھا اور مدلل پر ہونے والے تشدد سے لطف اندوز ہونے لگا۔ اسے لیکن قادیان کا زیادہ ویران بیان بدلتی نہیں کہ اس کے گھر اور پبلک شریٹل بھی اس کے سامنے ہو گا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ کم سے کم لے لے دو انہیں ویرانہ کر دیکھیں اس پر کھڑا ہو گا۔ اس کے لیے لیکن قادیان قابل برداشت تھا کہ کوئی اسے سخت جائے۔ وہ خود نوگوں کو لٹاتا تھا۔

☆ ☆ ☆
 میرا کی مجازی اس ایک منزلہ دفتر سے ذرا دور رکھ دی تھی۔ اس نے کان کر کے شریٹل کو کبھی تو قریب بتایا۔ اس نے کہا۔ ”میں چند منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔“
 میرا لیکن میں بھی کیونکہ اس نے مدلل کو یوں اندر لے جانے ہوئے دیکھا تھا کہ اس کے سر پر خلاف چھٹا ہوا تھا۔ شاید یہ لوگ مدلل سے اپنا لٹکا ہوا چھٹا رہے تھے۔ اسے اندر گئے ہوئے چند منٹ ہو گئے تھے اور میرا پریشان تھی کہ اس کے ساتھ کوئی ناکامی نہ ہو رہا ہو۔ وقت آہستہ آہستہ رہتا تھا اور وہ بار بار پلیٹ کر آنے والی سڑک پر شریٹل کی گاڑی کا نشان دیکھ رہی تھی۔ اسے خیال نہیں آیا کہ وہ پہلے ہی آ سکتا ہے اس لیے جب اس نے فرنٹ سیٹ کی گاڑی کا شیش دیکھا تو میرا انتظار ہی طور پر اوٹل پڑی اور اس کے منہ سے کئی سی جھج جھج نکلی تھی۔ پھر اس نے دروازہ ان لوگ کیے اور شریٹل اندر آ گیا۔ حسب معمول وہ سوت میں تھا اور اس نے من گھڑی لگا دیا ہوا تھا۔ اس نے سر دھجے میں پوچھا۔ ”وہ کہاں ہے؟“
 ”اسی لمارت میں۔“ میرا نے اشارہ کیا۔ ”اسے اندر لے گئے ہیں، اس کو بھی کبھی ملٹ ہو چکے ہیں۔“ جانتی ہیں وہ اس کے ساتھ کیا شوک کر رہے ہوں گے۔“
 ”شریٹل نے فور سے اس کی طرف دیکھا۔“ ”میں جانتی ہوں کہ یہاں پر ہوا ہو چکی ہے۔“
 ”تو کیا نہیں ہوئی چاہیے۔“ میرا نے جانتی تھی۔
 ”وہاں مارا مانی ہے۔“

”میں اچھے بات تو کرنے والا۔ ایسا نہ ہو یہ بولنے کے قابل بھی نہ رہے۔“
 صوفی دیکھ گیا، مدلل نے سمجھتے ہی اس سے الگ رہا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ بہت زیادہ قریب سے دیکھ رہے تھے کہ شریٹل کا خیال قتل ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے ہاتھ ان لوگوں نے پکڑ لیا تھا تو وہ اس تک پہنچے تھے کہ راجا صغیر نے پوچھا۔ ”تمہارے ساتھ اور کون کون ہے؟“
 ”میرے ساتھ کوئی نہیں ہے اور میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔“
 ”تم جس جگہ کام کرتے ہو وہاں تم دونوں سے تنگیا جا رہے ہو کیوں؟“
 ”میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“
 ”جہاں تم پہلے رہتے تھے وہ جگہ کیوں چھوڑ دی؟“
 ”مجھے یہاں رہنا سہنا ہے۔“ اس نے جواب دیا۔
 ”یہ اس طرح نہیں مانے گا۔“ شاید ہی نے راجا صغیر کی طرف دیکھا۔ ”اسے دو گھنٹے کے لیے ہمارے حوالے کر دو۔“
 ”تم ان دونوں کو کبھی جانتے؟“ راجا صغیر نے صوفی اور شادی کی طرف اشارہ کیا۔ ”میں نے ایک بار انہیں ان کے حوالے کر دیا تو پھر اور کبھی انہیں آکر۔“ مجھے خبر تھی کہ وہاں پر قریب آ رہا ہے۔ شریٹل نے اس کے ساتھ آ کر۔“
 ”مدلل خاموش رہا۔ اشارہ دیکھ گیا تھا کہ یہ کبھی دکھ ہوئے تھے مگر وہ اصل میں دکھ رہی تھی اس لیے انہوں نے ان کا چہرہ کیا اور ان تک پہنچی تھی۔ شریٹل نے اس کا قبضہ کر لیا۔“
 ”میرا اپنے گھر میں گا۔“ اس نے اس سے الگ ہو گیا۔ اگر اسے چند منٹ اور ملے تو وہ بھی کبھی نہیں گیا۔ راجا صغیر نے پوچھا۔ ”اسی کے پاس سے کیا لگا ہے؟“
 صوفی نے رقم، اس کا پاس اور وہاں کال کر سامنے ڈال دیا۔ اس میں لاکر کی پٹی بھی تھی۔ راجا صغیر نے پہلے سوچا کہ افواہ اور اس کی فون بک دیکھی۔ اس میں وہی نمبر تھے مٹی شریٹل اور میرا کا۔ اس نے پوچھا۔ ”یہ میرا کون ہے؟“
 ”میری دوست ہے۔“ مدلل نے جھوٹ لٹا۔ راجا صغیر نے شریٹل کے بارے میں نہیں پوچھا۔ اس کا نمبر حاصل کر لینے کے بعد وہ کسی قوم وطن گھر آئے گا۔ اس نے مدلل سے کہا۔
 ”اس سبب کا اصل راز شریٹل ہے، کیا میں فلا کہ رہا ہوں؟“
 ”میں نہیں جانتے۔“

راجا صغیر کے دہریے نے کام کیا اور شہاب مہاوی نے پوری کوشش کر کے اگلے دن تک ”مطمع کر لیا کہ شریٹل نے اگلا حوالہ کہاں لیا تھا۔ یہ اس کا جانتے والا اس لیے ایجنٹ تھا جو اس علاقے میں کام کرتا تھا اور اس نے آسانی سے اس سے پتا چلنا۔ جب صوفی اور شادی اس کے پاس آئے تو اس نے شریٹل کا پتا ان کے حوالے کیا اور بولا۔ ”راجا صاحب سے کہنا کہ میں جو کچھ تھا کر دیا۔“
 ”دیکھتے ہیں۔“ صوفی نے سنی خبر اندر میں کہا۔
 شریٹل راجا صاحب کے توسط سے ان کے پاس مدلل کی تصویر بھی آگئی تھی۔ انہیں لیکن تھا کہ مدلل اور شریٹل کا آپس میں تعلق ہے اور شریٹل کی شہرت بھی پورے راجا صاحب کی اس کے پس منظر کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ بہت پرچہ تو وہاں ملا تھا۔ اب ان کے پاس انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا مگر ان کا انتظار دیکھ لایا اور تقریباً آٹھ بجے مدلل ایک عیسیٰ سے اترتا تھا۔ صوفی نے اسے آواز دی اور پھر پکڑ لیا۔ وہ اسے لے کر راجا صغیر کے دفتر جا رہے تھے۔ اس کا دفتر کمرشل این بائیں ایک بڑے پائے پر تھا اور یہاں اس نے کسی اور کو جگہ نہیں دی تھی۔ اس کی اکثر سرگرمیاں ایسی تھیں جن کا دوسروں سے چھپانا لازمی تھا۔ سات آٹھ بجے تک یہ سارا معاملہ بند ہو جاتا تھا۔ اس لیے جب وہ مدلل کو لے کر اس کے دفتر پہنچے تو وہاں سنا تھا۔ راستے میں انہوں نے مدلل کے سر پر ایک خلاف چھٹا دیا تھا اور جب اسے راجا صغیر کے سامنے پیش کیا تو خلاف ہٹا لیا۔ راجا صغیر نے اسے فور سے دیکھا۔
 ”دیکھنے میں تو تو سیدھا سا لگتا ہے۔“
 مدلل نے خشک لبوں پر زبان سمیٹ لی۔ ”مجھے کیوں افرمایا ہے، میں نہیں لگتا جانتا۔“
 ”اس کا ذکر تو جانتا ہے۔“ راجا صغیر نے ڈیوٹ کارڈ اس کے سامنے پھینکا۔ ”مجھے اپنا ہاتھ صحت کاٹنے کے لیے۔“
 ”تو میں نے صحت کاٹنی ہو گی۔ اس کی رسید بھی دی ہو گی۔“
 ”کب اس نے نہ۔“ مقصد سے صوفی نے اپنا تنک اس کی گدی پر گھونسا مارا تو اس کی آنکھوں کے سامنے بخیر آ گیا اور وہ اس واقعے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ لاکر آ کر کرنے لگا تو شادی نے اسے اس کے ہاتھوں سے پکڑ کر سیدھا کیا اور پھر پکڑ لیا۔ صوفی نے اس بار اس کے چہرے اور سینے کو ٹھٹھٹا دیا تو تکلیف اسے ہوش میں لے آئی۔ راجا صغیر سکون سے بیٹھا تھا۔
 ”میرا۔“
 ”میں نہیں جانتے۔“

PAKSOCIETY

وکنجی اور ہر مل اسے دلا سار چار مل۔
جب میرا کی سالت سنبھل گئی تو ہر مل اسے چھوڑ کر
اس بے پر گیا جو شرنیل نے بتایا تھا اور کہا تھا کہ اسے کچھ
اونے کی صورت میں وہ وہاں سے ان کی بیج کی ہوئی رقم
لے کر آپس میں بانٹ لیں۔ یہ ایک چھوٹا سا گھر تھا جو چوٹی
ملا تے میں تھا۔ ہر مل کو نہیں معلوم کہ یہ گھر شرنیل کا رہا تھا یا
کرائے کا۔ رقم اسے اٹھارہ بیس روپے کے ایک بیگ میں ملی اور
یہ اس رقم سے خاصی زیادہ مچی جو شرنیل کا حصہ تھی تھی۔ اس کا
مطلب تھا کہ اس میں اڑھائی روپے ملی تھی جو اس نے اب
تک کائی تھی۔ وہ روپے آیا اور اس نے رقم میرا کے سامنے
رکھ دی۔ اس نے کہا۔ "یہ تمہاری ہے۔"

"شرنیل نے کیا تھا کہ یہ رقم دونوں کی ہوگی۔"
"شاید اس نے کسی اور وجہ سے ایسا کیا ہو۔" ہر مل
نے سرد آدھ بھری۔ "نکسین پتا ہے جب تم نے کال کر دی
تھیں تو میں کسی کیفیت میں تھا۔"
"نکسین، جب تم نے مل آف کیا تو میں پریشان ہو کر
گھر سے نکلی آئی۔ مجھے لگا کہ تمہارے ساتھ کوئی کڑا ہے
اور میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔"
"گو برا یہ نہیں تھی۔" ہر مل نے کہا میرا اس نے بتایا
کہ مونا کا نکاح ہو گیا ہے اور اہلہ بچا ہے اس سے جو وہ وہاں
تھا وہ تو زویا۔ "میں انہیں بتانے گیا تھا کہ میں نے ان کی
شرط پوری کر دی ہے۔ جب حقیقت سامنے آئی تو میں بتا
میں ٹھیک کہ میری کیا حالت ہوئی تھی۔"
"فکر سے میں نکلی آئی اور وہ وہ جیسے ملے ہاتھ اور
نکسین کو پتہ چل گیا۔"

"شرنیل کو تم نے کال کی تھی؟"
"ان، میں نے اس سے دو روپے قرض دی اس
صورت حال میں ہر مل کا کہنا تھا۔ مگر اس نے رہا سیر کا دفتر
دیکھا تو وہ اٹار کر کے چلا گیا۔"
"اور تم اندر آ گئیں۔" ہر مل نے کہا۔ "تم نے ایسا
کیوں کیا؟"
"میں نہیں جانتی۔ لیکن میں جیسے خطرے میں نہیں
رکھ سکتی تھی۔" میرا نے سر جھکا کر کہا۔ "اب تم کیا کرو گے؟"
"پتا نہیں۔" ہر مل نے گہری سانس لی۔ "شاید نہیں
اور چلا جاؤں اور تم کیا کر دو گی؟"
"میں کیا کروں؟" وہ بے بسی سے بولی۔ "میں
بیکار ہوں۔ سارے شرنیل کا پہلا قہقہہ وہ بھی نہیں رہا۔ پتا
نہیں کیا کروں گی؟"

"نکسین گندے ہاتھ کے پاس گاڑی روکنا۔"
"سوال یہ کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"
"بھیرا لے چہ کے بعد ایک سیر تنگ کے ہاتھ کے
ساتھ کارروئی تو شرنیل نے کھڑکی سے اپنے ہاتھوں کے ہاتھ میں
اچھال دیا۔ اس صحت بعد وہ ایک بڑے سرکاری اسپتال
کے اندر چلی۔ شے کے سامنے تھے۔ شرنیل نے ان سے
کہا۔ "تم لوگ جاؤ میں خود چلا جاؤں گا۔" وہ کہتے ہوئے
پچھے اتر گیا۔
"میں بھی آتا ہوں۔" ہر مل نے کہا۔ "جیسے ہر مل کی
ضرورت ہے۔"

"نکسین تم میرا کے ساتھ جاؤ۔ اسے جہادی ضرورت
ہے۔ جاؤ اس سے پہلے کوئی آئے اور مجھے تمہارے ساتھ دیکھے
یہاں سے چلے جاؤ۔" اس نے اپنا پرس اور جاکٹیں لے کر چلا
کے والے کیا۔ "میری شناخت سامنے نہیں آئی ہے۔"
میرا اور وہ مل گئی مگر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔
ہر مل نے پلٹ کر دیکھا۔ شرنیل کو کھڑا اسے قدموں سے
اٹھ کر جیسی کہ دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے میرا
سے کہا۔ "وہ فی جانے گا وہ بہت باہمت ہے۔"
"وہ بہت عقیم ہے۔" میرا نے کہا اور کار سڑک کے
کنارے روک دی۔ "آج مجھے پہلی بار پتا چلا وہ مجھ سے
محبت کرتا ہے لیکن اس نے مجھے نہیں کہا۔ میں نے اسے بتایا
کہ میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں تب وہ غاشی سے پیچھے
ہو گیا مگر جب مجھے خطرے میں دیکھا تو مجھے آگیا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو اس کی کئی باتوں سے مجھے لگا کہ
وہ جیسے پسند کرتا ہے مگر اس کا اظہار نہیں کرتا۔" ہر مل نے
کہا۔ "اس نے میرا سے پوچھا نہیں کہ وہ کسے پسند کرتی ہے۔
مگر ظہر پر اسے جواب معلوم تھا۔" مگر یہ بعد وہ میرا کے قہقہہ
پر جسے تمام فی دی پہنچا۔ پھر رہا سیر اور اس کے دو
آدھوں سے کئی کئی غریب مل گئی تھیں شرنیل کا ذکر نہیں
تھا۔ اس کے بارے میں خبر خاص دیر بعد صرف ایک ہڈی کی
صورت میں آئی کہ رات کے خیرا ہسپتال پہنچنے والا ہر مل اس
آج صبح دھول کی تپ تپاتے ہوئے چھوڑ کر گیا۔ پھر اس
کے بارے میں جاننے کی کوشش کر دیا ہے۔ پھر اس نے ان
واہات کو آپس میں نہیں جڑا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اسے
قہقہہ نہیں تھا کہ ان کا آپس میں کوئی تعلق تھا۔ رہا سیر مشہور
فحشیت تھی اور اس کے کوئی کوئی تعلق نہ تھا۔ رہا سیر
کون با توں سے کوئی عرصہ تک کی اور شرنیل کو یاد رہے وہ

کو پیر کی گزرتی تھی۔ ہر مل نے اس کے بارے میں بتایا تو
شرنیل ڈکھتا ہوا اٹھا اور میرا کے صبح کھانے کے باوجود وہ
میرا تک آیا۔ اس نے شادی کے سر پر پھول کی نالی رکھ کر
نارنگی اور وہ بھی سرگیا۔ میرا نے۔ "میرا لیا۔" ہر مل نے کہا۔
کہ شرنیل ان میں سے کسی کو نہ چھوڑنے کا خطرہ دل نہیں
لے جاتا تھا۔ شادی کا کام تمام کر کے اس نے کہا۔ "یہاں
سے غلط نہیں آئے والی ہوگی۔"
ہر مل نے شرنیل کو ہار دیا اور وہ پھر آئے تو سنا
تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ دفتر میں ہونے والی فائرنگ کی آواز
باہر تک نہیں آئی تھی۔ اس لیے کسی کے سامنے نہیں اور ہمیں کو
اطلاع نہیں دئی تھی۔ سیرا بھاگتی ہوئی گاڑی لے کر لے
آئی۔ انداز میں شرنیل کو اندر بٹایا۔ اچانک عدل کو خیال
آیا۔ "میرا اپنی اور وہاں باگ اندہ ہے ایک صف میں لے کر
آتا ہوں۔"

"بلندی کر شرنیل کو ہسپتال لے جاؤ۔"
ہر مل اندر کی طرف بڑھ کر میرا نے شرنیل سے کہا۔
"تم نے کیا کیا تم وہاں کیوں آئے؟"
"میں نہیں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔" اس نے آہستہ سے
کہا۔ "آئی انکم سو ری۔ میں نے جیسے چیز بارہا۔"
"تم نے ٹھیک کیا۔ میں نے بھیجی کی تھی۔" میرا کا
بوجھ گھیر ہوا۔
"مجھے میں چھوڑ دیا۔ میں اپنا لے چہ ہاؤس کا۔"
"نہیں۔ جیسے ہسپتال لے جائیں گے۔" اس نے
کہا۔ "اس دوران میں ملے اندر سے اپنی چیزیں لے گیا تھا۔
"پھر میں کسی بڑے سرکاری اسپتال چلا ہوا
پھر نے اور بھی اسپتال کوئی فیکس نہیں لے جی۔"
میرا نے کار آگے بڑھا دی۔ شرنیل میں نشست پر
تھا۔ اس نے سیدھا ہونے ہوئے کہا۔ "میری بات سنو۔"
"مجھے کچھ نہیں سنا۔" میرا نے آفس سٹاک کرتے ہوئے
کہا۔ "جیسے کچھ ہو تو میں بھی خود کو حاف نہیں کروں گی۔"
شرنیل اب گہری سانس لے رہا تھا۔ "میں شاید نہ
چوں۔ ایک چانس لو۔"

"تم بھی چپ ہو۔" ہر مل نے کہا۔
"میری بات سنو۔" شرنیل کا لہجہ سخت ہو گیا۔ اس
نے ایک پتا بتایا۔ "اسے یاد کرو میرے جسے کی رقم اور
میری ساری شے کی ہوئی رقم اس پر ہے۔ اگر مجھے کچھ ہو
چاہے تو وہ۔"
"بلکہ میں باجیس مست کرو۔"

اس نے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی اور ہاتھ اوپر کر کے
اتھارے سے شرنیل کی طرف فائر کیا۔ میرا جھڑپ کر
پٹی مار کر گری اور شرنیل نے اس کی پیچ پر تپ کر میرا کی
طرف فائر کیا۔ گولی چپ بورڈ میں سوراخ کرتی شاہی کوئی
اور اس نے یہاں تک آواز نہ کی۔ اس دوران میں سوئی اور
رہا سیر فائر کر رہے تھے۔ ہر مل کی طرف دیکھ رہے تھے۔
تھے۔ رہا سیر نے سوئی کی آڑ لے رکھی تھی۔ اس لیے
شرنیل کی اگلی گولی اسے گئی۔ گولی شے میں لگی تھی۔ وہ کراہا
اور اٹھ کر میرا کی آڑ میں جانے کی کوشش کی اسی اثنا میں
دوسری گولی اس کے سر میں اتر گئی۔

خون اور مغز کے جیسے رہا سیر پر گرنے کے جھڑپ
میرا کی آڑ میں ہو گیا تھا۔ شاہی میز سے ٹکرا ہوا ہٹ گئے تھے
پھوٹے والے خون کوڈے کی کوشش کر رہا تھا۔ رہا سیر نے
اس کی طرف دیکھے بغیر اس کے ہاتھ سے پھول جھینا اور ہاتھ
اوپر کر کے شرنیل پر فائر کیا۔ وہ افراد کو نشانہ بنا کر وہ کھینے
پر وہ ہو گیا تھا اور اس نے میرا کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی
کہ رہا سیر کی چوٹی کوئی اس کے سینے میں اتر گئی۔ شرنیل
ڈکھتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے رہا سیر کے فخر آئے
والے سر کے اندر ہی سے کوڈے بٹایا۔ گولی اوپر سے سر میں اتر
گئی اور وہ پلٹ کر وہ رہا سیر اور وہاں ساکت ہو گیا۔
شرنیل نے کوڈے بٹا کر اپنا زخم دیکھا جو دل سے وہاں سے تھا۔
وہ کوڈا کچھ بچھا۔ آج خون تیزی سے بہہ رہا تھا اور مای حساب
سے اس کے جسم سے جان نکل رہی تھی۔

میرا کے پاس سے گولی گزری تھی اور اس نے
اضطرار میں فنی ماری تھی۔ جیسے ہی کمرے میں دھڑا دھڑا گولیاں
چلنا شروع ہوئیں وہ دھچکتی ہوئی ہڈی تک آئی اور وہ دونوں
حالیہ سمت میں اٹھا اور سے کھٹے صوفے کے پیچھے محسوس تھے۔
ہر مل کی حالت میں وہ رہا تھی۔ جب فائرنگ دی تو اس نے
سرنگالی کر دیکھا۔ شرنیل کھڑا اٹھ کر رہا تھا۔ ہر مل تیزی
سے صوفے کے عقب سے نکل کر اس کے پاس آیا۔ میرا
اسے روک رہی تھی۔ اس نے شرنیل کو ہار دیا۔ اس نے
آہستہ سے کہا۔ "وہ صوفے میں سے کوئی زخم تو نہیں ہے۔"
شرنیل بھول رہا تھا۔ ہر مل نے اسے پکڑ کر صوفے
پر بٹایا۔ میرا بھی نکلی آئی اور اس نے شرنیل کا زخم دیکھا اور
بولی۔ "نکسین اسپتال لے جاؤ دو گا۔"
"دیکھو ان میں سے کوئی زخم تو نہیں ہے۔" اس نے
کہا۔ "میں شاید نہ چوں۔ ایک چانس لو۔"

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شادی پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی متن مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو مائیل لنک
- ✧ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پرائیو
- ✧ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی منتخب مضمون کی مکمل رینج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک بیڈ نہیں
- ✧ ہر ای بک کی مکمل رینج
- ✧ ایڈ فرنی ٹنس لٹس کو سب سے کماتے
- ✧ ہم نے شرمک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

”معاذ اللہ! سائٹ یہاں ہر گزب ٹوڈن سے بھی ڈاؤن لوڈ کی جا رہی ہے

ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤن لوڈنگ کے لئے کہیں اور جاننے کی ضرورت نہیں مادی سائٹ پر آئیں اور آپ جھک سے کتاب ڈاؤن لوڈ کریں

اپنے دوست اور باب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرا لیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Facebook fb.com/paksociety



Twitter.com/paksociety

”میں تو سہرا داسہا اپنے کام میں ہی کھینک رہی تھی۔“
 ”کیوں؟“ ”میرا سہرا سائنس یوٹی۔“ کیوں نہیں
 میں کہنے؟“
 ”میں تم کو پہلے ہی بتا کر چکا ہوں۔“
 ”اب دوسری بات بھی اور اب تو سوسائٹ مال ہی
 بدل گئی ہے۔“ ”میرا سہرا کہتا ہے کہ میں نے ہی۔“ ”میں
 اچھا جانتے تو ہم دونوں کا ہی کوئی ٹیس ہے تو کیا ہم ایک
 دوسرے کا سہرا داسہا بن سکتے۔“
 ”میں نے اسے دیکھا۔“ ”میں کوئی دیکھنی نہیں کروں
 گا لیکن میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں مجھ سے کوئی
 شکایت نہ ہو۔“
 ”میں بات میں بھی نہیں کہیں گی۔“ ”میرا یوٹی۔“ میں
 کوئی اچھی لڑکی نہیں ہوں لیکن اللہ کوادے میں نے ہمیشہ
 اچھی عزت کی حفاظت کی ہے۔“
 ”میں نے سہرا کا ہاتھ تھام لیا۔“ ”اب میں تمہاری
 حفاظت کروں گا۔“
 ۲۰۱۲ء
 ”اب دوسرے پر ہر حال اور سہرا نے اپنے بچوں کے ساتھ
 اچھے چلنے والے لڑکے کی بات بڑا ہے۔“ ”میں سات سال
 میں یہاں بہت کچھ بدل گیا تھا۔“ ”میں نے سہرا کو ٹھیک
 بدلے دیے۔“ ”ابھی تمہیں اس کا چاک اور کھانا ایک
 دوسرے سے آگے نکلی جانے کی فکر نہیں۔“ ”میں نے ایک
 ڈائننگ کیمپ کی اور وہیں کی طرف روانہ ہوئے۔ سات سال
 پہلے اور ملک سے لگے تھے۔“ ”پہلے ڈائننگ اور پھر ہاؤس
 ت ایک ہر رات ایک ملے گئے۔“ ”اب میں نے ہر شے کر
 لیا۔“ ”اتنا ان کے پاس بھی اس لیے نہیں کوئی پریشانی نہیں
 ہوئی۔“ ”دو سال پہلے انکس ہاؤس کی شہریت لگئی اور ان کے
 بچے ہر رات ایک ہاؤس کے شہریت تھے۔ سات سال بعد انکس
 خیال آیا کہ ایک بار وطن جا کر دیکھنا چاہیے۔ ملک کے
 حالات دیکھنے نہیں دے اس کے باوجود وہ لگے۔“
 ”دائیم دیکھنا اچھا آدمی تھا مگر بڑی شہریت اور انکسوں
 کے مگر انکسوں سے ہر چنان حال ایک دہانہ۔“ ”میں نے کھانا
 دو ہر حال کو جانا بچا تھا۔“ ”دو ہر حال کو بچے اور جب وہ ان کا
 سامان اتار دیا تو ہر حال کے ذہن میں میرا سا ہوا تھا۔ تو
 ہر حال نے سہرا سے کہا۔“ ”تم لوگ اب رہاؤ میں اسے فارغ
 کر کے آتا ہوں۔“
 ”دیکھتی ہوئے کے ساتھ اندر اپنے گھر کو ہر حال
 ڈانچہ دے اس آیا اور ہر حال لے ہوئے ہوا۔“ ”ڈانچہ

”میں تو سہرا داسہا اپنے کام میں ہی کھینک رہی تھی۔“
 ”کیوں؟“ ”میرا سہرا سائنس یوٹی۔“ کیوں نہیں
 میں کہنے؟“
 ”میں تم کو پہلے ہی بتا کر چکا ہوں۔“
 ”اب دوسری بات بھی اور اب تو سوسائٹ مال ہی
 بدل گئی ہے۔“ ”میرا سہرا کہتا ہے کہ میں نے ہی۔“ ”میں
 اچھا جانتے تو ہم دونوں کا ہی کوئی ٹیس ہے تو کیا ہم ایک
 دوسرے کا سہرا داسہا بن سکتے۔“
 ”میں نے اسے دیکھا۔“ ”میں کوئی دیکھنی نہیں کروں
 گا لیکن میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں مجھ سے کوئی
 شکایت نہ ہو۔“
 ”میں بات میں بھی نہیں کہیں گی۔“ ”میرا یوٹی۔“ میں
 کوئی اچھی لڑکی نہیں ہوں لیکن اللہ کوادے میں نے ہمیشہ
 اچھی عزت کی حفاظت کی ہے۔“
 ”میں نے سہرا کا ہاتھ تھام لیا۔“ ”اب میں تمہاری
 حفاظت کروں گا۔“
 ۲۰۱۲ء
 ”اب دوسرے پر ہر حال اور سہرا نے اپنے بچوں کے ساتھ
 اچھے چلنے والے لڑکے کی بات بڑا ہے۔“ ”میں سات سال
 میں یہاں بہت کچھ بدل گیا تھا۔“ ”میں نے سہرا کو ٹھیک
 بدلے دیے۔“ ”ابھی تمہیں اس کا چاک اور کھانا ایک
 دوسرے سے آگے نکلی جانے کی فکر نہیں۔“ ”میں نے ایک
 ڈائننگ کیمپ کی اور وہیں کی طرف روانہ ہوئے۔ سات سال
 پہلے اور ملک سے لگے تھے۔“ ”پہلے ڈائننگ اور پھر ہاؤس
 ت ایک ہر رات ایک ملے گئے۔“ ”اب میں نے ہر شے کر
 لیا۔“ ”اتنا ان کے پاس بھی اس لیے نہیں کوئی پریشانی نہیں
 ہوئی۔“ ”دو سال پہلے انکس ہاؤس کی شہریت لگئی اور ان کے
 بچے ہر رات ایک ہاؤس کے شہریت تھے۔ سات سال بعد انکس
 خیال آیا کہ ایک بار وطن جا کر دیکھنا چاہیے۔ ملک کے
 حالات دیکھنے نہیں دے اس کے باوجود وہ لگے۔“
 ”دائیم دیکھنا اچھا آدمی تھا مگر بڑی شہریت اور انکسوں
 کے مگر انکسوں سے ہر چنان حال ایک دہانہ۔“ ”میں نے کھانا
 دو ہر حال کو جانا بچا تھا۔“ ”دو ہر حال کو بچے اور جب وہ ان کا
 سامان اتار دیا تو ہر حال کے ذہن میں میرا سا ہوا تھا۔ تو
 ہر حال نے سہرا سے کہا۔“ ”تم لوگ اب رہاؤ میں اسے فارغ
 کر کے آتا ہوں۔“
 ”دیکھتی ہوئے کے ساتھ اندر اپنے گھر کو ہر حال
 ڈانچہ دے اس آیا اور ہر حال لے ہوئے ہوا۔“ ”ڈانچہ

